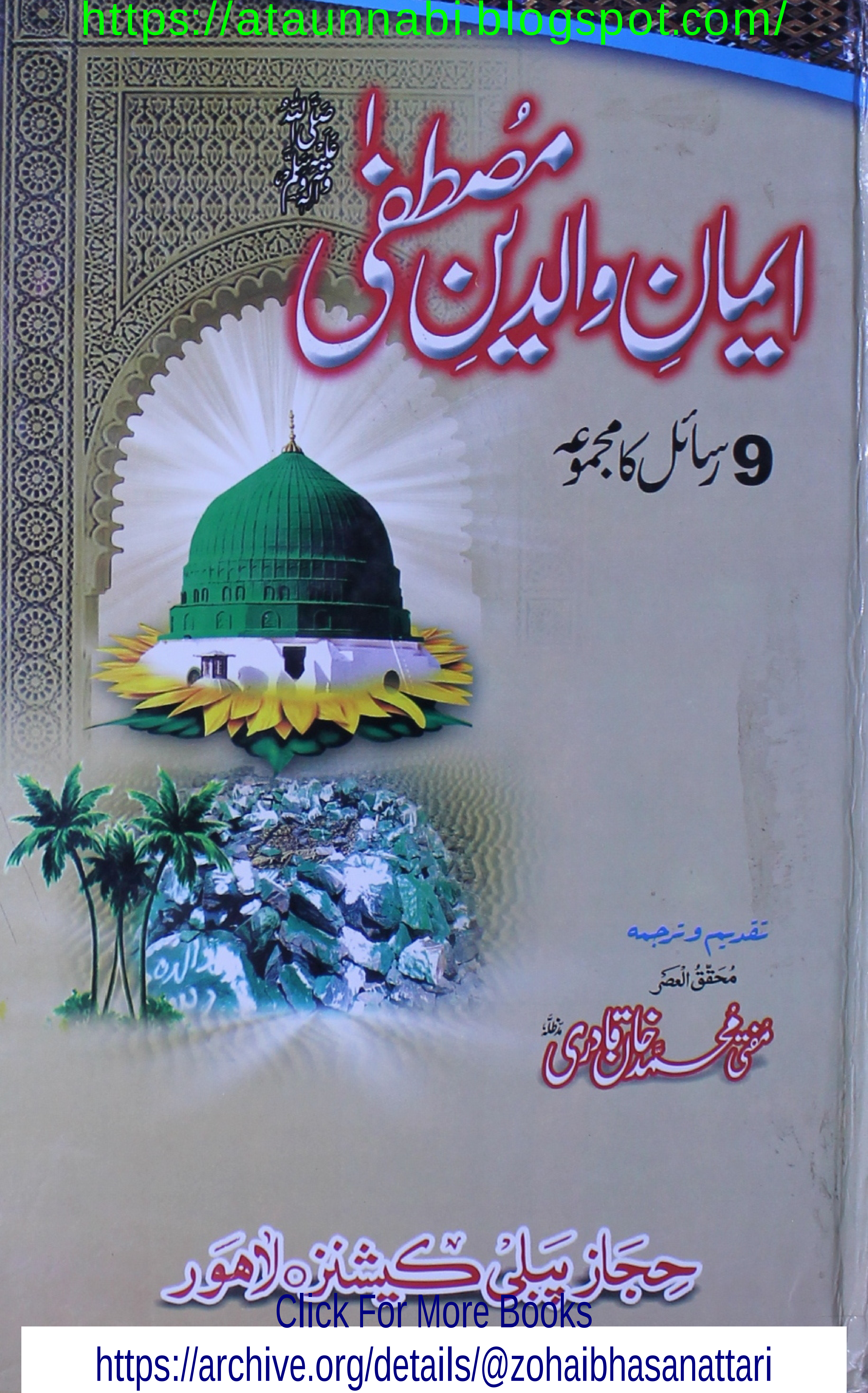

ایمانِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
9 رسائل کا مجموعہ
تقدیم و ترجمہ
محقق العصر
مفتی محمد خان قادری مدظلہ
حجاز پبلی کیشنز لاہور

ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

9 رسائل کا مجموعہ

تقدیم و ترجمہ

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048

نام کتاب	ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 9 رسائل کا مجموعہ
تقدیم وترجمہ	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
حروف سازی	محمد عمران عنصر قادری
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

9۔ مجموعہ رسائل اور ان کے مصنفین کے نام

1۔ اُمہات النبی صلی اللہ علیہ وسلم امام ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (المتوفی: ۲۴۵)

2۔ حضور ﷺ کے والدین کے بارے اسلاف کا مذہب

3۔ والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں

4۔ حضور ﷺ کے آباء کی شانیں

5۔ نسب نبوی ﷺ کا مقام

6۔ والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا

7۔ والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۹۱۱ھ)

8۔ هداية الغبى الى اسلام آباء النبى ﷺ

مولانا قاری عبدالغفار شاہ

9۔ نور الهدىٰ فى آباء المصطفىٰ ﷺ

حضرت مولانا علی احمد چشتی سیالوی

مقدمہ

ایمان والدین

اور

اہل علم کے اقوال

والدین مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہو کر ایمان لانا" کے نام سے شامل ہے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اسکے بارے میں وارد شدہ حدیث ہرگز موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے بلکہ انہوں نے اسی موضوع پر اپنے دوسرے رسالے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جنتی ہیں" میں بڑی طویل اور بے نظیر گفتگو کی ہے۔

چوتھا راستہ: وہ دین حنیف پر تھے، امام فخر الدین رازی، علامہ محقق سنوسی، شارح شفاء علامہ تلمسانی، امام ابن حجر مکی کا یہی مؤقف ہے، علامہ زرقانی نے بھی اس کی تائید وتصویب کی۔

آئمہ اُمت کے حوالہ جات

یہاں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے حوالے سے مسلمہ ائمہ اُمت کے حوالہ جات تحریر کیے دیتے ہیں:

ا۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (المتوفی: ۶۶۸ھ) تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب التذکرہ ایمان میں تفصیلاً لکھا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ احیا لہ اباہ وامہ وامنابہ (الجامع لاحکام القرآن: ۲،۶۴)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے

۲۔ شارح مسلم امام محمد بن خلیفہ الابی (ت: ۸۲۷ھ) ایک حدیث مسلم کے تحت امام نووی کے اس جملہ کہ

کفر پر فوت ہونے والا دوزخی ہے اور اسے کسی رشتہ دار کی قرابت فائدہ نہیں دے سکتی۔ پر لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلسنت کا مختار اور پسندیدہ قول یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین ناجی اور جنتی ہیں۔ ان سے ہرگز کفر و شرک ثابت نہیں اس مقصود کو پانے کے لیے اہل علم نے چار راستے اپنائے اور اس پر اپنے اپنے قوی دلائل فراہم کیے ہیں۔

پہلا راستہ: انہیں دین کی دعوت نہیں پہنچی لہذا وہ عذاب میں مبتلا نہ ہوں گے بلکہ نجات پا جائیں گے۔ امام سبکی، امام غزالی، شارح مسلم امام اُبی اور امام شرف الدین مناوی نے اس راہ کو اختیار کیا۔

دوسرا راستہ: یہ اہل فترت میں سے ہیں روز قیامت ان کا امتحان ہوگا اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت و برکت سے اس امتحان میں کامیابی حاصل کریں گے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا یہی موقف ہے۔

تیسرا راستہ: وہ زندہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، امام ابن شاہین، امام ابوبکر خطیب بغدادی، امام ابن عساکر، امام سہیلی، امام محب الدین طبری، امام ناصر الدین دمشقی، حافظ ابن سید الناس، حافظ شمس الدین دمشقی، حافظ ابن حجر مکی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام سید احمد حموی اور امام قرطبی وغیرہم کا یہی موقف ہے۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس موقف پر باقاعدہ مستقل رسالہ لکھا جس کا ترجمہ "

قلت انظر هذا الا طلاق وقد قال السهيلي ليس لنا ان نقول ذلك فقد قال علیہ السلام لا تؤذوا الاحياء بسب الاموات وقال تعالىٰ ان الذين يؤ ذون الله ورسوله ولعله يصح ماجاء انه صلی اللہ علیہ وسلم سأل الله سبحانه فاحياله ابويه فامنابه وقد ر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فوق هذا ولا يعجز الله شیء

کہ میں کہتا ہوں غور کرو امام نووی نے یہ بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے (حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات درست نہیں) امام سہیلی نے فرمایا ہے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسی بات کہنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں اور ممکن ہے وہ روایت صحیح ہو جس میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بھی بلند ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بھی کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی

آگے امام نووی نے لکھا تھا۔

مذکورہ حدیث یہ بھی واضح کر رہی ہے کہ زمانہ فترت میں بتوں کی پوجا کرنے والا دوزخی ہوگا اور دعوت نہ پہنچنے والے پر عذاب ہوگا کیونکہ انہیں دعوت ابراھیمی پہنچی ہے

اس پر امام اُبی لکھتے ہیں:

قلت تامل مافی کلامه من التنافی	میں کہتا ہوں غور کیجئے۔ ان کے کلام میں
فان من بلغتهم الدعوة لیسوا	تناقض ہے کیونکہ جنہیں دعوت پہنچ گئی وہ اہل
باهل فترة (اکمال العلم: ۱/۶۱۶-۶۱۷)	فترت رہتے ہی نہیں۔

۳۔ شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی (ت: ۹۲۳) اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں:

فالحذر الحذر من ذکر هما بما	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں ہر
فیه نقص فان ذلك قد یؤذی	گز کوئی ایسی گفتگو نہ کی جائے جس میں
النبی علیہ السلام فان العرف جاء بانه	ان کی طرف کسی نقص یا عیب کی نسبت ہو
اذا ذکر ابو الشخص بما ینقصه	یقیناً یہ گفتگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچا
اووصف یوصف به وذلك	ئے گی۔ کیونکہ عرف یہ ہے کہ جب بھی
الوصف فیه نقص تاذی ولده	کسی کے والد کا عیب یا نقص بیان کیا
بذکر ذلك له عند المخاطبة	جاتا ہے تو اس کے تذکرہ سے اسکی اولاد کو
وقد قال علیه السلام لا تؤذوا	اذیت وتکلیف پہنچتی ہے اس لیے آپ
الاحیاء بسب الاموات رواه	صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات میں سے ہے مردوں کو
الطبرانی فی الصغیر ولا ریب ان	برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو اسے امام
اذاه علیه السلام کفر یقتل	طبرانی نے معجم صغیر میں نقل کیا اور اس میں
فاعله ان لم یتب عندنا	کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت

وستأتی مباحث ذالك ان شاء الله تعالیٰ فی الخصائص من مقصد المعجزات وقد اطنب بعض العلماء فی الاستدلال لایمانهما فالله تعالیٰ یثیبه علیٰ قصده الجمیل

(المواہب اللدنیہ:۱؍۱۸۲)

دینا کفر ہے اور ایسا کرنے والے کو ہمارے نزدیک قتل کر دیا جائے گا اگر وہ توبہ نہ کرے اس پر مزید بحث مقصد المعجزات میں آ رہی ہے بعض علماء (سیوطی) نے والدین مصطفےٰ ﷺ کے ایمان کو متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس اعلیٰ عمل پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

۴۔ امام عبدالوہاب شعرانی (ت: ۹۷۳ھ) امام سیوطی کی تحقیق اور رسائل پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وقد طالعتها کلها فرأیتها ترجع الیٰ ان الادب مع رسول الله ﷺ واجب وان من اذاه فقد اذی الله وقال تعالیٰ ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة واعد لهم عذابا مهینا وفی قرآن العظیم وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

میں نے تمام کا مطالعہ کیا ہے انہوں نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور ﷺ کا ادب واحترام لازمی امر ہے اور جس نے آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور ان کیلئے اللہ نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے اور قرآن عظیم میں یہ بھی ہے کہ، اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

قال الشیخ جلال الدین السیوطی خاتمة حفاظ مصر رحمه الله وقد صرح جماعات کثیرة بان ابوی النبی ﷺ لم تبلغهما الدعوة الله تعالیٰ یقول وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا وحکم من لم تبلغه الدعوة انه یموت ناجیًا ولا یعذب ویدخل الجنة	امام جلال الدین سیوطی (جو مصری حفاظ حدیث میں آخری ہیں) کہتے ہیں اہل علم کی کثیر جماعتوں نے یہ تصریح کی کہ حضور ﷺ کے والدین کو دعوت دین نہیں پہنچی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔ اور جن لوگوں تک دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ وہ ناجی فوت ہوں گے۔ ان پر کوئی عذاب نہ ہوگا اور وہ جنتی ہوں گے۔
(الیواقیت والجواہر ۲: ۲۰۸، ۲۰۹)	

۵۔ شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) شرح قصیدہ اُم القری میں اہم نوٹ لکھتے ہیں۔

لك ان تاخذ من کلام الناظم الذی علمت ان الاحادیث مصرحة لفظًا فی اکثره ومعنی فی کله ان اباء النبی ﷺ غیر الانبیاء و اُمهاته الی آدم وحواء لیس لهم کافر لان الکافر لایقال فی حقه	تم نے کلام ناظم (امام بوصیری) سے یہ جان لیا کہ احادیث مبارکہ صراحتًا اور معنًا واضح کر دیتی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباء اور مائیں حضرت آدم اور حضرت حوا سے لیکر کوئی کافر نہیں کیونکہ کافر کو اعلیٰ؛ پاک اور بزرگ نہیں کہا جا سکتا۔

انه مختار ولا كريم ولاطاهر
بل نجس كما في اية انما المشر
كون نجس وقد صرحت الا
حاديث السابقة بانهم مختارون
وان الا بـاء كـرام والامهـات
طـاهـرات وايـضًا فهـم الـى
اسماعيل كانوا من اهل الفترة
وهم في حكم المسلمين بنص
الاية وكذا من ابرهيم الى آدم
وكذا بين كل رسولين و ايضًا
قال الله تعالى وتقلبك في
الساجدين على احد التفاسير
فيه ان المراد تنقل نوره من
ساجد الى ساجد وحينئذ فهذا
صريح في ان ابوى النبي
ﷺ امنة وعبدالله من اهل
الجنة لا نهمامن اقرب المختارين
له وهذا هوالحق بل في حديث
صححه غير واحد من الحفاظ

بلکہ وہ سراپا پلید ہیں جیسا کہ فرمان ہے
مشرک نجس ہیں اوراحادیث سابقہ
نشاندہی کررہی ہیں کہ آپ ﷺ کے آباء
اعلیٰ ،افضل اور پاک ہیں ۔وہ حضرت
اسماعیل تک اہل فترت ہیں ۔اور نص
صریح کے مطابق مسلمانوں کے حکم میں
ہیں ۔اس طرح حضرت ابراہیم سے لیکر
حضرت آدم تک اسی طرح دو رسولوں
کے درمیان بھی ۔اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی
فرمان ہے وہ آپ کا سجدہ کرنیوالوں میں
منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے ۔اس کی
ایک تفسیر یہ ہے کہ مرادایک سجدہ والے
سے دوسرے سجدہ والے کی طرف نور کا
منتقل ہونا ہے ۔تو یہ صراحت ہے کہ حضور
کے والدین جنتی ہیں کیونکہ وہ آپ
ﷺ کے سب سے قریبی اور فضیلت
والے ہیں اور یہی بات حق ہے بلکہ ایک
حدیث میں جس کو متعدد محدثین نے صحیح
قرار دیا اس میں طعن کرنیوالے کی طرف

ولم يلتفتوا لمن طعن فيه ان الله احياهماله فامنا به خصوصية لهما و كرامة لهﷺ

(افضل القریٰ لقراء ام القریٰ'': ۱۔۱۵۱)

توجہ ہی نہیں کی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیت اور فضیلت ہے

۶: امام ابن نجیم (المتوفی: ۱۰۰۵ھ) کافر پر لعنت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن مات على الكفر ابيح لعنته الا والدى رسول اللهﷺ لثبوت ان الله تعالىٰ احياهما حتى أمنابه

(الاشباہ والنظائر: ۴۵۳)

ہر فوت شدہ کافر پر لعنت کرنا جائز ہے مگر حضور ﷺ کے والدین شریفین کے بارے میں ثابت ہے کہ زندہ ہو کر اسلام لائے تھے۔

۷۔ امام احمد شہاب الدین خفاجی (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) حضرت عمر عبدالعزیز کے اس عمل پر کہ انہوں نے ابن ملازم کو نکال دیا جس نے حضور ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں غلط کلمات کہے، لکھتے ہیں۔

وفي ذلك اشارة الى اسلام ابويهﷺ قال ابن حجر وهذا هو الحق بل في حديث صححه غير واحد من الحفاظ ولم يلتفتوا لمن طعن فيه ان الله تعالىٰ أحياهما له فامنا به خصوصية لهما و كرامة لهﷺ فقول ابن دحية يرده القران والاجماع

اس میں حضور ﷺ کے والدین کے اسلام کی طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں ان کا مسلمان ہونا ہی حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور اس میں طعن کرنیوالوں کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے،

ليس في محله لان ذلك ممكن شرعًا وعقلاً على جهة الكرامة والخصوصية فلا يرده القران والاجماع وكون الايمان به لا ينفع بعد الموت محله في غير الخصوصية والكرامة وما احسن قول بعض المتوقفين في هذه المسئلة الحذر الحذر من ذكرهما بنقص فان ذلك قد يؤ ذيه صلى الله عليه وسلم حديث الطبراني لا تؤذوا الاحياء بسبب الاموت انتهى وحديث مسلم قال رجل يارسول صلى الله عليه وسلم اين ابي قال في النار فلما مضى وولى دعاه فقال ان ابي واباك في النار يتعين تاويله واظهر تاويله له عندي انه اراد بابيه عمه ابا طالب لان العرب تسمي العم

یہ ان کی خصوصیت ہے اور آپ ﷺ کی شرف عظمت ہے، ابن دحیہ کا کہنا کہ یہ قرآن واجماع کے خلاف ہے، محل نظر ہے، کیونکہ یہ مذکورہ خصوصیت اور شرافت کے پیش نظر، شرعی اور عقلی طور پر ممکن ہے اسے قرآن اور اجماع رد نہیں کرتے کیونکہ موت کے بعد ایمان کا نفع نہ دینا خصوصیت اور کرامت کے علاوہ میں ہے، اس مسئلہ میں بعض خاموشی اختیار کر نیوالوں نے کیا خوب کہا۔ کہ حضور ﷺ کے والدین کا نقص بیان کرنے سے بچو کیونکہ آپ ﷺ کو اس سے اذیت ہوتی ہے، طبرانی میں حدیث ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف مت پہنچاؤ، رہا معاملہ حدیث مسلم کا کہ ایک شخص نے پوچھا تھا یا رسول ﷺ میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا۔ آگ میں، جب وہ واپس چلا گیا، آپ ﷺ نے دوبارہ بلا کر فرمایا۔ میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں، اسکی تاویل ضروری ہے اور میرے نزدیک خوب صورت ترین اسکی تاویل یہ ہے کہ یہاں اب سے مراد چچا ابوطالب ہے،

ابًا فانه عمه الذی کفله بعد موت جده عبد المطلب وانہ ﷺ انما قصد بذلك ان يطيب خاطر ذالك الرجل خشية ان يرتد لوقوع سمعه اولاً ان اباه في النار بدليل انه قال له ذلك بعد ان ولیٰ او كان ذلك قبل ان ينزل عليه قوله تعالىٰ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً كما وقع له ﷺ ان سئل من اطفال المشركين فقال هم مع ابائهم ثم سئل عنهم فذكرانهم في الجنة

(نسیم الریاض، ج۴، ص۴۱۴)

کیونکہ عرب چچا کو اب کہتے ہیں کیونکہ حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد چچا نے ہی آپ ﷺ کی کفالت کی تھی ۔ باقی آپ ﷺ نے اسکی تسلی کیلئے ایسا کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سنتے ہی کہ اسکا والد آگ میں ہے مرتد ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اسے واپس بلا کر ایسا فرمایا۔ یا یہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے کہ ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں، جیسا کہ آپ ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا وہ اپنے آباء کیساتھ (دوزخ میں) ہوں گے پھر انکے بارے میں دوبارہ پوچھا گیا تو فرمایا وہ جنتی ہیں

۸۔ امام محمد بن عبد الباقی زرقانی (ت: ۱۱۲۲ھ) اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کے بعد اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

وقد بينا لك ايها المالكي حكم الا بوين فاذا سئلت عنهما فقل هما في الجنة امالانهما احييا حتى امنا كما جزم به الحافظ السهيلي والقرطبي وناصر الدين بن المنير

اے مالکی (مخاطب) ہم نے تم پر حضور ﷺ کے والدین بارے میں تفصیلاً واضح کر دیا ہے جب کوئی ان کے بارے میں پوچھے تو کہو وہ جنتی ہیں یا تو اس لیے کہ ان دونوں کو زندہ کیا گیا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے جیسا کہ حافظ سہیلی،

وان کان الحدیث ضعیفًا کما جزم به اولهم ووافقه جماعة من الحفاظ لا نه فی منقبة وهی یعمل فیها بالحدیث الضعیف واما لانهما ماتا فی الفترة قبل البعثة ولا تعذیب قبلها کما جزم به الأُبی واما لانهما کانا الحنیفیة والتوحید لم یتقدم لهما شرك کما قطع به الامام السنوسی والتلمسانی المتاخر محشی الشفاء فهذا ما وقفنا علیه من نصوص علمائنا ولم نر لغیرهم ما یخالفه الا ما یشم من ابن دحیة وقد تکفل برده القرطبی

(مصابح السیرة الحمدیہ :۱، ۳۴۹)

قرطبی اور ناصر الدین ابن المنیر نے اس پر جزم کیا۔ اگر چہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ ان سے پہلے حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس پر جزم کا اظہار کیا کیونکہ زیر بحث معاملہ فضائل کا ہے اور ایسے مقام پر حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے یا اس لیے کہ وہ دونوں بعثت سے پہلے زمانہ فترت میں تھے۔ اور بعثت سے پہلے عذاب کا سوال ہی نہیں اس پر امام اُبی نے جزم کیا یا اس لیے کہ وہ دونوں دین حنیفی اور توحید پر تھے اور ان سے شرک ہرگز ثابت نہیں۔ جیسا کہ شیخ سنوسی اور تلمسانی متاخر محشی شفاء نے اس پر یقین کا اظہار کیا یہ ہمارے علماء کی تصریحات ہیں جو ہمارے مطالعہ میں آئیں اور ہم نے اس کے مخالف کسی کو نہیں پایا مگر جس نے ابن دحیہ سے بو پائی لیکن اس کا امام قرطبی نے خوب وکافی رد کیا۔

۹۔ علامہ محمد بن الحاج کردی (المتوفی: ۱۱۸۹ھ) اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو میں کہتے ہیں۔

وجب القطع والا عتقاد بنجا تهما تعظيمًا لجنابه صلى الله عليه وسلم ولا يسكن قلب ذي تقى الا بذلك ـــ ولا يجوز الا قدام علىٰ هذا الحكم الا بعد نص صريح لا يعارضه نص آخر وا نىٰ لك هذا في والديه صلى الله عليه وسلم اذ ما من دلائل يدل علىٰ عدم نجاتهما الا هو ضعيف ساقط وعارضه دليل مثله او اقوىٰ منه كما بينها الحفاظ (رفع الخفاء۔ا۔۵۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کا اعتقاد کرنا لازم ہے اور کسی بھی خوف الٰہی رکھنے والے کا دل اس کے بغیر سکون نہیں پا سکتا اور کسی بھی کفر کا حکم ایسی صریح نص کی بنیاد پر لگا یا جا سکتا ہے جس کے مخالف کوئی دلیل نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے حق میں ایسی دلیلیں کہاں؟ بلکہ جو بھی دلیل ان کے ناجی ہونے کے خلاف ہے وہ ضعیف اور نا قابل استدلال ہے اس کے مخالف اسکے ہم پلہ یا اس سے قوی دلیل موجود ہے جیسا کہ حفاظ حدیث نے واضح کیا ہے۔

۱۰۔ مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) رقمطراز ہیں کہ آیت مبارکہ وما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا اللمشركين الاية ۔ کے بارے میں کہنا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی غلط ہے:

وما یدل علی ان الایۃ نزلت فی امنۃ اُم النبی ﷺ وعبداللہ ابیہ فلا یصلح منہا شئی ء ولیس شئی ء منہا ما یصلح ان یعارض ما ذکرنا فی القوۃ فیجب ردھا (المظہری:۴،۳۰۶)	جو روایات بتاتیں ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے کوئی بھی قابل استدلال نہیں اور نہ ہی ان میں اپنی مخالف احادیث کے مقابلہ کی صلاحیت ہے لہٰذا ان کی تردید لازمی وضروری ہے

مخالف کے دلائل کا ضعف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فلا یجوز القول بکون ابوی النبی ﷺ مشرکین مسندًا بھذہ الایۃ وقد صنف الشیخ الاجل جلال الدین السیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسائل فی اثبات ایمان ابوی رسول ﷺ وجمیع آبائہ وامھاتہ الی آدم علیہ السلام وخلصت منھا رسالۃ سمیتھا بتقدیس آباء النبی ﷺ فمن شاء فلیرجع الیہ (المظہری:۴،۳۰۸)	اس مذکورہ آیت سے آپ ﷺ کے والدین کے مشرک ہونے پر استدلال جائز نہیں، ہمارے بزرگ عالم امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے والدین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آباء اور اُمہات کے ایمان پر متعدد رسائل تحریر کیے ہیں، میں نے بھی ان ہی سے ایک رسالہ تیار کیا ہے جس کا نام ”تقدیس اباء النبی ﷺ“ ہے اسکا مطالعہ مفید رہے گا۔

اسی طرح ”ولاتسئل عن اصحاب الجحیم“ کے تحت مخالف دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فليس بمرضي عندي وليس بقوي	مجھے یہ پسند نہیں اور نہ ہی یہ قوی ہیں، اگر یہ
ولوصح فلادليل فيه علىٰ ان المراد	صحیح بھی ہوں تو اس پر کوئی دلیل نہیں کہ
باصحاب الجحيم ابواه ﷺ وعلىٰ	اصحاب جحیم سے مراد آپ ﷺ کے والدین
تقدير التسليم فتلك الاية لا تدل	ہیں، اگر تسلیم بھی کر لیں تو یہ آیت انکے کفر پر
علىٰ كفرهما فان المؤمن قد	دال نہیں، کیونکہ بعض مومن بھی تو گناہوں
يكون من اصحاب الجحيم	کی وجہ سے اصحاب جحیم ہو سکتے ہیں اور پھر وہ
لاكتساب بعض المعاصي حتىٰ	کسی شافع کی شفاعت یا کسی اور سبب یا
تدركه المغفرة بشفاعة شافع او	عذاب مکمل ہونے پر جنت جائیں گے، اور
دون ذٰلك اويبلغ الكتاب اجله وقد	حضور ﷺ سے صحت کیساتھ ثابت ہے
صح عنه ﷺ انه قال بعث من خير	فرمایا، میں ہر دور میں اولاد آدم علیہ السلام
قرون بني آدم	کے بہتر خاندان میں رہا ہوں

آگے اس پر متعدد روایات صحیحہ پیش کرنے کے بعد فرمایا:

وقد صنف الشيخ الاجل جلال	شیخ کامل امام جلال الدین سیوطی نے
الدين السيوطي في اثبات اسلام	حضور ﷺ کے آباء و اجداد کے ثبوت اسلام
آباء النبي رسائل واخذت من تلك	پر متعدد رسائل تصنیف فرمائے ہیں، میں
الرسائل رسالة فذكرت فيها ما	نے بھی ان سے استفادہ کرتے ہوئے
يثبت اسلامهم ويفيد اجوبة شافية	رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں انکا اسلام
لما يدل على خلافه فلله الحمد	ثابت کیا اور مخالف کے دلائل کا شافی جواب
(المظہری: ۱۰:۱۲۰/۱۲۱)	دیا ہے، تمام حمد اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے۔

سورۃ الشعراء کی آیت "وتقلبك فی الساجدین" کے تحت اسکی مختلف تفاسیر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

بل الاولیٰ ان یقال المراد منه تقلبك من اصلاب الطاهرین الساجدین لله الی ارحام الطاهرات الساجدات ومن ارحام الساجدات الی اصلاب الطاهرین ای الموحدین والموحدات حتی یدل علی ان اباء النبی ﷺ کلهم کانو امؤمنین کذاقال السیوطی ومما یؤید هذاالتاویل مارواه البخاری فی الصحیح عنه ﷺ قال بعثت من خیرقرون بنی ادم قرنًا فقرنًا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیه وروی مسلم من حدیث واثلة بن الاسقع قوله ﷺ ان الله اصطفیٰ من ولد ابرهیم اسماعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانة

بلکہ یہ کہنا سب سے بہتر ہے کہ یہاں آپ ﷺ کا پاک اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنیوالوں کی پشتوں سے پاک سجدہ کرنیوالی خواتین کے ارحام کی طرف اور موحدہ سجدہ کرنیوالی خواتین کے ارحام سے موحد و پاک پشتوں کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ حتیٰ کہ یہ آیت واضح کررہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباء واجداد مومن ہیں، امام سیوطی نے بھی یہی بات کہی ہے آیت کے اس معنیٰ پر روایات واحادیث شاہد ہیں، بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں ہر دور میں اولاد آدم کے بہتر خاندان میں رہا ہوں، حتیٰ کہ اس خاندان میں بھی جس میں میں ہوں۔ مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے حضرت اسماعیل کو چنا

واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشًا	اور اولاد حضرت اسماعیل میں سے
واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم	کنانہ کو، بنو کنانہ سے قریش کو، قریش
واصطفانی من بنی ھاشم ۔۔۔وقد	سے بنو ہاشم کو، اور بنو ہاشم سے مجھے
صنف السیوطی فی اثبات ایمان	چنا امام سیوطی نے حضور ﷺ کے
اباء النبی ﷺ اجمالاً وتفصیلاً	والدین کے ایمان پر چھوٹے بڑے
کتابا وذکر فیہ مالہ وما علیہ	متعدد رسائل لکھے ہیں۔ جن میں
وخلصت منہ رسالۃ فلیرجع الیھا	خوب تحقیق ہے، بندہ نے بھی ان سے
(المظہری:۷/۸۷)	استفادہ کرتے ہوئے ایک رسالہ اس
	موضوع پر تحریر کیا ہے۔ لہٰذا اسکا بھی
	مطالعہ کرلیا جائے۔

اس رسالہ کا ترجمہ ڈاکٹر محمود عارف نے کیا ہے جو تقدیس والدین کے نام سے شائع ہوا

۱۱: مولانا بحرالعلوم عبدالعلی محمد نظام الدین فرنگی محلی (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں:

ان الانبیآء علیھم السلام	حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف
معصومون عن حقیقۃ الکفر	ایک لمحہ کیلئے بھی کفر کی نسبت نہیں کی
وعن حکمہ بتبعیۃ ابآئھم	جاسکتی نہ حقیقتاً اور نہ والدین کے تابع
وعلی ھذا فلابد من ان یکون	کر کے حکماً لہٰذا ضروری ہے۔ کہ نبی کا
تولد الانبیاء بین ابوین	تولد مسلمان والدین کے ہاں ہی ہو یا ان
مسلمین، اویکون موتھما	دونوں کی موت نبی کے تولد سے پہلے ہو

قبل تولدهم لكن الشق الثاني قلما يوجد في الاباء لا يمكن في الامهات، ومن ههنا بطل مانسب بعضهم من الكفر الىٰ ام سيد العالم مفخر بني آدم ﷺ وذلك لانه حينئذ يلزم نسبة الكفر بالتبع وهو خلاف الاجماع بل الحق الراجح هو الاول، واما الاحاديث الواردة في ابوى سيد العالم صلوات الله وسلامه عليه وآله واصحابه فمتعارضة مروية احادًا فلا تعويل عليها في الاعتقاديات واما آزر فالصحيح انه لم يكن ابا ابراهيم عليه السلام بل ابوه تارح كذا صحح في بعض التواريخ وانما كان آزر عم ابراهيم عليه السلام ورباه الله تعالىٰ في حجره والعرب تسمي العم الذي ولي تربية ابن اخيه ابا له وعلىٰ هذا

دوسری صورت اباء میں کم ہے اور ماؤں میں تو ممکن ہی نہیں کہ وہ تولد سے پہلے فوت ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ سید عالم فخر بنی آدم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی طرف کفر کی نسبت کرنا باطل و حرام ہے ورنہ حضور ﷺ کی طرف بالتبع کفر کی نسبت لازم آئیگی اور یہ خلاف اجماع ہے بلکہ حق وراجح قول پہلا ہی ہے کہ نبی کے والدین مسلمان ہوتے ہیں، رہا معاملہ ان روایات کا جو آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں مروی ہیں وہ متعارض اور احاد ہیں ان کو اعتقادیات میں حجت نہیں بنایا جا سکتا رہا مسئلہ آزر کا تو وہ صحیح قول پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ ان کے والد تارح ہیں، جیسا کہ بعض تواریخ میں صحت کیساتھ ثابت ہے۔ ہاں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ان کو پالا،

التاویل قوله تعالیٰ واذقال ابرهیم لابیه ازر . (الانعام:۷۴)

اور عرب پرورش کرنے والے چچا کو بھی اب کہتے ہیں، لہذا اس معنی کے مطابق سورۃ لانعام کی آیات ۷۴ میں اب سے مراد چچا ہی ہے۔

اور فرمایا:

وهو المراد مما روی فی بعض الصحاح انه نزل فی اب سید العالم صلی الله علیه وسلم (ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لهم انهم اصحٰب الجحیم (التوبہ:۱۱۳)

بلکہ سورۃ توبہ آیت: ۱۱۳ کے بارے میں جو منقول ہے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اب کے بارے میں نازل ہوئی ہے نبی اور اہل ایمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے طلب مغفرت کریں اگر چہ وہ قریبی ہوں اس کے بعد کہ اس پر انکار ہو جائے کہ وہ دوزخی ہیں۔

فان المراد بالاب العم کیف لا وقد وقع صریحاً فی صحیح البخاری انه نزل فی ابی طالب هذا. وینبغی ان یعتقد ان ابا سید العالم صلی الله علیه وسلم من لدن ابیه الی آدم کلهم مؤمنون وقد بینه السیوطی بوجه اتم

(فواتح الرحموت" :۲۔۱۲۲)

تو یہاں اب سے مراد چچا ہی ہے اور یہ کیسے مراد نہ ہو؟ صحیح البخاری میں صراحۃً ہے کہ یہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئے۔ لہذا عقیدہ یہ رکھنا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء صاحب ایمان ہیں، امام سیوطی نے اس مسئلہ کو نہایت ہی کامل انداز میں بیان کیا ہے۔

۱۲: امام احمد بن محمد صاوی مالکی (المتوفی: ۱۲۴۱ھ) اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان

وتقلبك في الساجدين (الشعراء: ۲۱۹)

(اللہ) تمہارا سجدہ کرنیواں میں منتقل ہونا دیکھتا ہے۔

کے تحت لکھتے ہیں:

والمراد بالساجدين المؤمنون والمعنىٰ يراك متقلبًا في اصلاب وارحام المؤمنين من آدم الى عبدالله فاصوله جميعًا مؤمنون (حاشیہ صاوی: ۴۔ ۲۵۷)

ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اہل ایمان کی پشتوں اور ارحام میں منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کے تمام آباء واصول اہل ایمان ٹھہرے

۱۳: امام ابن عابدین شامی (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الاترى ان نبينا صلى الله عليه وسلم قد اكرمه الله تعالىٰ بحياة ابويه له حتى امنا به كما في الحديث صححه القرطبي وابن ناصر الدين الدمشقي الايمان بعد على خلاف القاعدة اكرامًا لنبيهم صلى الله عليه وسلم (فتاویٰ شامی: ۱۔ ۲۹۸)

تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے: جسے امام قرطبی اور حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے صحیح قرار دیا، اور یہ تمام بطور معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوا۔

۱۴: علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) مذکورہ آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واستدل بالآية على ايمان ابويه ﷺ كما ذهب اليه كثير من اجلة اهل السنة، وانا اخشى الكفر على من يقول فيهما رضي الله تعالىٰ عنهما على رغم انف على القاري واضرابه بضد ذلك الا اني لا اقول بحجية الآية على هذا المطلب (روح المعانی، ۱/۱۳۷)	کثیر اہل سنت آئمہ نے اس مبارک آیت سے آپ ﷺ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے، میں ملا علی قاری اور ان کے حواریوں کی مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ انکے بارے میں ایسے کلمات کہنے سے مجھے کفر کا خوف ہے، ہاں میرے نزدیک اس آیت مبارکہ کو مذکورہ مسئلہ پر حجت بنانا مناسب نہیں۔

یعنی اسکے علاوہ اس مسئلہ پر کثیر دلائل موجود ہیں۔

۱۵۔ امام حسین بن محمد دیار بکری اسے کثیر آئمہ کا مذہب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ويذهب جمع كثير من الائمة الاعلام الى ان ابوى النبي ﷺ ناجيان محكوم لهما بالنجاة في الآخرة وهم اعلم الناس باقوال خالفهم (تاریخ الخمیس، ۱:۲۰۱)	کثیر آئمہ اور اکابر کا یہی مسلک ہے کہ حضور ﷺ کے والدین جنتی ہیں اور وہ آخرت میں نجات پانے والے ہیں اور یہ لوگ اس کے مخالف اقوال کو ہم سے بہتر جاننے والے ہیں۔

۱۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی تفصیلی گفتگو کے بعد رقمطراز ہیں:

حضور ﷺ کے تمام آباء اجداد اپنے اپنے زمانہ کے عقلاء اور حکماء اور سادات عظام اور قائدین کرام تھے۔ فہم فراست، حسن صورت اور حسن سیرت، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال، حلم اور بردباری اور جودوکرم ومہمان نوازی میں یکتائے زمانہ تھے۔ ہر عزت ورفعت اور سیادت ووجاہت کے ماوی وملجا تھے اور سلسلہ نسب کے آباء کرام میں بہت سوں کے متعلق تو احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے معلوم ہو چکا کہ ملت ابراہیمی پر تھے۔ (جیسا کہ گزر چکا) اور جن آباء اجداد کے ملت ابراہیمی پر ہونے کی احادیث میں تصریح نہیں ان کے احوال ان کے صحیح الفطرت اور سلیم الطبعیت ہونے پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

(سیرۃ المصطفےٰ ﷺ ۱:۵۰ مطبوعہ دیوبند)

۱۷۔ علامہ سید محمود شکری آلوسی جنہوں نے احوال عرب پر نہایت ہی تحقیقی کام کیا ہے حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وذهب كثير من العلماء الى ان جميع اصل النبى عليه السلام من الاباء والامهات كانوا موحدين فى اعتقادهم موقنين بالبعث والحساب وغير ذلك مما جاءت به الحنيفية من الاحكام

کثیر علماء کا یہی موقف ہے کہ آپ ﷺ کے اصول خواہ وہ آباء ہیں یا اُمہات تمام کے تمام اعتقاد کے اعتبار سے توحید پرست، قیامت اور حساب کتاب اور دیگران تمام احکام پر ایمان رکھنے والے تھے جن پر حنفاء لوگ ایمان رکھتے تھے۔

(بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، ۲:۲۸۲)

آپ ﷺ کے خاندان مبارکہ کے تفصیلی ذکر کے بعد فرماتے ہیں:

كلهم سادة قادة اشتهروا باحسن المكارم والفضائل (ایضاً:۲۸۶)	یہ تمام لوگ اپنے اپنے دور کے سردار اور قائد رہے اور یہ فضائل اور اخلاق کے حوالے سے خوب مشہور تھے۔

۱۸۔امام ابراہیم بیجوری اہل فترت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جب ہم نے اہل فترت کے بارے میں جانا کہ مختار یہی ہے کہ وہ نجات پائیں گے:

لكونهما من اهل الفترة بل جميع آبائه صلی اللہ علیہ وسلم وأمهاته ناجون ومحكوم بايمانهم لم يد خلهم كفر ولا رجس ولا عيب ولا شيء مما كان عليه الجاهلية بادلة نقلية كقوله تعالىٰ وتقلبك ی الساجدين وقوله صلی اللہ علیہ وسلم لم ازل انتقل من الاصلاب الطاهرات الى الارحام الزاكيات وغير ذلك من الاحاديث البالغة مبلغ التواتر فالحق الذى نلقى الله عليه ان ابويه ناجيان (تحفۃ المرید علی جوہر التوحید:۴۵)	تم پر یہ بھی آشکار ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناجی ہیں کیونکہ وہ اہل فترت ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء مائیں صاحب نجات اور صاحب ایمان ہیں ان میں سے کسی میں کفر، جاہلیت اور عیب کی کوئی شے نہ تھی اس پر دلائل نقلیہ شاہد ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وتقلبك في الساجدين" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں جو حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں لہذا حق یہی ہے کہ ہم اس عقیدہ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نجات پانے والے ہیں۔

۱۹۔ شیخ سلیمان جمل حاشیہ قصیدہ ہمزیہ میں رقمطراز ہیں:

صرحت به الاحاديث ان آباء النبی وامهاته الی آدم وحواء ليس فيهم کافر لان الکافر لا يقال فی حقه انه مختار ولا کريم ولا طاهر بل نجس وهذا صريح فی ان ابوی النبی صلی الله علیہ وسلم آمنة وعبد الله من اهل الجنة لانهما اقرب المختارين له صلی الله علیہ وسلم وهذا هو الحق بل فی حديث صححه غير واحد من الحفاظ ان الله احياهما له فامنا به خصوصية لهما وکرامة له صلی الله علیہ وسلم وکون الايمان به لا ينفع بعد الموت محله فی غير الخصوصية والکرامة

احادیث میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ مائیں حضرت آدم اور حضرت حواء علیہم السلام تک ان میں کوئی کافر نہیں۔ کیونکہ کافر کو پسندیدہ، کریم اور طاہر نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ ناپاک ہوتا ہے تو یہ صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین سیدہ آمنہ اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی ہیں کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قرب رکھنے والے منتخب ہیں اور یہی بات حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خصوصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیش نظر زندہ کیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے رہی یہ بات کہ موت کے بعد ایمان نافع نہیں تو وہ مقام خصوصیت اور کرامت کے علاوہ کی بات ہے۔

۲۰۔ شارح شمائل شیخ محمد بن قاسم جسوس رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ومعتقدنا ان الله تعالیٰ حفظ آباء النبی ﷺ من الشرك والنقائص من اجل حملهم لنوره (الفوائد الجلیۃ البہیۃ، ۱:۱۱)

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نور کا مرکز ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے تمام آباء کو شرک ونقائص سے پاک ومحفوظ رکھا۔

اس پر متعدد دلائل اور مختلف اہل علم کی آراء سے تائید لانے کے بعد کہتے ہیں:

واما نجاة ابويه ﷺ وايمانهما بل وحصول اعظم منازل اهل الايمان فهو اعتقادنا يشهد بذلك جلالة قدره وعلو منصبه عند ربه اذا كان الواحد من ذريته بل الواحد من صحابته بل الواحد من أُمته ﷺ يناله من فضل الله ورحمته بواسطته وبركته مالا عين رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر حدث عن البحر ولا حرج فكيف لاينال ابواه ﷺ من ذالك الحظ الاوفر والنصيب الاكبر كيف وقد من الله تعالیٰ عليهما بمزية خروجه من بينهما رحمة للعالمين (الفوائد الجلیۃ البہیۃ، ۱:۱۲)

حضور ﷺ کے والدین کی نجات اور ان کا ایمان بلکہ اہل ایمان میں سے بھی بڑھ کر ان کا مقام ہے، ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں جو آپ ﷺ کی قدر ومنزلت ہے بلند مرتبہ ہے وہ شاہد ہے جب آپ ﷺ کی اولاد کا ہر فرد بلکہ آپ ﷺ کے ہر ایک صحابی بلکہ آپ ﷺ کا ہر ایک اُمتی آپ ﷺ کے واسطہ اور برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ فضل وانعام پائے گا جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور نہ کسی دل پر اس کا تصور گزر سکتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین اس سے حصہ نہ پائیں؟ حالانکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات اقدس کی ولادت کا ذریعہ وہ بنے۔

۲۱۔ امام حافظ نجم الدین الغیطی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحذر الحذر من ذکر والدیہ ﷺ بسوء فانہ یؤذیہ ﷺ	آپ ﷺ کے والدین کی طرف کبھی بھی کسی برائی کی نسبت نہ کرنا، کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو اذیت ہوتی ہے۔
(رفع الخفاء، ۱:۶۷)	

حدیث احیاء والدین کا مقام

علمائے اُمت نے حضور ﷺ کے والدین کے ایمان پر کتاب وسنت سے جو دلائل فراہم کیے ہیں ان میں ایک یہ روایت ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اس حدیث کو بعض لوگوں نے موضوع قرار دیا، امام سیوطی نے اس کے جواب میں ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا جس میں پختہ دلائل سے ثابت کیا کہ یہ حدیث موضوع ہرگز نہیں، ہاں ضعیف ہے اور فضائل ومناقب میں حدیث ضعیف بالاتفاق مقبول ہے۔ ہم یہاں کچھ اور محدثین کی رائے سے بھی نقل کر دیتے ہیں جو سیوطی کی تائید کر رہے ہیں۔

۱۔ امام ابن حجر مکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وان کان فیہ ضعف لاوضع خلافاً لمن زعمہ علی ان بعض المتاخرین الحفاظ صححہ	اگرچہ اس میں ضعف ہے مگر موضوع نہیں جیسا کہ بعض نے گمان کیا علاوہ ازیں متاخرین حفاظ محدثین میں سے بعض نے اسے صحیح کہا ہے
(اشرف الوسائل الی فہم الشمائل: ۳۹)	

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

حدیث احیاء اُمہ حتی امنت رواہ جماعة وصححه بعض الحفاظ (ایضا:۲۵۲)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان والی حدیث کو ایک پوری جماعت نے روایت کیا اور اسے بعض حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا۔

۲۔امام احمد شہاب الدین خفاجی (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) ایمان والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وفی ذلك اشارة الی اسلام ابویه صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن حجر وهذا هو الحق بل فی حدیث صححه غیر واحد من الحفاظ ولم تلتفتوا من طعن فیه ان الله تعالیٰ احیاهما له فامنا به خصوصیة لهما وكرامة له صلی اللہ علیہ وسلم (نسیم الریاض:۴،۴۱۴)	اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں یہی بات حق ہے بلکہ حدیث میں ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے اور اس پر طعن کرنے والوں کی پرواہ نہیں کی، اور وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت وعظمت اور کرامت ہے۔

۳۔شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی:۱۰۵۲) رقمطراز ہیں:

وحدیث احیائے والدین اگرچہ اوبذات خود ضعیف لست لیکن تصحیح و تحسین کردہ اند آنرا بتعدد طرق (اشعۃ اللمعات:۱، ۷۱۸)	احیاء والدین والی حدیث اگرچہ بذات خود ضعیف ہے مگر متعدد اسناد کی وجہ سے محدثین نے اسے صحیح اور حسن قرار دیا ہے

اسی حدیث پر سیوطی نے ایک رسالہ "التعظیم والمنة فی ان ابوی رسول اللہ فی الجنة" میں بھی بڑی تفصیلی گفتگو کی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے اختتامی گفتگو میں کہتے ہیں

ولولاتفردبه لحکمت له بالحسن (التعظیم والمنہ:۱۴۹)	اور اگر یہ راوی اس کی روایت میں متفرد نہ ہوتا تو اس حدیث کو حسن قرار دے دیتا۔

ان محدثین کے اسمائے گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں جنہوں نے اس حدیث کے موضوع ہونے کا انکار کیا ہے۔ امام ابوحفص ابن شاہین، امام ابوبکر خطیب بغدادی، امام ابوالقاسم ابن عساکر، امام ابوالقاسم سہیلی، امام قرطبی، امام محب الدین طبری، امام ناصر الدین ابن المنیر، حافظ فتح الدین بن سید الناس، حافظ شمس الدین دمشقی اور امام صلاح الدین صفدی

ملا علی قاری کے رسالہ کی اشاعت پر افسوس

ملا علی قاری نے اس مسئلہ میں جمہور اُمت کی مخالف کرتے ہوئے ایک رسالہ "ادلة معتقد ابی حنیفة الا عظم فی ابوی الرسول" (والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں امام اعظم کے موقف پر دلائل) لکھا جو بڑی آب وتاب کیساتھ شیخ مشہور بن حسن نجدی کی تحقیق کیساتھ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ ہمیں درج ذیل وجوہ کی بنا پر اسکی اشاعت پر افسوس اور دکھ ہے۔

ملا علی قاری کی بنیاد درست نہیں

ملا علی قاری نے جس بنیاد پر یہ مسئلہ اُٹھایا تھا وہ فقہ اکبر کی عبارت تھی۔ کیونکہ انہوں نے ایک مقام پر اس موضوع کی وجہ خود لکھی ہے:

قد التمس مني بعض الخلان من اعيان	مجھ سے میرے بعد اہم دوستوں نے کہا
الاخوان ان اكتب رسالة لمسئلة ذكرها	کہ میں اس مسئلہ پر رسالہ لکھوں جس کا
الامام اعظم المعتبر في اخر كتابه الفقه	ذکر امام اعظم نے اپنی کتاب فقہ اکبر کے
الاكبر الذي عليه مدار الاعتقاد للاكثر .	آخر میں کیا ہے۔ اور اس کتاب پر اکثر
فصرت مترددًا بين القبول و النكول	اعتقاد کا مدار ہے، تو اس بات کے قبول
فاقدم رجلاً واؤخر اخرى خوفاً من قيام	وانکار میں متردد ہوا، کبھی لکھنے اور کبھی نہ
فتنة اخرٰى وحصول بلية كبرٰى	لکھنے کا سوچتا کیونکہ مجھے فتنے اور بڑی
(الجماعة المرجاة لمن يطالع المرقاة:٣٩)	مصیبت کے کھڑے ہونے کا ڈر تھا۔

خوف فتنہ کیوں؟

یہاں یہ بات بھی سامنے رہنی چاہیے کہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں بار بار کفر پر اجماع کا دعوی کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

واما الاجماع فقد اتفق السلف	رہا معاملہ اجماع کا تو اس پر تمام سلف
والخلف من الصحابة و التابعين	وخلف متفق ہیں خواہ صحابہ ہوں یا
والائمة الاربعة وسائر المجتهدين	تابعین آئمہ ہوں یا دیگر مجتہدین۔
على ذلك (ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ:١)	

اگر اس مسئلہ پر اجماع تھا تو پھر فتنہ اور مصیبت کبریٰ کا خوف کیوں؟ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان پر اجماع تھا جس کی وجہ سے یہ خوف لاحق ہوا۔ پھر رسالہ کا خود نام بھی بتا رہا ہے کہ ان کی بنیاد فقہ اکبر کی عبارت ہی بنی تھی۔ لیکن تحقیق کے بعد یہ باتیں سامنے آ چکیں ہیں

یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کی کتاب ہی نہیں

فقہ اکبر کے بارے میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ امام اعظم کی کتاب ہی نہیں۔ خود مشہور بن حسن نجدی (جس نے رسالہ شائع کیا ہے) لکھتے ہیں:

فی صحة نسبة الکتاب للامام ابی	اس کتاب کی امام اعظم کی طرف نسبت
حنیفةرحمه لله وقفة لانه متضمن	کرنے میں توقف ہے کیونکہ اس میں
مسائل لم یکن الخوض فیها معروفاً	ایسے مسائل کا ذکر ہے جو انکے دور میں
فی عصره ولا العصر الذی سبقه	معروف نہ تھے، اور نہ ان سے پہلے دور میں

آگے امام ذہبی کے حوالے سے لکھا:

بلغنا عن ابی مطیع الحکم بن عبد	ہمیں یہ بات ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی
الله البلحی صاحب الفقه الا کبر	سے پہنچی ہے جو فقہ اکبر کے مصنف ہیں

پھر اس پر شیخ ناصر الدین البانی کا یہ نوٹ لکھا:

فی قول المؤلف صاحب الفقه الا	ذہبی کے قول صاحب فقہ اکبر سے قوی
کبر اشارة قویة الی ان کتاب الفقه	اشارہ مل رہا ہے کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہ
الا کبر لیس للامام ابی حنیفة علیه	علیہ الرحمۃ کی کتاب نہیں بخلاف اس
الرحمة خلافاً لما هو مشهور عند	بات کے جو احناف کے ہاں مشہور ہے
الحنفیة (کتب حزر منها العلماء: ۲-۲۹۲)	

یہی بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی ہے۔ملاحظہ ہو (مجموعۃ الفتاوی :۵۔۴۲)

اس نسخہ میں غلطی تھی

اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ کتاب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی ہی ہے جیسا کہ مشہور ہے پھر اہل علم اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ جو نسخہ ملا علی قاری کے سامنے تھا اس میں غلطی تھی۔

۱: امام احمد طحطاوی حنفی اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومافی الفقه من ان والدیه ﷺ ماتا علی الکفر فمدسوس علی الامام ویدل علیه ان النسخ المعتمد ۃ لیس فیها شئی من ذلك (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار:۲۔۸۰)	فقہ اکبر میں جو عبارت آئی ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کفر پر فوت ہوئے ، یہ امام اعظم پر تہمت ہے۔اور فقہ اکبر کے متعدد نسخے شاہد ہیں، ان میں ایسی عبارت موجود ہی نہیں۔

۲: شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی تحقیق فرماتے ہیں:

وما نقل عن ابی حنیفة انه قال فی الفقه الا کبر انهما ماتا علی الکفر مردود بان النسخ المعتمدة من الفقه الا کبر لیس فیها شئی من ذالك (الفتاوی الفقہیہ)	امام ابوحنیفہ کے حوالے سے منقول ہے کہ ''فقہ اکبر'' میں انہوں نے فرمایا والدین نبی کفر پر فوت ہوئے یہ مردود وغلط ہے۔کیونکہ فقہ اکبر کے معتمد نسخوں میں ایسی کوئی بات موجود نہیں۔

۳: شیخ ابراہیم بیجوری رقمطراز ہیں:

واما ما نقل عن ابی حنیفۃ فی الفقہ الاکبر من ان والدی المصطفیٰ ماتا علی الکفر فمدسوس علیہ و حاشاہ ان یقول ذلك وغلط ملا علی قاری غفر اللہ لہ فی کلمۃ شنیعۃ قالہا (شرح جوہرۃ التوحید" : ۴۵)	فقہ اکبر میں امام اعظم کے حوالے سے جو نقل کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر فوت ہوئے یہ سراسر تحریف وتہمت ہے۔ اللہ کی قسم: وہ ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ملا علی قاری نے جو اس بارے میں کلماتِ بد کہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس پر معافی عطا فرمادے۔

۴: صاحب قاموس شارح احیاء علوم الدین امام مرتضیٰ زبیدی کے استاذ امام احمد بن مصطفیٰ حلبی اس عبارت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ان الناسخ لما رای تکرر ما فی (ماماتا) ظن ان احداھما زائدۃ فحذفھا فذاعت نسختہ الخاطئہ	کاتب نے جب "ماماتا" میں ما کا تکرار دیکھا تو اس نے ایک کو زائد سمجھتے ہوئے حذف کردیا تو اس وجہ سے غلط نسخہ شائع ہوگیا۔

نہایت ہی اہم دلیل

اس پر انہوں نے یہ اہم دلیل بھی قائم کی کہ مذکورہ فقہ اکبر کی عبارت ہے۔

"ووالدا رسول اللہ ماتا علی الکفر وابو طالب مات کافرا" اگر واقعۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر تھے تو انہیں الگ اور حضرت ابو طالب کو الگ بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ ان کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

ومن الدليل على ذلك سياق الخبر لان ابا طالب والابوين لو كانو اجميعًا على ملة واحدة جمع الثلاثة فی الحکم بجملة واحدة لا بجملتین مع عدم التخالف بینهم فی الحکم

(ملا علی قاری واثرہ:۱۱۰)

اور اس پر سیاق کلام کی شہادت بھی موجود ہے۔ اسلئے کہ اگر ابو طالب اور والدین کی ایک ہی حالت ہوتی تو مصنف ان تمام کا حکم ایک ہی جملہ میں ذکر کر دیتے دو الگ الگ جملے ذکر نہ کرتے کیونکہ پھر ان کے درمیان حکم میں اختلاف ہی نہ تھا۔

یعنی جب مصنف نے الگ الگ دونوں کو بیان کیا ہے تو ماننا پڑیگا دونوں کا حکم الگ الگ ہے اور یہ اس صورت میں ثابت ہوگا جب ''ماماتا علی الکفر'' ہو (کہ وہ دونوں کفر پر فوت نہیں ہوئے) ۔

ملا علی قاری کی تشکیک

خود ملا علی قاری بھی فقہ اکبر کے مذکورہ نسخہ کے بارے میں متردد ہیں کیونکہ اس میں یہ عبارت بھی ہے:

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مات علی الایمان

رسول اللہ ﷺ کا وصال ایمان پر ہوا۔

اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وفی نسخة زید قوله ورسول الله .. ولیس هذا فی اصل شارح تصور لهذا المیدان لکونه ظاهرًا

فقہ اکبر کے نسخہ میں (جو ملا علی قاری کے سامنے تھا) امام صاحب کا یہ قول بھی ہے کہ رسول ﷺ.... لیکن یہاں اسے بطور

في معرض البيان ولايحتاج الى ذكره لعلوه علیہ السلام في هذا الشان ولعل مرام الامام على تقدير صحة ورود هذا الكلام انه علیہ السلام من حيث كونه نبياً من الانبياء عليهم السلام وهم كلهم معصومون عن الكفر في الابتدا

(شرح فقہ اکبر: ۱۰۸ مطبوعہ مصر)

اصل لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ معاملہ تو اس قدر واضح تھا کہ اسے بیان کی حاجت ہی نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا مقام اس سے کہیں بلند ہے۔ اگر اس جملہ کی صحت کو مان لیا جائے تو شاید امام کا مقصود یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ابتدا سے ہی ہر کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔

یاد رہے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ملا علی قاری والا نسخہ قابل اعتماد نہ تھا۔

صحیح نسخوں کا مشاہدہ

اہل تحقیق نے محض ظن سے کام ہی نہیں لیا بلکہ مذکور باتوں کو ثابت کرنے کیلئے فقہ اکبر کے اصلی نسخے تلاش کیے جس کے بعد واضح ہو گیا کہ وہ نسخہ واقعۃً قابل اعتماد نہیں

ا: امام زاہد الکوثری علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر تحقیق کی اور لکھا۔

وانى بحمدالله رأيت لفظ (ماماتا) في نسختين بدار الكتب المصرية قديمين كماراى بعض اصدقائى

میں نے اللہ کی توفیق سے دار الکتب المصر یہ میں فقہ اکبر کے دو قدیم نسخے دیکھے ، جن میں "ماماتا" کے الفاظ موجود ہیں،

لفظي (ماماتا) وعلى الفطرة في نسختين قديمين بمكتبة شيخ الاسلام وعلى القاري بنى شرحه على النسخة الخاطئة واساء الادب سامحه الله (مقدمۃ العالم والمتعلم، ۷)

جیسا کہ میرے بعض دوستوں نے مکتبہ شیخ الاسلام (مدینہ منورہ) میں ایسے نسخے دیکھے جن میں ''ماماتا'' اور علی الفطرۃ کے الفاظ موجود تھے، ملا علی قاری نے غلط نسخہ پر بنیاد رکھی اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے۔

۲۔ علامہ شیخ مصطفیٰ حمامی مصری رقمطراز ہیں کہ امام صاحب کی کتاب کی عبارت یوں ہے

ووالدا رسول الله ﷺ ماتا على الفطرة وابو طالب مات كافرًا

رسول اللہ ﷺ کے والدین فطرت پر فوت ہوئے اور ابو طالب حالت کفر پہ فوت ہوئے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

هذا الذي رأيته انا بعيني في الفقه الاكبر للامام ابي حنيفة بنسخة بمكتبة شيخ الاسلام بالمدينة المنورة ترجع كتابة هذه النسخة الى عهد بعيد حتى قال لي بعض العارفين هناك انها كتبت في عهد العباسيين (الامام علی القاری واثرہ: ۱۱۰)

یہ الفاظ میں نے اپنی آنکھوں سے مدینہ منورہ کی شیخ الاسلام لائبریری میں امام صاحب کی کتاب فقہ اکبر کے نسخہ میں دیکھے۔ جس کی کتابت بہت پرانی تھی، حتیٰ کہ بعض ماہرین نے بتایا کہ یہ نسخہ عہد عباسی میں تیار ہوا تھا۔

۳: مکۃ المکرمہ کے عظیم محدث ڈاکٹر محمد علوی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی آنکھوں سے وہ نسخہ دیکھا اور اسکا بڑا تفصیل کیساتھ ذکر کیا۔ (الذخائر المحمدیہ: ۳۲، ۳۳)

۴۔ حضرت مولانا سید حبیب اللہ قادری رشید پاشا اپنے مقالہ شرف نسب میں لکھتے ہیں ہمارے لیے اب غور طلب امر یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مسلک کیا ہے؟ آپ کی کتاب ''فقہ اکبر'' میں یہ عبارت ملتی ہے:

ووالدا رسول اللہ ﷺ ماتا علی الکفر	رسول خدا ﷺ کے والدین کفر پر مرے (العیاذ باللہ)

والدین کریمین کے کفر وانکار کا سوال ہی کیسے پیدا ہوگا جبکہ دور نبوت انہوں نے نہیں پایا اور عبدالمطلب سے پہلے ہی وفات پا گئے، استاذ محترم حضرت علامہ مولانا ابولوفاء صاحب افغانی فقیہ جامعہ نظامیہ کے لیے یہ جملہ بڑا ناگوار گزرا اور امام اعظم کی طرف اس عبارت کے منسوب کرنے سے انہیں بڑی تشویش ہوئی، تحقیق شروع کر دی، مدینہ طیبہ کے مکتبہ شیخ الاسلام سے مراسلت کی جہاں اصل نسخہ محفوظ تھا، مخطوطہ کا فوٹو منگوایا گیا (جو احیاء المعارف النعمانیہ واقع جلال کوچہ حیدرآباد میں محفوظ ہے) اصل کتاب کا فوٹو دیکھا تو ''ماتا'' کے اُوپر ایک اور ''ما'' کا اضافہ پایا جو نفی کا کلمہ ہے، اب قطعی تصفیہ ہو گیا کہ وہ دونوں کفر پر وفات نہیں پائے۔

ایک خوبصورت بات

امام زاہد کوثری کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہ الفاظ ہیں:

وابوا النبی ﷺ ماتا علی الفطرۃ	حضور ﷺ کے والدین فطرت پر فوت ہوئے اور
ولفظ الفطرۃ سہلة التحریف الی	لفظ الفطرۃ کا کفر کیساتھ تبدیل ہونا خصوصاً خط
(الکفر) فی الخط الکوفی	کوفی میں بہت آسان ہے، اکثر نسخوں

وفی اکثرها (ماماتا علی الکفر) کان الامام الاعظم یرید به الرد علی من یروی حدیث (ابی واباك فی النار ویروی کونهما من اهل النار لان انزال المرء فی النار لا یکون الا بدلیل یقینی

میں "ماماتا علی الکفر" ہی ہے جس سے امام اعظم کا مقصد ان لوگوں کا رد تھا جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں "ان ابی" اور انہیں دوزخی کہتے ہیں کیونکہ کسی کو بھی دوزخی قرار دینے کیلئے دلیل یقینی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(مقدمۃ العالم والمتعلم: ۷، مطبوعہ کراچی)

اگر الفاظ یہی ہوں

اگر یہ تسلیم کرلیں کہ نسخہ صحیح ہے اور اسکے الفاظ بھی یہی ہیں تو متعدد اہل علم نے اسکی جو خوبصورت توجیہہ کی ہے اسے تسلیم کر لینا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ انکا وصال، زمانہ کفر میں ہوا، یہ نہیں کہ وہ حالت کفر میں فوت ہوئے۔ (نعوذ باللہ منہ)

۱: امام ابن حجر مکی فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ اگر ان الفاظ کو تسلیم کر لیا جائے تو:

فمعناه انهما ماتا فی زمن الکفر وهذا لایقتضی اتصافهما به

(الفتاویٰ لابن حجر)

تو معنی یہ ہوگا کہ وہ دونوں زمانہ کفر میں فوت ہوئے اور اس سے انکا کافر ہونا کہاں لازم آتا ہے؟

۲: امام سید محمد بن رسول برزنجی مدنی (المتوفی: ۱۱۰۳ھ) اس بارے میں لکھتے ہیں:

فليس في هذا القول تصريح بذلك لان قوله "ماتا علىٰ الكفر" المراد بالكفر الفترة فقد تقدم ان الكفر يطلق على الفترة مجازًا فهو على وزن قوله تعالىٰ على فترة من الرسل اى ماتا على الفترة وهذا قول صحيح

اس قول میں انکے کفر پر تصریح نہیں ہے کیونکہ "ماتا علی الکفر" میں کفر سے مراد فترت پر ہے، تو (کتاب کے مقدمہ میں) تفصیلاً گزر چکا ہے کہ مجازی طور پر کفر کا اطلاق فترت پر ہوتا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے "علی فترۃ من الرسل" تو اب معنی ہوگا وہ دونوں زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور یہ قول صحیح ہے

اس پر مزید عبارت سے تائید لاتے ہوئے کہتے ہیں:

الا ترى كيف غير العبارة فى ابى طالب فقال فى حقه مات كافرًا فاطلق عليه الكافر حيث انه بلغه الدعوة فكان كفره حقيقتًا نظرًا لظاهر الشرع ولم يطلق ذلك عليهما فلم يقل ماتا كافرين

(سداد الدین:۱۰۹۔۱۱۰)

کیا تم نے دیکھا نہیں، امام صاحب نے ابو طالب کے حوالے سے کہا وہ حالت کفر میں فوت ہوئے ان پر کافر ہونے کا اطلاق کیا، کیونکہ انہیں اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی اور ان کا ظاہر شرع پر کفر حقیقی تھا۔ لیکن والدین کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ حالت کفر میں فوت ہوئے

۳: مولانا نجم الغنی رام پوری لکھتے ہیں اگر امام کے قول میں ہوتا "ماتا کافرین" تو گنجائش تعجب تھی حالانکہ "ماتا علی الکفر" واقع ہوا ہے اور اس میں بڑا فرق ہے۔

("تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر":۴۵۸)

۴: مجددِ اُمت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی بھی اس عبارت کی یہی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"باعتبار اس مسلک (کہ وہ فترت پر فوت ہوئے) کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں "ماتا علی الکفر" موجود ہے۔ انکی تعذیب کے بارے میں کچھ مذکور نہیں۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ ناجی ہوں گے۔ اگر دوسرا مسلک لیا جائے کہ وہ زندہ ہو کر ایمان لائے تو پھر یہ عبارت اسکے منافی نہیں، اگر تیسرا مسلک لیا جائے کہ وہ ملت ابراہیمی (ایمان اجمالی) پر تھے تو فقہ اکبر کی عبارت اسکے بھی منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم نے عدمِ ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔"

(تلخیص از فتاویٰ عزیزی: ۱۔۲۹۵)

ملا علی قاری کی توبہ و رجوع

ان تمام جوابات کے علاوہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ملا علی قاری نے اس موقف سے توبہ کر لی تھی۔ محشی نبراس علامہ برخوردار رقمطراز ہیں:

فقد اخطأ وزل لایلیق ذٰلك له نقل توبته من ذٰلك فی القول المستحسن

("حاشیہ النبراس": ۵۲۶)

ملا علی قاری سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی اور وہ پھسل گئے لیکن "القول المستحسن" میں موجود ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا تھا یعنی توبہ کر لی تھی۔

شرح شفاء سے تائید

اس بات کی تائید خود ملا علی قاری ان کی کتاب "شرح الشفاء" کے بعض نسخوں سے بھی ہوتی ہے۔ اسکے دونوں مقامات ملاحظہ کر لیجئے:

الشیخ مصطفٰی الحمامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شرح شفاء میں ملا علی قاری نے جو گفتگو کی ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ شرح شفاء کے وہ دو مقامات یہ ہیں۔

پہلا مقام: ایک مقام پر قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کیا کہ "ذی المجاز" کے مقام پر سواری کی حالت میں ابوطالب نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس محسوس ہو رہی ہے مگر پانی نہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے سواری سے اُتر کر زمین پر پاؤں مارا وہاں سے پانی نکل آیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا چچا! یہ پانی پی لو۔ اسکی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وابو طالب لم یصح اسلامه وابویه ففیه اقوال والاصح اسلامهما علیٰ ماانتفق علیه الاجلة من الامة.	ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں مگر آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں مختلف اقوال ہیں مختار یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے اُمت کے اکابر کا اس پر اتفاق ہے۔

(شرح شفاء:۱۔۲۰۱)

دوسرا مقام: دوسرے مقام پر ملا علی قاری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اماما ذکروامن احیأنه علیه الصلوٰة والسلام ابویه فالاصح وقع علیٰ ما علیه الجمهور الثقات کما قال السیوطی فی رسآئله (شرح الشفاء:۱۔۶۴۸)

علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین کا زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا بیان کیا ہے۔ یہی مختار ہے۔ جمہور علماء اُمت کی یہی رائے ہے امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر متعدد رسائل تصنیف کیے ہیں۔

یاد رہے کہ ”شرح شفاء“ ملا علی قاری کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ یہ نسخہ ”شرح الشفاء“ استنبول ۱۳۱۶ھ کا مطبوعہ فقیر کے پاس موجود ہے۔

ہم اپنی بات مولانا عبدالحی لکھنوی کے اس جملہ پر ختم کر رہے ہیں:

الحذر الحذر من التکلم بما یؤذی روح المصطفیٰ ﷺ (ظفر الامانی:۴۵۸)

ایسی گفتگو سے ہمیشہ بچو جو روح مصطفیٰ ﷺ کی اذیت کا سبب بن رہی ہو

مستقل کتب کے نام

اس مسئلہ پر مستقل کام کرنے والے مصنفین اور ان کتب کے نام ذکر کیے دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ کام امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے:

۱۔ مسالك الحنفاء في والدي المصطفیٰ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ الدرج المنيفة في الاباء الشريفة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ المقامة السندسية في النسبة المصطفوية امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ التعظيم والمنة في ان ابوي رسول الله في الجنة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ نشر العلمين المنفين في احياء الابوين الشريفين

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ السبل الجلية في الاباء العلية امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حديقة الصفاء في والدي المصطفیٰ، امام سید زبیدی صاحب القاموس

۸۔ الانتصار لوالدي النبي المختار، امام سید مرتضیٰ زبیدی صاحب القاموس

۹۔ سداد الدين وسداد الدين في اثبات النجاة والدرجات للوالدين،

امام سید محمد رسول برزنجی المتوفی ۱۱۰۳ھ

یہ کتاب پاکستان میں علامہ سید عظمت حسین گیلانی کے توسط سے شائع ہوگئی ہے

۱۰۔ اثبات النجاة ولا ايمان لوالدي سيد الاكوان

علامہ آفندی داغستانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔شمول الاسلام لا صول الرسول الکرام، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ھدیۃ الغبی الی اسلام آباء النبی،مولانا سید محمد عبدالغفار قادری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔تقدیس آباء النبی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری

۱۴۔حضور کے آباؤ اجداد کا مذھب، اہل حدیث فاضل مولانا محمد ابراھیم میر

۱۵۔والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اظہار حقیقت شیخ محمد علوی مالکی مکی

۱۶۔تنبیہ العقول فی اسلام آباء الرسول،علامہ قاضی ارتضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔رسالۃ فی ابوی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، علامہ محمد شاہ چلپی قاضی حلب (المتوفی:۹۲۶ھ)

۱۸۔ انباء المصطفی فی حق آباء المصطفے، امام ابن الخطب (المتوفی،۹۴۰)

۱۹۔فی اسلام والدی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، شیخ ابن الملا حلبی (المتوفی:۱۰۱۰ھ)

۲۰۔ھدیۃ الکرام فی حق آباء المصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام

شیخ یوسف بن عبداللہ دمشقی قاضی موصل(۱۰۷۳ھ)

۲۱۔انباء المصطفی فی حق آباء المصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام،

شیخ محمد بن قاسم رومی (المتوفی،۹۷۰ھ)

۲۲۔تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفے فی الدارین الناجین،

شیخ نورالدین الجزار مصری

۲۳۔تحفۃ الصفافی مایتعلق بابوی المصطفی

شیخ احمد اسماعیل الجزائری (المتوفی،۱۱۵۰ھ)

۲۴۔ الرد علی من اقتحم القدح فی الابوین المکرمن

امام حسن بن عبداللہ حلبی (المتوفی،۱۱۹۰ھ)

۲۵۔قرۃ العینین فی ایمان الوالدین، امام حسین بن احمد دوانجی (۱۱۷۵ھ)

۲۶۔ رسالہ فی ابوی المصطفے

علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۹۹ھ

۲۷۔ رسالۃ فی ابوی النبی، شیخ علی بن حاج شاضی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ نور العینین فی آباء سید الکونین، مولانا محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ ابوین مصطفیٰ، علامہ فیض احمد اویسی

۳۰۔ فضائل سیدہ آمنہ، علامہ فیض احمد اویسی

۳۱۔مطالع النوری المنبئی عن طھارۃ النسب العربی

امام عبداللہ بسنوی رومی (المتوفی، ۱۰۴۵ھ)

۳۲۔ایمان والدین مصطفےٰ، مفتی محمد خان قادری

۳۳۔ الدرالیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم، حافظ شاہ علی انور قلندر

۳۴۔ارشاد البغی الی اسلام آباء النبی،

مولانا برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۵۔رسالہ علی ابوی النبی، شیخ ابن کمال پاشا

۳۶۔ غایۃ الوصول فی نجاۃ ابوی الرسول، شیخ عمران احمد مصری

۳۷۔البدرین فی آباء سید الکونین، مولانا حبیب الرحیم فاروقی

۳۸۔القول المنقول فی نجاۃ ابوی الرسول، مولانا جان محمد محمود پوری

۳۹۔درج البھیۃ فی ایمان الاباء والامھات المصطفویۃ

مولانا خیرالدین دہلوی (والد ابوالکلام آزاد)

۴۰۔والدین مصطفیٰ، حالات وایمان	مولانا محمد یسین قصوری
۴۱۔سیدہ آمنہ رضی اللہ عنھا،	ڈاکٹر محمد اشرف جلالی
۴۲۔نور الھدیٰ فی آباء المصطفی	
۴۳۔ سبل السلام فی حکم آباء سید الانام	شیخ محمد امین حنفی مدنی
۴۴۔ تاکید الادلة علی نجاة والدی النبی ﷺ من النار	شیخ محمد نور سوید
۴۵۔القول الجلی بنجاة ابوی النبی ﷺ المعروف المطالع النور السنی	شیخ عبداللہ بسنوی (المتوفی:۱۰۵۴)

رسائل امام سیوطی کے ترجمہ کے بارے میں

تقریباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے ہم حرمین شریفین حاضر ہوئے مکۃ المکرمہ سے حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں ابواشریف حاضری کا پروگرام طے پایا۔ بندہ مکاتب پر بعض کتب کی تلاش کی وجہ سے وقت مقررہ سے لیٹ ہوگیا، اہل قافلہ خاصہ انتظار کرنے کے بعد ابواشریف روانہ ہو گئے۔ اس محرومی کی وجہ سے جو دل پر گزری وہ الفاظ میں کیسے بیان ہوسکتی ہے؟ آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہوگئے اور دل اپنے مالک وخالق کے حضور عرض کناں ہوا کہ ارحم الراحمین میری غلطیوں کو معاف فرمادے تاکہ آئندہ ایسی محرومی نہ ہو۔

رسائلِ سیوطی کا حصول

اسی دن پچھلے پہر بوجھل دل لیے ہوئے ایک مکتبہ پر گیا وہاں دیگر کتب کی تلاش کرتے ہوئے اچانک ایک ایسی کتاب پر نظر پڑی جس کا ٹائیٹل "الرسائل التسع للسیوطی" (امام سیوطی کے نو رسائل کا مجموعہ) تھا۔ کتاب اُٹھائی کھولی تاکہ دیکھوں امام صاحب کے کون کون سے رسائل اس میں ہیں۔ جب صفحہ نمبر ۵ سامنے آیا جس میں محقق ڈاکٹر محمد عزیز الدین سعیدی نے تحریر کیا تھا کہ اس میں امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چھ رسائل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان ومقام پر ہیں پھر ان کے نام بھی تحریر کیے۔

بس پھر کیا تھا؟ کتاب کو چوما، دل خوشی سے لہلہا اُٹھا اور اپنے رب تعالیٰ کے حضور بار بار سجدہ ریز ہوکر یہ کہہ رہا تھا کہ تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا

کے توسل سے مجھے انمول خزانہ عطا فرما دیا ہے اگر چہ میں ابو اشریف حاضر نہ ہو سکا لیکن ان کی شفقت سے محروم نہیں رہا کیونکہ مجھے ایسے تمام نایاب رسائل حاصل ہوئے جن کے وہاں ملنے کا میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

ترجمہ کا پروگرام

یہ پروگرام بنایا کہ پاکستان جاتے ہی ان کا ترجمہ کرونگا انہی دنوں بندہ نے ایمان والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مقالہ لکھا اس کے مقدمہ میں میں نے یہ الفاظ لکھے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر چھ رسائل تحریر فرمائے ہیں ان کے اردو ترجمہ کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ قارئین سے التماس ہے وہ دعا کریں کہ اس کی توفیق نصیب ہو۔ (ایمان والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۶)

لیکن بعد میں کچھ ایسی مصروفیات آڑے آتیں رہیں کہ ترجمہ نہ ہو سکا۔ جب میں نے محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے کہ وقت نہ ملے ، لیکن ان رسائل کا ترجمہ ہمارے معاشرے کے لیے ضروری ہے تو اپنے متعدد ساتھیوں کے یہ کام سپرد کیا لیکن وہ بھی اسے نہ نبھا سکے۔

علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات

کوئی تین سال پہلے فیصل آباد کسی پروگرام میں شرکت کے لیے گیا تو وہاں نامور مصنف عالم دین علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ اہل بیت اطہار پر لکھنا پڑھنا ان کا خصوصی ذوق ہے۔ ان سے رسائل کے بارے میں بات ہوئی تو فرمایا آپ بھیج دیں میں ان رسائل کا ترجمہ کردونگا اس پر بہت خوشی ہوئی۔

انہی دنوں انہیں لاہور آنا ہوا تو ہمارے جامعہ اسلامیہ لاہور میں خود تشریف لے آئے اور رسائل ترجمہ کے لیے لے گئے، انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے بہت جلد ترجمہ کر کے روانہ کردیا۔ بندہ نے اپنی ہمت وعلم کے مطابق اس پر نظر ثانی کی اور تمام کتابت کروا کر موصوف کو بھجوائی تا کہ اس کی پروف ریڈنگ فرما دیں۔ لیکن انہوں نے وہاں مسجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا جس کی وجہ سے انہیں وقت نہیں مل رہا تھا۔

سانحہ ابوا شریف

۱۹۹۹ء رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بعض سعودی نجدیوں نے مقام ابوا شریف میں حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار عالی کو بلڈوز کر دیا جس پر پورے عالم اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی لاہور میں ہم نے تحریک تحفظ آثار رسول اللہ ﷺ تنظیم بنائی جس کے تحت لاہور کے ہر مرکزی مقام پر سانحہ ابوا کانفرنس کا، اہتمام کیا بحمد اللہ! اس مسئلہ پر خوب احتجاج بھی ہوا۔

رسائل سیوطی کا تذکرہ

اب جہاں جاتے، رسائل سیوطی کا وہاں تذکرہ ہوتا۔ کیونکہ اس موضوع پر سب سے بڑا کام یہی ہے۔ بندہ عرض کرتا کہ جیسے ہی فیصل آباد سے ان رسائل کا ترجمہ واپس آتا ہے انہیں شائع کردیا جائے گا۔ لیکن محترم صائم صاحب مدظلہ کی مصروفیات آڑے آرہی تھیں۔

۲ جون کو ترجمہ کا افتتاح

مسلسل علماء اور ساتھیوں کے اصرار پر یہ سوچا کہ ایک کتاب کے متعدد تراجم بھی تو ہوسکتے ہیں۔ پھر یہ بھی تصور بار بار آرہا تھا کہ سن ۹۰ میں یہ نعمت حاصل ہوئی، کتنا عرصہ گزرا کہ اب تک اس کا ترجمہ سامنے نہ آسکا، کہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں گرفت ہی نہ ہو تو ۲ جون ۱۹۹۹ء بروز بدھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام سے ترجمہ شروع کردیا۔

۱۹، ایام میں تکمیل

اللہ تعالیٰ کے فضل ولطف سے بڑے سائز کے ۲۳۱ صفحات پر مشتمل چھ رسائل کا ترجمہ ۲۳ جون بروز بدھ ۱۹۹۹ء بوقت پونے گیارہ بجے مطابق ۸ ربیع الاول ۱۴۲۰ ہجری کو مکمل ہوگیا، درمیان میں دو دن بخار کی وجہ سے کام نہ کرپایا تو اس طرح اُنیس ایام میں اس ترجمہ کی تکمیل ہوئی یہ سب اللہ تعالیٰ کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی برکت وشفقت سے ہے ورنہ اتنے سالوں سے رکا ہوا کام اتنے قلیل عرصہ میں کیسے ہوسکتا ہے؟

مراحل طباعت

اس کے طباعت کا مرحلہ شروع ہوا تو ڈائریکٹر حجاز پبلی کیشنز لاہور حافظ ابوسفیان، اسرار احمد، محترم اعجاز احمد، محمد ظفر اقبال مدثر اعوان (کیلانی) اور محمد شہباز نے اس سلسلہ میں بڑی محنت کی جس کے سبب تمبر ۱۹۹۹ء میں تمام کی طباعت مکمل ہوئی۔ ہمارے ایک ساتھی محترم سعید احمد ہیں جنہوں نے طباعت میں مالی تعاون فرمایا۔ بندہ دعا گو ہے اللہ تعالیٰ ان تمام ساتھیوں کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

رسائل چھ ہیں

امام سیوطی کے مذکورہ چھ رسائل کے علاوہ ایک رسالہ "الفوائد الکامنۃ فی ایمان السیدۃ آمنۃ" کے نام سے بھی مصر سے شائع ہوا جسے دیکھ کر ہمیں مغالطہ ہوا کہ سیوطی علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر سات رسائل ہیں اس کی تائید مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

فان للسیوطی فی ھذہ المسئلۃ سبع رسائل بسط الکلام فیما بما لا مزید علیہ	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر سات رسائل تصنیف فرمائے اور ان میں اس قدر گفتگو کی ہے کہ اس اضافہ ممکن نہیں۔

(ظفر الامانی: ۴۵۹)

لیکن تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ رسائل چھ ہی ہیں، ساتواں رسالہ "الفوائد الکامنۃ، بعینہ التعظیم والمنۃ" ہی ہے عظیم محقق علامہ حسین محمد علی شکری لکھتے ہیں

هذه الرسالة المسماة الفوائد الكامنة في ايمان السيدة آمنة هي عين الرسالة المسماة التعظيم والمنة في ان ابوى النبي في الجنة وقد ظهر لنا ذلك من خلال مقابلة النصوص الواردة منها في هذا الكتاب بالاصل المطبوع للرسالة الثانية الذكر وقد ذكر علامة السيد عبد الحي الكتاني في فهرس الفهارس مايؤيد ذلك حيث ذكر الرسالة الاولى واشار الى انها تعرف كذلك بالاسم الاخر وقد طبعت هذه الرسالة مستقلة وبين الناشر لها انها هي الرسالة التي تعرف بالتعظيم والمنة

(حاشیہ سداد الدین: ۳۸)

یہ رسالہ جس کا نام ''الفوائد الکامنة فی ایمان السیدة آمنة'' ہے یہ بعینہ وہی رسالہ، جس کا نام ''التعظیم المنة فی ان ابوی ان النبی فی الجنة'' ہے یہ بات اس وقت سامنے آئی جب ہم نے اس کتاب (سداد الدین) میں ان سے منقول عبارات کا تقابل کروایا اس بات کی تائید علامہ سید عبدالحی الکتانی کی اس بات سے بھی ہوئی جو انہوں نے فہرس الفہارس میں لکھی انہوں نے پہلے رسالے کا ذکر کیا اور پھر کہا کہ یہ ایک اور نام سے بھی معروف ہے اور یہ رسالہ مستقل طور پر شائع ہو گیا ہے لیکن ناشر نے واضح کر دیا ہے کہ یہ وہی رسالہ ہے جو التعظیم والمنة کے نام سے معروف ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح

اس کے بعد ہمیں خود امام سیوطی علیہ الرحمہ کی تصریح بھی مل گئی ہے کہ میں نے اس موضوع پر چھ رسائل تحریر کیے ہیں۔دوران الفلکی علی ابن الکر کی میں مخالف کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والثانی انه تکلم فی حق والدی المصطفی بما لایحل لمسلم ذکره ولا یسوغ ان یجزم علیه فکره فوجب علی ان اقوم علیه بالانکار وان استعمل فی تنزیه هذا المقام الشریف الاقلام والافکار فالفت فی ذالك ست مولفات شحنته بالفوائد وهی فی الحقیقة ابکار ومن ذالذی یستطیع علی قیامی فی ذلك او یلقی نفسه فی هذه المهالك من انکر ذلك اکاد اقول بکفر واستغرق العمر بهجره (تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر:۴۵۸)	دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے والدین کے خلاف ایسی بات کی ہے جس کا ذکر مسلمان کے لیے جائز نہیں اور نہ ہی اسے عقیدہ بنانا جائز ہے تو پھر یہ لازم تھا کہ میں اس کا رد لکھوں اور اس عظیم مقام کے تقدس کے پیش نظر قلم اور فکر کو حرکت میں لاؤں ، تو میں نے اس مسئلہ پر چھ رسائل تصنیف کیے جو فوائد سے مالا مال ہیں۔اور یہ حقیقۃً اس موضوع پر پہلا ہی کام ہے اور کون ہے جو میرے رد کے لیے اُٹھے گا حتی کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے گا۔جو اس عقیدہ کا منکر ہے میں تو اسے قریب کفر سمجھتا ہوں اور عمر بھر اس سے بائیکاٹ رکھوں گا

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ یہ سات رسائل نہیں بلکہ چھ ہی ہیں۔

اہم نوٹ: ہم نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ حوالہ جات کی تخریج بھی کردی ہے تا کہ اہل علم کے لیے اصل کتاب کی طرف رجوع میں آسانی ہو جائے۔ اردو کے ساتھ عربی نسخہ بھی شائع کر دیا ہے تا کہ اس کا حصول دشوار نہ رہے اور علماء اصل سے استفادہ کر سکیں

آخر میں اپنے رحمٰن ورحیم اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جو مجھے ان اعلیٰ موضوعات پر کام کی توفیق دیتا ہے اور ان کی اشاعت کے لیے وسائل فراہم فرماتا ہے اور پھر انہیں لوگوں میں مقبولیت عطا فرماتا ہے۔

الغرض سبھی کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے۔ ہمارا اس میں کچھ نہیں دعا ہے کہ وہ ہمیں شکر گزار غلام بننے کی توفیق دیدیں۔

بھلا ہووی

میریا مہرباناں نالے قدرداناں
بڑے کرم کمانے نی بھلا ہووی
ککھاں وچ پئے رلدے سن بخت میرے
ککھوں لکھ بنائے نی بھلا ہووی
کلر شور زمین ساں مہرباناں
بوٹے کرم دے لائے نی بھلا ہووی
سارا پتہ ای سردار مینوں کیتیاں دا
پردے عیباں تے پائے نی بھلا ہووی

یہ بندہ کی طرف سے عجز و نیاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی خدمت میں ادنی ساہدیہ بھی ہے اگر وہ قبول فرمالیں تو میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔

فائدہ: ملا علی قاری کا مذکورہ رسالہ کے تفصیلی رد کے لیے امام سید محمد رسول مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سداد الدین'' کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے، جو مدینہ طیبہ سے شائع ہو چکی ہے

خادم والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ شادمان لاہور

بروز ہفتہ بوقت گیارہ بجے دن

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ ستمبر ۱۹۹۹ء

نوٹ: اب پاکستان میں بھی دستیاب ہے۔

یاد رہے یہ مقدمہ ستمبر ۱۹۹۹ء میں لکھا ہے ان میں سے کچھ لوگ مثلاً علامہ محمد صائم چشتی قدس سرہ کا وصال ہو چکا ہے، یہ گیارہ سال پہلے کی تحریر ہے۔ اب مطالعہ میں کافی چیزیں آئی ہیں کسی وقت انہیں جمع کرنے کی کوشش کروں گا۔ ان دنوں تفسیر کبیر کے ترجمہ کی طرف ساری توجہ ہے اس کے ۱۱۶ اجزا کا ترجمہ ہو چکا ہے بقیہ کی تکمیل کے لیے دعا فرمائیں۔

محمد خان قادری

۱۱ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ ذوالحج ۱۴۳۱ھ

بروز جمعرات بمقام جامعہ اسلامیہ لاہور

اُمہات النبی ﷺ

مصنف

امام ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی (المتوفی: ۲۴۵)

مترجم

مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاھور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042.35300353...0300.4407048.

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے والد گرامی وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب جبکہ ان کی (آپ ﷺ کی نانی صاحبہ) والدہ کا نام برہ دختر عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی ہے نانی صاحبہ کی والدہ کا نام اُمِ حبیب دختر اسد ابن عبدالعزیٰ بن قصی ہے۔ان کی والدہ برّہ دختر عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب ہے اور ان کی والدہ قلابہ بنت حارث بن مالک بن حباشہ بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب بن طابخہ بن لحیان بن ھندیل بن مدرکہ ہے۔

ان کی والدہ اُمیمہ بنت مالک بن غنم بن لحیان بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب، جبکہ ان کی والدہ دُب بنت حارث بن لحیان بن عادیہ اور ان کی والدہ دختر کہف الظلم بن یربوع بن ناصرہ بن غاضرہ بن حطیط بن جشم بن ثقیف ہے۔

حضور ﷺ کے والد ماجد کا نسب

آپ ﷺ کے والد گرامی کا نام سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے، ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم ہے ان کی والدہ کا نام صخرۃ بنت عبد بن عمران بن مخزوم آگے ان کی والدہ کا نام تخمر بنت عبد بن قصی ان کی والدہ سلمٰی بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر ہے آگے ان کی والدہ ھند دختر عبداللہ بن حارث بن وائلہ بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن یشکر بن عدوان ہیں جبکہ ان کی والدہ زینب بنت مالک بن ناصرہ بن کعب بن حرب بن سلیم بن فہم ہے ان کی والدہ کا نام بنت صہبۃ بن شبابہ بن عمرو بن قین بن فہم ہے ان کی والدہ کا اسم گرامی

عاتکہ بنت عامر بن الظرب آگے ان کی والدہ شقیقہ بنت قتیبہ بن معن بن مالک بن اعصر اور ان کی والدہ سودہ بنت اُسید بن عمرو بن تمیم ہے۔

ابن عبدالمطلب

ان کی والدہ سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن بن خزرج بن حارثہ اور ان کی والدہ عمیرۃ بنت صخر بن حبیب بن حارث بن ثعلبہ بن مازن بن نجار ہے (نسب قریش صفحہ ۱۵)

ان کی والدہ سلمٰی بنت عبدالاشھل بن حارثہ بن دینار بن نجار ہے

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ۱:۱۰۷)

آگے ان کی والدہ کا نام اُثیلہ بنت مازن بن نجار ہے (الطبقات الکبریٰ، ۱:۶۴)

ابن ہاشم

ان کی والدہ کا نام عاتکہ دختر مرۃ بن ھلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بُھثۃ بن سلیم بن منصور (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ۱:۱۰۶)

ان کی والدہ ماویہ دختر حوزہ بن عمرو بن مرہ بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ھوازن ہے

(الطبقات الکبریٰ، ۱:۶۴)

ان کی والدہ رقاش بنت الاَحکم بن مُنبہ بن اسد بن عبدمناۃ بن عائذ اللہ بن سعد العشیرہ پھر ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت رافقی بن مالک بن حماس ہے، اور یہ ربیعہ بن کعب بن حارث بن کعب ہیں (الطبقات الکبریٰ، ۱:۶۴)

ابن عبد مناف

ان کی والدہ کا نام حبّی بنت حُلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن خزاعہ ہے

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام، ۱:۱۰۶)

ان کی والدہ کا نام فاطمہ یا ھند دختر عامر بن نصر بن عوف بن عمرو بن عامر بن خزاعہ ہے

(الطبقات الکبریٰ، ۱:۶۴)

ابن قصی

ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل ہے، اور یہ خیر بن حمالہ بن عوف بن عامر الجادر از قبیلہ ازد ہیں پھر ان کی والدہ، طُریفہ بنت ذی راسین ہے، اور یہ امیہ بن جُشم بن کنانہ بن عمرو بن قیس بن فہم ہیں

(جمہرۃ النسب، ۱:۱۳)

آگے ان کی والدہ کا نام صخرۃ بنت عامر بن صعب بن یشکر بن رھم بن افرک بن نذیر بن قیس بن عبقر بن انمار بجیلہ قبیلہ سے ہیں۔

(الطبقات لابن سعد، ۱:۲۵)

ابن کلاب

ان کی والدہ کا نام ھند دختر سریر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ ہے

(نسب قریش، ۱۳)

اور ان کی والدہ لبابہ دختر عبد مناۃ بن کنانہ ہیں ان کی والدہ ھند ہیں اور انہیں عاتکہ بنت دودان بن اسد بن خزیمہ بھی کہا جاتا ہے ان کی والدہ کا نام جدیلہ بنت صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے۔

ابن مرہ

ان کی والدہ کا [illegible] م، وحشیۃ دختر شیبان بن محارب بن فہر (نسب [illegible])

پھر آگے ان کی والدہ مخشیۃ دختر وائل بن قاسط بن ھنب ہے

ان کی والدہ کا نام ماویہ بنت ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔ (الطبقات [illegible] ۶۵)

ابن کعب

ان کی والدہ، ماویہ دختر کعب بن القین بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ ہے

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، ۹۶۱)

ان کی والدہ سلمٰی دختر لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ ہیں

ان کی والدہ، وحشیہ دختر ربیعہ بن حرام بن ضنۃ بن عبد بن کبیر بن عذرہ ہیں

آگے ان کے والدہ، عاتکہ بنت لبید بن قیس بن جھینہ ہیں

ابن لوئی

ان کی والدہ کا نام عاتکہ دختر یخلد بن نضر بن کنانہ ہے

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام [illegible])

عاتکہ کی والدہ کا نام وارثہ ہے دختر حارث بن مالک بن کنانہ پھر وارثہ

والدہ کا نام ماویہ دختر سعد بن زید مناۃ بن تمیم ہیں۔

ابن غالب

ان کی والدہ لیلیٰ دختر حارث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکہ بن الیاس

بن مضر ہے ان کی والدہ سلمٰی دختر طابخہ بن الیاس ان کی والدہ عاتکہ دختر الازد بن

غوث ہے ابن فہر ان کی والدہ جندلۃ دختر عامر بن حارث بن مضاض بن زید بن مالک بن عیاض بن جرھم (السیرۃ النبویۃ،۱:۹۵)

ان کا نسب یوں بھی بیان ہوا ہے: جندلہ دختر حارث بن جندل بن مضاض بن حارث۔ آگے ان کی والدہ جندلہ دختر مالک بن عبداللہ بن الیاس بن مالک بن دوس ہے۔ (الطبقات الکبری،۱:۶۵)

ان کی والدہ کا نام خنساء دختر مُتغشمر بن اسد بن عبادہ بن عمرو بن عامر بن حارث بن مُضاض بن حارث بن عوانہ بن عاموق بن جرھم ہے۔

ابن مالک

ان کی والدہ کا نام عکریشۃ دختر عدوان ہے اور ان کے والد حارث بن قیس بن عیلان بن مضر ہے۔ (نسب قریش،۱۱)

پھر ان کی والدہ، ماویہ دختر سوید بن غطریف ہے، اور وہ حارثہ بن امری اُلقیس بن مازن بن ازد ہے۔

ابن النضر

ان کی والدہ کا نام برہ دختر مُر بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر ہے

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام،۱:۹۳)

ابن کنانہ

ان کی والدہ، عوانہ دختر سعد بن قیس بن عیلان بن مضر ہے (ایضاً) ان کا نام یوں بھی منقول ہے۔

ھند دختر عمرو بن قیس بن عیلان (جمہرۃ النسب، ۱:۶) آگے ان کی والدہ دعد دختر الیاس بن مضر ہے

ابن خزیمہ

ان کی والدہ، سلمٰی دختر اسلم بن حاف بن قضاعہ ہے (ایضاً)

ابن مدرکہ

ان کی والدہ لیلٰی دختر حلوان بن عمران بن حاف بن قضاعہ ہے

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ۱:۷۵)

ابن الیاس

ان کی والدہ رباب دختر حیدہ بن معد بن عدنان ہے۔

(الطبقات لابن سعد، ۱:۶۶)

ابن مضر

ان کی والدہ کا نام سودہ دختر دیث بن عدنان ہے۔

ابن نزار

ان کی والدہ معانہ دختر جوشم بن جلھہ بن عمرو بن ھلیبہ بن دوہ بن جرھم ہے

(نسب قریش، ۵)

ابن معد

ان کی والدہ مھدد دختر اللھم بن جلجب بن جدیس بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب (ان کا نام شیبہ ہے) بن ہاشم (ان کا نام عمرو ہے) بن عبد مناف (ان کا نام مغیرہ) بن قصیٰ (زید) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔

عدنان سے آگے کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے چالیس بعض نے تیس سے زائد اور بعض نے اس سے اقل بیان کیے ہیں اور وہ یہ ہیں:

بنو قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم بن تارح بن ناحور بن اسرع بن ازعوا بن فالغ بن عابر بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلح بن اخنوخ (جو کہ ادریس علیہ السلام ہیں) بن یارذ بن مھلایل بن قینان بن انوش بن شیث ھبۃ اللہ بن آدم علیہ السلام (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ق:۱،۳،۴)



تصنیف

امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق

مفتی محمد خان قادری



نام کتاب	مسالک الحنفاء فی والدی مصطفیٰ ﷺ
مصنف	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دار العلوم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا علامہ ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

۱-جو موجودہ دور کے تبحر فاضل اور عظیم محقق ہیں۔

۲-اعتقادی مسائل میں بڑی گہری نظر کے حامل ہیں۔

۳-تدریس اور تحریر و تقریر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

۴-کوئی بد عقیدہ مناظر ان کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتا۔

۵-کوثر الخیرات (سورۂ کوثر کی تفسیر) اور جلاء الصدور (سماع موتی پر) جیسی عظیم کتب کے مصنف ہیں۔

دعا جو

محمد خان قادری

مسالك الحنفا

في

والدي المصطفى

صلى الله عليه وآله وسلم

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
المتوفى سنة ٩١١هـ/١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عز الدين السعيدي

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اس تالیف کا نام "مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی" ہے۔

اس میں اس مسئلہ کو واضح کیا گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین ناجی (جنتی) ہیں اور وہ دوزخی نہیں، اس بات کی تصریح علماء کی پوری جماعت نے کی ہے ہاں اس کی تفصیل میں متعدد باتیں کہی گئی ہیں۔


پہلا مسلک

ان دونوں کا وصال بعثتِ نبوی سے پہلے ہو گیا تھا اور ایسے لوگوں پر عذاب نہیں' اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اہل کلام و اصول تمام علماء اشاعرہ اور مجتہدین میں سے شوافع کا اس پر اتفاق ہے کہ جن لوگوں کو دعوت دین نہیں پہنچی وہ ناجی ہوں گے انہیں دعوت اسلام دیئے بغیر ان سے جہاد جائز نہیں' اگر ان میں سے کسی کو قتل کیا گیا تو اس کی دیت و کفارہ لازم ہو گا' امام شافعی اور ان کے دیگر تمام اصحاب نے تصریح کی ہے بلکہ بعض نے یہ کہا کہ ان کے قتل پر قصاص لازم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ موقف صحیح نہیں' کیونکہ وہ حقیقی مسلمان نہیں اور قصاص میں برابری ضروری ہے۔

بعض مجتہدین نے عذاب نہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ اصل فطرت پر تھے اور ان سے نہ تو انکار و عناد ثابت ہے اور نہ ہی ان کے پاس رسول آئے کہ انہوں نے اس کی تکذیب کی۔

یہ مسلک ہمارے استاذ شیخ الاسلام شرف الدین مناوی کا ہے' ان سے حضور ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں سوال ہوا' کیا وہ دوزخ میں ہیں؟ تو انہوں نے سائل کو بہت ڈانٹا' سائل نے کہا' کیا ان کا اسلام ثابت ہے؟ فرمایا ان کا وصال زمانۂ فترت میں ہوا اور بعثت نبوی سے پہلے عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسے سبط ابن جوزی نے مرأۃ الزمان میں ایک جماعت سے نقل کیا کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان لانے کے حوالے سے اپنے دادا کا کلام یوں نقل کیا۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے اپنے

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵) اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

تو آپ ﷺ کے والد اور والدہ کو دعوت نہیں پہنچی تو ان پر کوئی گناہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (مرآۃ الزمان)

حافظ ابنِ حجر کی رائے

امام ابیؒ نے شرح مسلم میں اسی پر جزم اختیار کیا اور ہم عنقریب ان کے الفاظ نقل کریں گے۔ تو اہل فترت کے بارے میں ایسی احادیث منقول ہیں کہ ان کا روز قیامت امتحان لیا جائے گا اور ایسی آیاتِ قرآنیہ ہیں جو ان کے عدمِ عذاب پر شاہد ہیں۔

حافظ العصر شیخ الاسلام ابوالفضل ابنِ حجر نے اپنی بعض کتب میں اس طرف میلان کا اظہار کرتے ہوئے کہا "حضور ﷺ کے وہ آباء جن کا وصال قبل از بعثت ہو گیا' حضور ﷺ کے اکرام کی خاطر روز قیامت انہیں امتحان میں اطاعت نصیب ہو جائے گی تاکہ آپ ﷺ کو اس سے خوشی نصیب ہو' اس صورت میں مسلک امتحان کو اس مسلک اول میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ مستقل مسلک ہے لیکن وہ دقیق معنی کی بناء پر ہے جو اصحاب تحقیق پر ہی واضح ہوتا ہے۔

آیاتِ مبارکہ

وہ آیات قرآنیہ جو واضح کر رہی ہیں کہ جنہیں دعوت نہیں پہنچی ان پر عذاب نہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء ۔ ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اس آیت سے آئمہ اہل سنت نے اس پر استدلال کیا ہے کہ بعثتِ نبوی سے پہلے لوگوں پر عذاب نہیں اور انہوں نے اس سے معتزلہ اور ان کے ان حواریوں کا رد بھی کیا جو عقل کو ہی فیصل مانتے ہیں۔ امام ابنِ جریر، ابنِ ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا۔ "اللہ تعالیٰ کسی ایک کو بھی عذاب نہیں دے گا جب تک اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر نہیں پہنچی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل نہ پہنچی ہو۔" (جامع البیان، ۹ = ۷۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مھلک القریٰ بظلم واھلھا غفلون (الانعام ۔ ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

امام زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں اس قاعدہ کہ منعم کا شکر عقلاً لازم نہیں بلکہ شرعاً لازم ہے پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

۳۔ باری تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لو لا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص ۔ ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ پہونچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب! تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ

ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے
اور ایمان لاتے۔

امام زرکشی نے یہ آیت بھی مذکورہ استدلال پر ذکر کی ہے' امام ابنِ ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت سند حسن کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،زمانہء فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب!میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی

ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص ۔ ۴۷)

اے ہمارے رب!تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۴ ۔ خالق و مالک کا فرمان مقدس ہے

ولوانا اھلکنھم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک من قبل ان نذل ونخزی (طہ ۔ ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب!تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے اس سے پہلے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

امام ابنِ ابی حاتم نے تفسیر میں اسی آیت کے تحت حضرت عطیہ عوفی سے نقل کیا' زمانہء فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا' اے میرے رب!میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

۵ ۔ باری تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وما کان ربک مھلک القرٰی حتٰی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا (القصص ۔ ۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔

امام ابنِ ابی حاتم نے حضرت ابنِ عباس اور حضرت قتادہ سے نقل کیا' اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو بعثتِ نبوی سے پہلے ہلاک نہیں کیا' جب بعثت ہوئی انہوں نے تکذیب کی اور ظلم کیا تو اس وجہ سے انہیں ہلاک کیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم' ۹ = ۲۹۹۸)

۶ ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وھذا کتب انزلنہ مبارک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین

(الانعام ۔ ۱۵۵ ۔ ۱۵۶)

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیز گاری کرو کہ تم پر رحم ہو کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷ ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکرٰی وما کنا ظلمین

(الشعراء ۔ ۲۰۸ ۔ ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

عبد بن حمید، ابنِ منذر، ابنِ ابی حاتم نے تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت نقل کیا، اللہ تعالیٰ نے کسی بستی کو حجت اور دلائل کے بغیر ہلاک نہیں فرمایا حتیٰ کہ رسول بھیجے، کتاب نازل کی، تاکہ ان پر حجت قائم ہو، فرمایا

وما اهلكنا من قرية الا لها منذرون ذكرٰى وما كنا ظلمين (الشعراء ۔ ۲۰۸ ۔ ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، ۹= ۲۸۲۳)

۸ ۔ اللہ کا فرمان ہے۔

وهم يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صلحا غير الذى كنا نعمل اولم نعمر كم ما يتذكر فيه من تذكرو جاء كم النذير، فذوقوا فما للظلمين من نصير (الفاطر ۔ ۳۷)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے، اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا۔ اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

مفسرین نے فرمایا ان پر یہ حجت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے ساتھ ہوئی اور اس آیت میں نذیر سے یہی مراد ہے۔

وہ احادیث مبارکہ جن میں اہلِ فترت کے امتحان کا تذکرہ ہے

اب ہم ان احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں واضح طور پر ہے کہ زمانۂ فترت میں ہونے والے لوگوں کا روزِ قیامت امتحان لیا جائے گا ان میں سے جس نے اطاعت کی وہ جنت میں اور نافرمان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

۱۔ امام احمد' اسحاق بن راہویہ نے مسانید میں اور امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمی روز قیامت حجت لائیں گے ایک بہرہ شخص' جو کچھ نہ سنتا تھا' دوسرا بے سمجھ' تیسرا بہت بوڑھا' چوتھا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا' بہرہ کہے گا اے میرے رب! اسلام آیا مگر میں کچھ سن نہ سکا' دیوانہ کہے گا' اسلام آیا مگر مجھے بچے مینگنیاں مار کر بھگا دیتے' بوڑھا کہے گا' اسلام آیا مگر میں کچھ سمجھ ہی نہ پاتا' زمانۂ فترت والا کہے گا' میرے رب! میرے پاس تیرا کوئی پیغام نہیں آیا' اللہ تعالیٰ ان سے اطاعت کا عہد لے کر ان کی طرف پیغام بھیجیں گے کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ تو جو اس میں داخل ہو جائے گا اس پر آگ گلزار بن جائے گی اور جو اس میں داخل نہ ہو گا اسے اس میں جھونک دیا جائے گا۔ (مسند احمد)

۲۔ امام احمد' اسحاق بن راہویہ نے مسانید میں' ابن مردویہ نے تفسیر میں' بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ چار آدمی روز قیامت حجت لائیں گے باقی روایت وہی ہے جو حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے ہے۔ (مسند احمد)

۳۔ محدث بزار نے مسند میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' زمانۂ فترت میں فوت ہونے والے' دیوانے اور بچے کو لایا جائے گا۔ زمانۂ فترت میں فوت ہونے والا کہے گا' میرے پاس نہ کوئی کتاب آئی اور نہ کوئی رسول' دیوانہ کہے گا' میرے پاس عقل ہی نہ تھی کہ میں خیر و شر کے بارے میں فرق کر سکتا' بچہ کہے گا' مجھے عمل کا موقعہ ہی نہیں مل سکا' ان کے سامنے آگ لائے جائے گی'ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ' ان میں سے وہ داخل ہو جائے گا جو علم الٰہی میں سعید تھا اگر اسے عمل کا موقعہ ملتا اور وہ داخل ہونے سے رک جائے گا جو علم الٰہی میں شقی تھا بشرطیکہ وہ عمل کا موقعہ پاتا' پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی' کیا صورت ہوتی جب تم میرے رسولوں کی نافرمانی کرتے؟ اس کی سند میں عطیہ عوفی ہیں جن میں ضعف ہے' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا' اس حدیث کے متعدد شواھد ہیں جن کی وجہ سے اس پر حسن اور ثبوت کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

۴ ۔ محدث بزار اور ابویعلٰی نے مسانید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزِ قیامت چار آدمیوں کو لایا جائے گا' بچہ' دیوانہ' زمانۂ فترت میں فوت ہونے والا اور بہت بوڑھا' یہ تمام اپنی اپنی حجت پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں داخل ہونے کا حکم دے گا' پھر فرمائے گا میں نے دیگر بندوں کی طرف ان میں سے رسول بھیجے اور تمہاری طرف میں خود رسول ہوں اس آگ میں داخل ہو جاؤ' جو شقی ہو گا کہے گا ہم اس میں کیسے داخل ہوں' ہم تو جانتے ہی نہیں اور جو سعید ہو گا وہ فی الفور داخل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے رسولوں کی بہت زیادہ تکذیب و نافرمانی کرتے' یہ جنت میں داخل ہو جائیں اور دوسرے دوزخ میں۔"

۵ ۔ امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اگر تم آیت قرآنی سے اس پر استدلال کرنا چاہو تو اسے پڑھو

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (الاسرا' ۱۵) — اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے اور ایسی بات صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لہٰذا یہ مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔ (جامع البیان' ۹ - ۷۱)

۶ - محدث بزار' حاکم نے مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت اہلِ جاہلیت اپنی پشتوں پر بت اٹھائے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ ہی کوئی پیغام آیا' اگر آپ ہماری طرف رسول بھیجتے تو تیرے بندوں میں سب سے زیادہ اطاعت گزار ہوتے۔ اللہ تعالٰی انہیں فرمائے گا اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں تو میری اطاعت کرو گے وہ کہیں گے ہاں' تو اللہ تعالٰی انہیں فرمائے گا دوزخ کی طرف چلے جاؤ وہ چلے جائیں گے اور قریب پہنچیں گے تو وہاں کڑک اور غضب دیکھ کر کہیں گے' اے ہمارے رب! ہمیں اس سے محفوظ فرما' اللہ تعالٰی فرمائے گا تم نے میرے فرمان کی اطاعت کا وعدہ کیا تھا پھر فرمائے گا جاؤ دوزخ میں' وہ جائیں گے لیکن دیکھ کر واپس آ جائیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے ہمیں بچا لے اور ہم اس میں داخلہ کی طاقت نہیں رکھتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پہلی دفعہ داخل ہو جاتے تو آگ ان پر گلزار بن جاتی' امام حاکم فرماتے ہیں یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک' ۴ = ۴۹۷)

۷۔ امام طبرانی' ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' روزِ قیامت عقل نہ رکھنے والا' اہل فترت اور بچے کو لایا جائے گا' بے عقل کہے گا اگر مجھے عقل ملتی تو میں بھی سب سے نیک ہوتا' زمانۂ فترت میں فوت ہونے والا اور بچہ بھی یہی کہے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر تمہیں میں کوئی حکم دوں تو اطاعت کرو گے' وہ کہیں گے ہاں ضرور' اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ دوزخ میں داخل ہو جاؤ' فرمایا اگر وہ داخل ہو جائیں گے تو انہیں نقصان نہیں ہو گا' وہ آگ ان پر اچھلتی ہوئی نکلے گی وہ محسوس کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو آگ نے ہلاک کر دیا ہے تو وہ جلدی لوٹ آئیں گے پھر دوبارہ لوٹ کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہارے بارے میں پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا۔

شریعت اور احکام

شیخ الکیاہراسی اصول کے حواشی میں مسئلۂ شکرِ منعم کے بارے میں لکھتے ہیں' واضح رہے اس پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ شریعت کے علاوہ احکام جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں' عقل سے یہ کام حاصل نہیں ہو سکتا' اہل حق کے علاوہ دیگر طبقات مثلاً رافضی' کرامیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام کی تقسیم ہے ان میں سے کچھ تو شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور کچھ عقل سے' پھر لکھا لیکن ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی شئی رسول کی آمد سے پہلے لازم نہیں ہوتی جب رسول آ جائے اور وہ معجزہ کا اظہار کر دے تو عاقل کے لئے نظر کرنا درست ہو جاتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اولاً وجوب و لزوم شریعت کی وجہ سے ہو گا تو جب رسول آگیا تو اس میں غور و فکر ضروری ہو گیا۔

ہمارے استاذ امام نے اس مقام پر بہت خوبصورت بات کہی ہے کہ

رسول کی آمد سے پہلے آراء اور سوچیں مختلف اور متضاد ہوتی ہیں' کیونکہ یہ امکان ہے کہ ایک آدمی ایسا سوچے جو دوسرے کے متضاد ہو' اسی طرح عقل پر حیرت اور دہشت کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے تو اب تاریکی کا علاج سوائے آمد رسول کے کچھ نہیں' اسی لئے استاذ ابو اسحاق نے فرمایا یہ قول "میں نہیں جانتا" نصف علم ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے علم کی ایک حد ہے جس سے آگے عقل کی رسائی نہیں' یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ علم میں توقف کرے گا اور مانے گا کہ عقل ہر جگہ جاری نہیں رہ سکتی۔

امام فخر الدین رازی نے "المحصول" میں لکھا شکر منعم عقلاً لازم نہیں ہاں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر بعثت سے پہلے وجوب کا ثبوت ہو جائے پھر اس کے تارک پر عذاب بھی ہونا چاہیے حالانکہ بعثت سے پہلے عذاب کا ثبوت نہیں تو وجوب بھی نہ ہو گا' ان کے درمیان ملازمہ تو واضح ہے' رہا عذاب کا نہ ہونا تو اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء۔ ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو اب عذاب بعثت کے بعد ہی ہو گا ورنہ اللہ تعالٰی کے کلام کا خلاف واقع ہونا لازم آئے گا جو محال ہے۔ (المحصول' ۱ = ۴۰)

ان کے تابعین مثلاً صاحب الحاصل و المحصول اور علامہ بیضاوی نے المنہاج میں ذکر کیا' قاضی تاج الدین سبکی نے شرح مختصر ابن الحاجب میں مسئلہ شکر منعم پر لکھتے ہوئے کہا اس سے ان لوگوں کا حکم مستنبط ہوتا ہے جنہیں دعوت نہیں پہنچی' ہمارے نزدیک وہ ناجی فوت ہوں گے اور دعوت اسلام کے بغیر ان سے جہاد نہیں کیا جائے گا ورنہ کفارہ و دیت لازم ہو گی۔

اور صحیح قول کے مطابق ان کے قاتل پر قصاص نہ ہو گا' شیخ بغوی نے "التھذیب" میں کہا' جنہیں دعوت نہیں پہنچی انہیں اسلام کی دعوت دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں' اگر کسی نے قتل کر دیا تو دیت و کفارہ لازم آ جائے گا' امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان کے قتل سے ضمان لازم نہ ہو گی' اصل یہ ہے کہ ان کے ہاں عقل کی بناء پر ان پر حجت قائم ہو چکی ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک بلوغ دعوت سے پہلے ان پر حجت قائم نہیں ہوتی' اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے۔

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو واضح ہو گیا کہ رسول کی آمد سے پہلے کسی پر حجت قائم نہیں ہوتی۔

امام رافعی نے شرح میں کہا جنہیں دعوت نہیں پہنچی انہیں اسلام کی دعوت دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں اگر قتل کیا گیا تو اس پر ضمان لازم ہو گی' ہاں امام ابوحنیفہ کا اس میں اختلاف ہے' سبب اختلاف یہ ہے کہ ان کے ہاں عقل کی بناء پر حجت قائم ہو جاتی ہے' لیکن ہمارے ہاں جسے دعوت نہ پہنچی ہو اس پر نہ تو حجت قائم ہوئی اور نہ اس پر مواخذہ ہو گا' اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

امام غزالی البسیط میں کہتے ہیں جسے دعوت نہیں پہنچی اس کے قتل پر دیت و کفارہ ہو گا' ہاں صحیح قول کے مطابق قصاص نہ ہو گا کیونکہ وہ حقیقی مسلمان نہیں البتہ حکم مسلم میں ہے۔

شیخ ابن رفعہ نے کفایہ میں کہا کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا اور اس سے

دین کا انکار بھی ثابت نہیں ہوا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں مسئلہ مشرکین کے بچوں کے حوالے سے لکھا' صحیح و مختار مذہب جس کے قائل محققین ہیں کہ وہ جنتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

جب دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے بالغ پر عذاب نہیں تو غیر بالغ پر بطریق اولیٰ نہ ہو گا۔

اعتراض و جواب

سوال - کیا یہ مسلک تمام اہل جاہلیت کے بارے میں ہے؟

جواب - میں کہتا ہوں نہیں یہ صرف ان لوگوں تک محدود ہے جنہیں کسی نبی کا کسی صورت میں پیغام نہیں پہنچا' جنہیں کسی طرح بھی کسی پیغمبر کی دعوت پہنچی پھر انہوں نے کفر پر ہی اصرار کیا تو وہ یقیناً دوزخی ہوں گے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

والدین کریمین کا معاملہ

رہا معاملہ آپ ﷺ کے والدین شریفین کا تو ان کے احوال سے ظاہر یہی ہے کہ انہیں کسی کی بھی دعوت نہیں پہنچی' یہی مسلک مذکورہ جماعت کا ہے اس کا سبب یہ چند امور ہیں۔

۱ - ان کا زمانہ حضرات انبیاء سے بہت متاخر ہے کیونکہ حضور ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے اور ہمارے آقا ﷺ کے درمیان تقریباً چھ صد سال کا عرصہ فترت کا ہے۔

پھر وہ دونوں (والدین) ایسے دور میں تھے جب زمین پر شرقاً و غرباً جہالت طاری تھی' کوئی شریعت جاننے والا اور اسے صحیح طریقہ پر پہنچانے والا نہ تھا' البتہ بہت تھوڑے لوگ علماءِ اہلِ کتاب میں سے تھے مثلاً شام وغیرہ میں اور ان دونوں کا صرف مدینہ طیبہ کی طرف سفر کرنا ثابت ہے' نہ انہوں نے طویل عمر پائی کہ اس میں خوب تحقیق و جستجو سے کام لے سکتے' کیونکہ حضور ﷺ کے والد گرامی نے بہت تھوڑی عمر پائی۔

امام حافظ صلاح الدین علائی نے "الدرۃ السنیۃ فی مولد خیر البریہ" میں لکھا جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو اس وقت والد گرامی کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی پھر وہ مدینہ طیبہ اہل کے لئے کھجوریں لانے کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے اخوال بنو نجار میں ٹھہرے اور وہاں ہی وصال پایا۔ صحیح قول کے مطابق اس وقت حضور ﷺ کا نور حمل کی صورت میں تھا۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی عمر بھی اسی قدر تھی' خصوصاً وہ پردہ دار خاتون تھیں' گھر میں ہی تشریف فرما رہتیں' آدمیوں سے ملاقات کا تصور ہی نہ تھا' اکثر یہ ہوتا ہے کہ مرد جس قدر شریعت اور دین سے آگاہ ہوتے ہیں خواتین اس قدر نہیں ہوتیں۔ خصوصاً دورِ جاہلیت میں جب مرد بھی آگاہ نہ تھے چہ جائیکہ خواتین دین سے آگاہ ہوتیں۔

اس لئے جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کی بعثت پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا

ابعث اللّٰہ بشراً رسولا — کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

اور یہ بھی کہا

ولو شاء اللّٰہ لا نزل ملئکۃ ما سمعنا بھذا فی آباءنا الاولین
اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے تو یہ اگلے باپ داداؤں میں نہ سنا۔ (المومنون' ۲۴)

اور اگر انہیں بعثت انبیاء کا علم ہوتا تو اس کا انکار نہ کرتے' بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان کی طرف بعثت ہوئی تھی لیکن اتنا عرصہ گزرنے کی وجہ سے صحیح طور پر دین ابراہیمی کی دعوت دینے والا کوئی نہ تھا بلکہ اسے پہنچانے والا بھی نہ تھا کیونکہ ان کے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے والدین اہلِ فترت میں شامل ہیں۔

امام عزالدین بن عبدالسلام کی رائے

پھر میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی تحریر امالی میں پڑھی کہ ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا تو اس بناء پر انہوں نے فرمایا ہر نبی کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ اہل فترت ہوں گے' ماسوائے سابق نبی کی اولاد کے کیونکہ وہ اس کی بعثت کے مخاطب ہوں گے البتہ اس صورت میں جب سابقہ شریعت مٹ چکی ہو تو اب تمام لوگ اہل فترت ہوں گے۔

تو اس سے آشکار ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین شریفین بلاشبہ اہل فترت میں سے ہیں کیونکہ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نہ ہی ان کی قوم ہیں۔

حافظ ابنِ حجر کا ارشاد گرامی

حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر کے قول "بوقت امتحان آپ ﷺ کے والدین کو طاعت نصیب ہو گی" سے دو امور سامنے آتے ہیں۔

ا ۔ امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ایک انصاری نوجوان (جو اکثر رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتا رہتا تھا) نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اپنے والدین کو دوزخ میں دیکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

ما سألت ربی فیعطینی فیھما	میں نے اپنے رب سے عرض کیا
وانی لقائم یومئذ المقام المحمود	تو اس نے مجھے ان دونوں کے
(المستدرک، ۲ = ۳۹٦)	بارے میں عطا فرمایا، میں اس دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

یہ حدیث واضح کر رہی ہے آپ ﷺ روز قیامت بوقت قیام مقام محمود ان کی شفاعت کے امیدوار ہیں یعنی آپ ﷺ ان کی شفاعت کریں گے اور امتحان کے وقت انہیں اطاعت نصیب ہو جائے گی، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ سے قیام کے دوران فرمایا جائے گا۔

سل تعط واشفع تشفع	تم مانگو عطا کیا جائے گا اور
(بخاری و مسلم)	شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔

جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں ہے جب آپ ﷺ مانگیں گے تو آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔

۲ ۔ امام ابنِ جریر نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

ولسوف يعطيك ربك فترضى	آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے
(الضحیٰ ۔ ۵)	کہ آپ راضی ہو جائیں گے

کے تحت نقل کیا ہے۔

من رضا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اہل بیتہ النار	حضور ﷺ کی خوشی اس میں ہے کہ آپ ﷺ کی اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

(جامع البیان' تفسیر الضحیٰ)

اسی لئے حافظ ابن حجر نے عموم کا اعتبار کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی تمام اہل بیت کو امتحان کے وقت اطاعت نصیب ہو گی۔

۳ ۔ شیخ ابوسعید نے شرف النبوۃ میں اور شیخ ملا نے سیرت میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سألت ربی ان لا یدخل النار احدا من اھل بیتی فاعطانی ذلک	میں نے اپنے رب سے عرض کیا کہ میری اہل بیت سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھے عطا فرما دی۔

اسے حافظ محب الدین طبری نے (ذخائر العقبیٰ ۔ ۲۹ میں) بھی نقل کیا۔

۴ ۔ ان سے بھی واضح ارشاد گرامی جسے امام رازی نے فوائد میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی و عمی ابی طالب واخی کان فی الجاھلیۃ	روز قیامت میں اپنے والد' والدہ اور چچا ابو طالب اور جاہلیت کے دور کے رضاعی بھائی کی شفاعت کروں گا۔

شیخ محب طبری (جو حفاظ محدثین اور مجتہدین میں سے ہیں) نے اسے ذخائر

العقبیٰ میں نقل کر کے کہا اگر یہ روایت ثابت ہے تو حضرت ابو طالب کے حوالے سے اس میں یہ تاویل کرنا ضروری ہے کہ ان کے حق میں شفاعت عذاب میں تخفیف ہے۔ (ذخائر العقبیٰ - ۱۷)

ابو طالب کے حوالے سے تاویل ضروری ہے کیونکہ انہوں نے زمانہ بعثت پایا مگر اسلام لانے سے انکار کیا' رہا تین کا معاملہ والد' والدہ اور رضاعی بھائی تو وہ زمانۂ فترت میں فوت ہونے والے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ ضعیف سند سے یہ روایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما جسے امام ابو نعیم وغیرہ نے نقل کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ بھائی سے مراد رضاعی بھائی ہے تو متعدد طرق ایک دوسرے کو تقویت دیں گے تو کثرت طرق کی وجہ سے حدیثِ ضعیف قوت پا جائے گی اور ان میں اعلیٰ وہ روایت ہے جو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کیونکہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ اسے بھی ملا لو (اگرچہ وہ مقصود کے بارے میں صریح نہیں) جسے دیلمی نے (کتاب الفردوس میں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اول من اشفع له یوم القیامة اہل بیتی ثم الاقرب فالاقرب (ذخائر العقبیٰ' ۳۰)	سب سے پہلے میں اپنی اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ شفاعت ہو گی۔

وہ روایت جسے امام محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں نقل کیا اور اسے امام احمد کے مناقب کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو ہاشم! قسم مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

لو اخذت بحلقة الجنة ما بدأت الابکم — اگر میں نے جنت کا حلقہ بھی پکڑا ہو گا تو میں تم سے ہی ابتدا کروں گا۔ (ذخائر العقبٰی۔ ۲۴)

ایک اور روایت جس کا ذکر انہوں نے ہی ابن جریر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کہتے ہیں

ان رحمی لا ینفع بل حتی یبلغ الحکم — میری رشتہ داری نفع نہیں دیتی بلکہ وہ نفع دے گی یہاں تک کہ وہ حکم تک پہنچے گی۔

یہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے' میں اس قدر شفاعت کرتا جاؤں گا کہ ابلیس بھی میری شفاعت کا امیدوار بننے کی خواہش کرے گا۔ (ذخائر العقبٰی ۱۵)

اہم نکتہ

امام زرکشی نے خادم میں ابن دحیہ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی ایک صورت ابو لہب کے عذاب میں کمی بھی ہے کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

وانما ھی کرامۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم — یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و عظمت کے بنا پر ہوا۔

امام ابی کی امام نووی پر علمی گرفت

پھر میں نے امام ابو عبداللہ محمد بن خلف ابی کی شرح مسلم میں زیر بحث مسئلہ پر "ان ابی و اباک فی النار" کے تحت یہ گفتگو پڑھی' انہوں نے پہلے

امام نووی کا قول نقل کیا کہ جو شخص حالت کفر میں مر جائے وہ دوزخی ہے اور اسے کسی قرابت دار کی قربت کام نہیں دے سکتی۔ پھر لکھا میں کہتا ہوں غور کرو، نووی نے یہ بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے حالانکہ امام سہیلی کہتے ہیں ہمارے لئے حضور ﷺ کے حوالے سے ایسی گفتگو ہرگز جائز نہیں۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے

لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات	مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذاب مھینا (الاحزاب ۔ ۵۷)	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ممکن ہے وہ حدیث صحیح ہو جس میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اس نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے، رسول اللہ ﷺ کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی شئی سے بھی عاجز نہیں۔

پھر امام نووی نے فرمایا اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ فترت میں بتوں کی پوجا کرنے والے دوزخ میں جائیں گے لیکن یہ دعوت سے پہلے عذاب نہیں، کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی۔

پھر امام ابی نے لکھا میں کہتا ہوں امام نووی کے کلام میں تعارض پر غور کیجیے انہیں دعوت پہنچ چکی تو وہ اہل فترت نہیں ہوں گے، کیونکہ اہل

فترت لوگ ہوتے ہیں جو ایسے زمانہ میں ہوں کہ نہ تو پہلے رسول ان کی طرف مبعوث ہوئے اور نہ کسی بعد میں آنے والے رسول کو وہ پائیں' جیسا کہ اعراب جن کی طرف نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور نہ انہوں نے حضور ﷺ کو پایا' فترت اس معنی کے اعتبار سے ہر اس شخص کو شامل ہو گی جو دو رسولوں کے درمیان ہو لیکن آئمہ فقہاء جب فترت میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کی مراد وہ زمانہ ہوتا ہے جو حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہے۔

دلائلِ قطعیہ سے ثبوت

جب دلائل قطعیہ شاہد ہیں کہ حجت قائم کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہو سکتا تو ہم یہی کہیں گے کہ اہل فترت پر عذاب نہیں ہو سکتا۔

اگر تم یہ سوال اٹھاؤ کہ بعض صحیح احادیث میں ہے کہ اہل فترت پر عذاب ہے مثلاً صاحب محجن وغیرہ۔

تین جوابات

تو میں کہتا ہوں اس کے حضرت عقیل بن ابی طالب نے تین جواب دیئے ہیں۔

ا۔ یہ تمام روایات اخبار احاد ہیں' یہ قطعی دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

۲۔ عذاب کا دائرہ صرف انہی تک محدود ہو گا اور سب کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

۳۔ یہاں عذاب کا تذکرہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے شریعت کو بدل دیا اور گمراہی و ضلالت کو شریعت بنا لیا تو اب معذور نہیں ہو سکتے۔

اہلِ فترت کی تین اقسام

اہلِ فترت کی تین اقسام ہیں۔

۱ ۔ جنہوں نے بصیرت کی بنا پر توحید کو پایا پھر ان میں دو گروہ ہوئے بعض کسی شریعت کے تحت نہیں آئے مثلاً قس بن ساعدہ' زید بن عمرو بن نفیل دوسرے کسی شریعتِ پیغمبر کے تحت آئے ہیں مثلاً تبع اور اس کی قوم۔

۲ ۔ جنہوں نے دین و شریعت کو بدل دیا اور توحید پرست نہ رہے' اپنی خواہش کے مطابق دین قائم کر کے حلال و حرام بنا لیا۔ اور یہ اکثر تھے مثلاً عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے بتوں کی پرستش شروع کی اور غلط احکام جاری کئے۔ بحیرہ' سائبہ اور وحیلہ کا تقرر کیا' عربوں میں ایسا گروہ پیدا ہوا جو جنات اور ملائکہ کی پرستش کرتے' ان کے لئے گھر بناتے اور لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کا خادم بناتے' کعبہ کی ان پر غلاف چڑھاتے' مثلاً لات' منات' عزیٰ۔

۳ ۔ جنہوں نے نہ شرک کیا اور نہ وہ توحید پرست ہوئے' نہ وہ کسی نبی کی شریعت کے تحت آئے اور نہ انہوں نے اپنے لئے شریعت گڑھی بلکہ تمام عمر غفلت میں رہے۔

دوسری قسم مراد ہے

جب اہلِ فترت کی تین قسمیں سامنے آگئیں تو جن روایات میں عذاب اہلِ فترت کا ذکر ہے اس سے مراد دوسری قسم ہے کیونکہ وہ معذور نہیں ہاں تیسری قسم حقیقتاً اہل فترت ہیں اور وہ قطعی طور پر غیر معذب ہیں۔ جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزر چکا' رہا معاملہ قسم اول کا تو رسول اللہ ﷺ نے قس اور زید کے بارے میں فرمایا وہ امت واحدہ ۔ اٹھائے جائیں گے۔ تبع وغیرہ کے بارے میں فرمایا ان کا حکم ان اہل دین کی طرح ہے جو دین میں داخل تو ۔ ہوئے مگر ان تک اسلام (جو تمام ادیان کا ناسخ ہے) نہ پہنچ سکا۔ (یہ تمام امام ابی کی گفتگو تھی) (اکمال اکمال المعلم' ۱ = ۶۱۶ تا ۶۲۲)

دوسرا مسلک

آپ ﷺ کے والدین سے شرک ہرگز ثابت نہیں بلکہ وہ اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم کے دین حنیف پر تھے جیسا کہ عرب کا ایک طائفہ اس پر تھا مثلاً زید بن عمرو بن نفیل' ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک کو اختیار کرنے والوں میں امام فخر الدین رازی ہیں' انہوں نے اپنی کتاب "اسرار التنزیل" میں لکھا' منقول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ چچا ہے' اس پر دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے آباء کافر نہیں۔ اس پر متعدد دلائل ہیں ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک فرمان ہے۔

الذی یرک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین (الشعراء' ۲۱۸ ـ ۲۱۹)	جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

اس کا ایک مفہوم یہ بیان ہوا ہے۔

انه کان ینقل نوره من ساجد الی ساجد	آپ ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے تک منتقل ہوتا رہا۔

اس مفہوم کی صورت میں آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے بلکہ اب قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے والد کافر نہیں بلکہ ان کا چچا ہے۔

زیادہ سے زیادہ کوئی یہ ہی کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ آیات کا اور بھی مفہوم ہے' لیکن جب ان تمام مفاہیم پر روایات ہیں اور ان کے درمیان تعارض و منافات بھی نہیں تو آیت کو ان سب پر محمول کرنا لازم ہے۔ جب یہ سارا کچھ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہیں۔

امام فخرالدین رازی کی دوسری دلیل

انہوں نے دوسری دلیل قائم کرتے ہوئے فرمایا آپ ﷺ کے آباء کے مشرک نہ ہونے پر یہ دلیل بھی ہے کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین	میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک
الی ارحام الطاہرات	رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

انما المشرکون نجس	تمام مشرک پلید ہیں۔

(التوبہ ۔ ۲۸)

تو اب ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔

(اسرار التنزیل: ۲۶۹ طبع دار الکتب والوثائق بغداد: ۱۹۹۰)

یہ تمام گفتگو امام فخرالدین رازی کی انہی کے الفاظ میں تھی' ان کی امامت و جلالت مسلمہ ہے وہ اپنے دور میں اہل سنت کے امام ہیں' اور فرقہ باطلہ کی تردید میں سرگرم اور جدوجہد کرتے رہے' اشاعرہ کے مؤید اور ناصر رہے انہیں چھٹی صدی نبوی میں پیدا کیا گیا تاکہ دین کی تجدید کا کام کر سکیں۔

تائیدی دلائل

امام فخر الدین رازی نے جس مسلک کو اختیار فرمایا اس کی تائید ان دلائل سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ دلیل دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ اول

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث صحیح اس پر دال ہیں کہ حضور ﷺ کی ہر اصل حضرت آدم سے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے دور میں ہر ایک سے بہتر و افضل ہے۔ ان کے دور میں ان سے کوئی دوسرا بہتر و افضل نہیں۔

دوسرا مقدمہ

احادیث اور آثار میں ہے کہ حضرت آدم و نوح علیہ السلام کے عہد سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک بلکہ قیامت تک کچھ لوگ فطرت پہ رہیں گے جو اللہ ہی کی عبادت کریں گے' توحید پرست ہوں گے اور اللہ کے لئے نماز ادا کریں گے' انہی کی وجہ سے زمین کی حفاظت ہے اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

ان دونوں مقدمات کو ملا لو تو قطعی طور پر یہ نتیجہ اخذ ہو گا کہ حضور ﷺ کے آباء مشرک نہ تھے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنے دور میں ہر ایک سے افضل و بہتر تھے اگر فطرت پر رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے لوگ آپ ﷺ کے آباء ہیں تو ہمارا مدعٰی ثابت اور اگر وہ غیر ہیں تو یہ شرک پر تھے تو دو میں سے ایک لازم آئے گا۔

۱۔ یا تو مشرک' مسلمان سے افضل ہو گا' یہ بالاجماع باطل ہے۔

۲ ۔ یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان سے افضل ہوں گے اور یہ بات احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

تو قطعی طور پر یہ ماننا ضروری ہو جائے گا کہ ان میں سے کوئی مشرک نہیں تاکہ وہ اپنے اپنے دور میں ہر ایک سے افضل و بہتر قرار پا سکیں۔

پہلے مقدمہ پر دلائل

۱ ۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت فی القرن الذی کنت فیہ

مجھے اولاد آدم کے ہر دور میں بہتر خاندانوں میں رکھا گیا حتیٰ کہ میں اس اعلیٰ خاندان میں مبعوث ہوا۔

(البخاری' باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۲ ۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور مجھے عہدِ جاہلیت کی کسی شی نے مس نہیں کیا۔ میں حضرت آدم سے لے کر اپنے والد اور والدہ تک نکاح سے ہی پیدا ہوا ہوں ان میں کوئی غلط کار نہیں۔

فانا خیرکم نفسا و خیرکم ابا (دلائل النبوۃ)

تو میں تم سب سے ذات کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی۔

۳ ۔ امام ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لم یزل اللّٰہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاہرۃ مصفی مہذبا لا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما (دلائل النبوۃ '۱ = ۵۷)

میں ہمیشہ سے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا' صاف اور مہذب اور جب بھی دو شعبے ہوئے میں ان میں سے افضل و بہتر میں تھا۔

۴۔ امام مسلم' امام ترمذی نے حدیث صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو اور اولاد اسماعیل میں سے بنو کنانہ کو' بنو کنانہ سے قریش کو' قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ (المسلم ۔ باب فضل نسب النبی)

۵۔ امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے فضائل عباس رضی اللہ عنہ میں مذکورہ حدیث واثلہ کو ان الفاظ میں نقل کیا۔ "اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے ابراہیم کو منتخب کر کے اپنا خلیل بنایا' پھر حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو' ان کی اولاد سے نزار' ان کی اولاد سے مضر کو' ان سے کنانہ کو پھر کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنو ہاشم کو پھر بنو ہاشم سے بنو عبدالمطلب کو اور بنو عبدالمطلب سے مجھ کو چنا۔"

اسے امام محب الدین طبری نے (ذخائر العقبیٰ ۔ ۲۰ میں) بھی نقل کیا ہے۔

۶۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عرب میں مضر' مضر میں بہتر عبدِ مناف ان میں بہتر بنو ہاشم ان میں بنو عبدالمطلب بہتر ہیں۔

واللّٰہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللّٰہ آدم الا کنت فی خیرھما (الطبقات')

اللہ کی قسم! حضرت آدم کی تخلیق سے لے کر جب بھی دو خاندانوں کی تقسیم ہوئی تو میں ان میں سے افضل میں تھا۔

۷ ۔ امام طبرانی' بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے مخلوق کو پیدا فرمایا اس میں اولاد آدم کو چنا' اولاد آدم میں سے عرب کو منتخب فرمایا اور عربوں سے مضر کو' مضر سے قریش کو اور اس سے بنو ہاشم کو

واختارنی من بنی ہاشم فانا من خیار الی خیار — اور بنو ہاشم سے مجھے چنا تو میں ہمیشہ افضل سے افضل کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ۱=۵۸)

۸ ۔ امام ترمذی (حدیث کو حسن بھی قرار دیا) اور بیہقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا فرمایا تو مجھے بہتر مخلوق میں رکھا پھر قبائل پیدا فرمائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا' جب ذوات پیدا کیں تو مجھے سب سے افضل ذات میں رکھا جب خاندان پیدا کئے تو سب سے بہتر خاندان میں رکھا۔

فانا خیرھم بیتا و خیرھم نفسا — تو میں خاندان اور ذات کے لحاظ سے سب سے افضل ہوں۔

(الترمذی۔ باب فی فضل النبی)

۹ ۔ امام طبرانی' بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا' جب دو میں سے تین گروہ بنے تو مجھے بہتر تیسرے میں رکھا پھر قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا۔ پھر قبائل میں سے خاندان بنائے تو ان میں سے بہتر خاندان میں رکھا۔

۱۰ ۔ شیخ ابو علی بن شاذان (بحوالہ محب الدین طبری کی ذخائر العقبٰی) نے نقل کیا اور یہ روایت مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے

ہے' کچھ قریشی لوگوں نے حضرت صفیہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے پاس گفتگو کرتے ہوئے فخر کیا اور دورِ جاہلیت کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت صفیہ نے فرمایا یاد رہے

منا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم — رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہیں۔

انہوں نے کہا یہ تو غلط جگہ اگنے والا درخت ہے یعنی نسب اس قدر اعلیٰ نہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا' آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلاؤ' آپ ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا اے لوگو! بتاؤ میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں' فرمایا میرا نسب بیان کرو' عرض کیا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب' فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے اصل (خاندان) کو کم سمجھتے ہیں۔

فواللّٰہ انی لافضلھم اصلا وخیرھم موضعا — اللہ کی قسم! میں ان تمام میں خاندان کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور جگہ کے اعتبار سے بھی افضل ہوں۔

(ذخائر العقبیٰ' ۲۴)

۱۱۔ امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن حارث ؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ تک بعض لوگوں کی یہ بات پہنچی کہ محمد کی مثال اس درخت جیسی ہے جو غلط جگہ اگ آئے تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو اسے دو حصوں میں بانٹا تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا پھر ان سے قبائل بنائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر ان سے خاندان بنائے تو مجھے بہتر

خاندان میں رکھا۔

انا خیر کم قبیلا و خیر کم بیتا	میں تم میں قبیلہ کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی۔
(المستدرک' ۴ = ۲۷۶)	

۱۲۔ امام طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے دلائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مجھے جبرئیل امین نے بتایا میں نے زمین کو شرق تا غرب دیکھا ہے

فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من بنی ہاشم	میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو افضل نہیں پایا اور نہ بنو ہاشم سے بڑھ کر کسی خاندان کو افضل دیکھا۔
(دلائل النبوۃ)	

حافظ ابن حجر نے امالی میں کہا

لوائح الصحۃ ظاہرۃ علی صفحات ھذا المتن	صحت کے جھنڈے (علامات) اس متن کے چہرے پر بہت واضح ہیں۔

اور یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے افضل' بہتر اور اللہ تعالٰی کے ہاں بزرگی و عظمت شرک کی بنا پر نہیں ہو سکتی۔ (بلکہ توحید پرستی اور ایمان کی بنیاد پر ہی ہو سکتی ہے)

دوسرے مقدمہ پر دلائل

۱۔ امام عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے ابن جریج سے کہا ابن مسیب نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

لم یزل علی وجه الدہر فی الارض سبعة مسلمون فصاعداً فلولا ذلک هلکت الارض ومن علیهما	ہمیشہ روئے زمین پر سات سے زائد افراد مسلمان رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

یہ سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

ایسی بات صحابی اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے لہٰذا اس کا درجہ مرفوع حدیث والا ہی ہو گا' اسے ابنِ منذر نے تفسیر میں شیخ زہری سے اور انہوں نے امام عبدالرزاق سے نقل کیا۔ (مصنف عبدالرزاق)

۲۔ امام ابنِ جریر نے تفسیر میں شہر بن حوشب سے نقل کیا' زمین میں ہمیشہ چودہ ایسے افراد رہے جن کی وجہ سے اہل زمین سے عذاب دور رہا۔

الا زمن ابراہیم فانہ کان وحدہ (جامع البیان)	ما سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور کے' وہاں صرف آپ تنہا ہی تھے۔

۳۔ امام ابن منذر نے تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

قلنا اهبطوا منها جمیعا فاما یأتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون (البقرہ۔ ۳۸)	ہم نے کہا تم یہاں سے تمام اتر جاؤ اب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا اس پر کوئی خوف اور حزن نہ ہو گا۔

کے تحت نقل کیا

ما زال في الارض اولياء منذ هبط آدم ما ا خلى الله الارض لابليس الا وفيها اولياؤه يعملون لله بطاعته	جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اس وقت سے اولیاء ہیں' اسے ابلیس کے لئے خالی نہیں رکھا گیا بلکہ اس میں ایسے بندے رہے جو اللہ تعالٰی کی طاعت کرتے رہے۔

۴ ۔ حافظ ابو عمر بن عبدالبر کہتے ہیں ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا کہ مجھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے۔

لا یزال في الارض ولي ما دام فيها للشيطان ولي	ہمیشہ زمین پر اللہ کا ولی رہے گا جب تک شیطان کا کوئی بھی ساتھی موجود ہے۔

۵ ۔ امام احمد نے زھد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں بسند صحیح بمطابق شرائط بخاری و مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة يدفع الله تعالٰی بهم عن اهل الارض	حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ زمین سات ایسے افراد سے کبھی خالی نہیں ہوئی جن کی برکت سے اللہ تعالٰی زمین سے عذاب دور رکھتا۔

اس کا حکم بھی مرفوع حدیث والا ہی ہے۔

۶ ۔ شیخ ازرقی نے تاریخ مکہ میں زہیر بن محمد سے نقل کیا۔

لم یزل علی وجہ الارض سبعۃ مسلمون فصاعداً لولا ذلک لاھلکت الارض ومن علیھا (اخبار مکہ ' ۱=۷۸)	روئے زمین پر ہمیشہ سات مسلمان سے زائد افراد رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

۷۔ امام جندی نے فضائل مکہ میں حضرت مجاہد سے نقل کیا۔

لم یزل علی وجہ الارض سبعۃ مسلمون فصاعداً لولا ذلک لھکت الارض ومن علیھا	زمین پر سات سے زائد افراد مسلمان رہے اور وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہل زمین ہلاک ہو جاتے۔

۸۔ امام احمد نے زہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

لم یزل بعد نوح فی الارض اربعۃ عشر یدفع بھم العذاب	حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر ایسے چودہ افراد رہے جن کی وجہ سے عذاب دور رہا۔

۹۔ شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں حضرت زاذان سے نقل کیا۔

ما خلت الارض بعد نوح من اثنی عشر فصاعداً یدفع اللہ بھم عن اھل الارض	حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے بارہ افراد سے یا زائد سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور کرتا رہا۔

۱۰۔ امام ابن منذر تفسیر میں بسندِ صحیح حضرت ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی	اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت نقل کیا

فلا یزال من ذریۃ ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام ناس علی الفطرۃ یعبلون اللہ	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ موجود رہے جو فطرت پر تھے اور وہ اللہ تعالی کی عبادت کرتے تھے۔

ان تین مذکورہ روایات میں "حضرت نوح کے بعد کی قید" اس لئے ہے کہ ان سے پہلے تمام لوگ ہدایت اور دین پر تھے۔

۱۱ ۔ امام بزار نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے تفاسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

کان الناس امۃ واحدۃ	تمام لوگ ایک ہی امت تھے۔

(البقرہ ۔ ۲۱۳)

کے تحت نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں ان میں تمام لوگ شریعت حقہ پر قائم رہے پھر لوگوں نے اختلاف شروع کیا تو اللہ تعالی نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور پھر یہ کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت یوں ہے

کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا (المستدرک، ۲ = ۵۹۳)	تمام لوگ ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے اختلاف کیا۔

۱۲ ۔ امام ابو یعلٰی، طبرانی اور ابنِ ابی حاتم نے بسندِ صحیح حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے

کان الناس امۃ واحدۃ	لوگ ایک ہی امت تھے۔

کے تحت نقل کیا

علی الاسلام کلھم	وہ تمام اسلام پر تھے۔

۱۳ ۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت مذکورہ کے تحت ذکر کیا' ہمیں اطلاع ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں ان میں تمام لوگ ہدات پر تھے اور شریعت حقہ پر تھے پھر لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا

وکان اول رسول ارسله الله الی اهل الارض	یہ پہلے رسول تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔

۱۴ ۔ ابن سعد نے طبقات میں دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

ما بین نوح الی آدم من الاباء کانوا علی الاسلام (الطبقات' ۱ = ۴۲)	حضرت نوح کے عہد سے لے کر حضرت آدم کے عہد تک تمام آباء اسلام پر تھے۔

ابن سعد نے بطریق سفیان بن سعید ثوری : اپنے والد سے انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔

بین آدم و نوح عشرۃ قرون کلھم علی الاسلام (الطبقات' ۱ = ۴۲)	حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس صدیاں ہیں وہ تمام کے تمام اسلام پر تھے۔

۱۶ - قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح' ۲۸)	اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

حضرت نوح کے بیٹے سام بالاتفاق مومن ہیں اور اس پر نص ہے کیونکہ انہوں نے اپنے والد گرامی کے ساتھ کشتی کے ذریعے نجات پائی اور اس میں نجات پانے والے مومن ہی تھے۔

۱۷ - قرآن مجید میں ہے

وجعلنا ذریته هم الباقین (الصافات' ۷۷)	اور ہم نے اس کی اولاد باقی رکھی۔

بلکہ حدیث میں ہے کہ وہ نبی تھے۔

اسے ابن سعد نے طبقات میں' زبیر بن بکار نے الموفقیات میں' ابنِ عساکر نے تاریخ میں کلبی سے نقل کیا ہے۔

ان کے بیٹے ارفخشند کے ایمان پر اثرِ ابنِ عباس میں تصریح ہے۔ جسے ابنِ عبدالحکم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا' اس میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام سے ملے انہوں نے انہیں یہ دعا دی

ان یجعل اللّٰه الملک والنبوة فی ولده	اللہ تعالٰی ان کی اولاد میں حکومت اور نبوت عطا فرمائے۔

ارفخشند کی اولاد سے تارخ تک سب کے ایمان پر آثار میں تصریح ہے۔

ابنِ سعد نے طبقات میں بطریق کلبی انہوں نے ابو صالح انہوں نے حضرت

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے اتر کر بستی میں تشریف لے گئے تو ہر ایک آدمی نے اپنا گھر بنایا' وہاں بازار کا نام "سوق الثمانین" (اسی افراد والا محلّہ) پڑ گیا۔ بنو قابیل تمام غرق ہو گئے۔ عہدِ حضرت آدم سے حضرت نوح تک تمام آباء اسلام پر ہی تھے۔ جب سوق الثمانین تنگ پڑ گیا لوگ بابل کی طرف گئے وہاں انہوں نے شہر آباد کر دیا حتیٰ کہ ان کی آبادی ایک لاکھ تک پہنچ گئی لیکن وہ تمام کے تمام اسلام پر ہی تھے اور وہ ہمیشہ اسلام پر ہی رہے حتیٰ کہ وہاں کا حکمران نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح بنا' تو نمرود نے انہیں بتوں کی پرستش کی طرف دعوت دی اور انہوں نے اسے قبول کیا۔ الطبقات' ۱ = ۴۴)

ان تمام روایات سے معلوم و واضح ہو رہا ہے کہ عہدِ آدم علیہ السلام سے لے کر زمانۂ نمرود تک حضور ﷺ کے تمام اجداد یقیناً مومن تھے اور اسی زمانہ میں حضرت ابراہیم اور آزر تھے تو اگر آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے تو اسے حضور ﷺ کے سلسلۂ نسب سے خارج کر دیا جائے اور اگر وہ چچا ہے تو پھر خارج کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آزر ان کا والد نہیں جیسا کہ پوری ایک جماعت سلف کا موقف ہے۔

آزر والد نہیں

ا۔ امام ابن ابی حاتم نے بسندِ ضعیف حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

واذ قال ابراہیم لابیہ آزر	اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو کہا۔

کے تحت نقل کیا۔

ان ابا ابراہیم لم یکن اسمہ آزر انما کان اسمہ تارخ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں ان کا نام تو تارخ ہی ہے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم' ۴ = ۱۳۲۵)

۲ ۔ امام ابنِ ابی شیبہ' ابن منذر' ابن ابی حاتم نے بعض طرق صحیحہ سے حضرت مجاھد سے نقل کیا۔

لیس آزر ابا ابراہیم
آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں۔
(تفسیر ابن ابی حاتم' ۴ = ۱۳۲۵)

۳ ۔ ابن منذر نے سند صحیح سے حضرت ابن جریج سے اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی

واذ قال ابراہیم لابیہ آزر
اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کو کہا۔

کے تحت نقل کیا

لیس آزر بابیہ انما ھو ابراہیم بن تارخ بن شارخ بن ناخور بن فاطم
آزر ان کا والد نہیں' بلکہ ابراہیم علیہ السلام تارخ کے بیٹے ہیں' وہ شارخ' وہ ناخور کے بیٹے اور وہ فاطم کے بیٹے ہیں۔

۴ ۔ امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح سے امام سدی سے نقل کیا ان سے کسی نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر ہیں تو انہوں نے فرمایا

بل اسمہ تارخ
نہیں ان کا نام تارخ ہے۔
(تفسیر ابنِ ابی حاتم' ۴ = ۱۳۲۴)

"اب" کا اطلاق چچا پر

عربی زبان میں "اب" کا اطلاق چچا پر معروف ہے اگرچہ مجاز ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ہے

ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک والہ اباءک ابراھیم واسمعیل واسحق (البقرہ ۔ ۱۳۳)

بلکہ تم میں کتنے موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے، بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پر "اب" کا اطلاق ہے حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں۔ اسی طرح "اب" کا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی ہوا ہے حالانکہ وہ ان کے دادا ہیں۔

امام ابنِ ابی حاتم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ جد پر "اب" کا اطلاق ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے یہی آیت "قالو نعبد الٰھک والہ ابائک" تلاوت کی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، ۱= ۲۴۰)

انہوں نے ہی حضرت ابوعالیہ سے باری تعالیٰ کے ارشاد گرامی

وانہ ابانک ابراہیم و اسمعیل

اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل

کے تحت نقل کیا

سمی العم ابا (ایضاً)

یہاں چچا کو "اب" کہا گیا ہے۔

انہوں نے ہی محمد بن کعب قرظی سے نقل کیا

الخال والد والعم والد — خالو والد اس طرح چچا بھی والا کہلاتا ہے۔ (ایضاً)

اور پھر انہوں نے یہی مذکورہ آیت پڑھی۔

امام ابنِ منذر نے تفسیر میں سندِ صحیح سے حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' جب مخالفین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے لکڑیاں جمع کیں حتیٰ کہ ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں لا رہی تھی جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے پڑھا حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل (میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ ہی سب سے کامل کارساز ہے) جب انہوں نے آپ کو ڈال دیا تو اللہ تعالٰی نے فرمایا

یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم (الانبیاء ۔ ٦٩) — اے آگ! ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر کہنے لگا تم میری وجہ سے بچ نکلے ہو تو اس آگ سے اللہ تعالٰی نے ایک انگارہ اس کی طرف بھیجا جو اس کے پاؤں پر لگا اور جلا کر راکھ کر دیا۔

یہاں تصریح ہے کہ وہ چچا تھا۔

ایک اہم فائدہ

یہ روایت بتا رہی ہے کہ وہ آگ کے واقعہ کے دنوں میں ہی ہلاک ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ہی فرما دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جب اس کا اللہ کا دشمن ہونا آشکار ہو گیا تو انہوں نے اس کے لئے دعا ترک کر دی تھی اور اس بارے میں بھی آثار ہیں کہ یہ بات آپ پر اس وقت آشکار ہوئی تھی جب وہ حالتِ شرک میں مر گیا اور اس کے بعد انہوں نے اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی۔

۱۔ امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

مازال ابراہیم علیہ السلام یستغفر لابیہ حتی مات فلما تبین لہ انہ عدو للہ فلم یستغفر لہ (تفسیر ابنِ ابی حاتم' ۶ = ۱۸۹۴)

ہمیشہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اب کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا جب حضرت ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن تھا تو پھر ان کے لئے بخشش کی دعا کبھی نہیں مانگی۔

۲۔ انہوں نے ہی حضرت محمد بن کعب' حضرت قتادہ' حضرت مجاہد اور امام حسن وغیرہ سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی زندگی میں ایمان کے امیدوار تھے لیکن جب وہ مر گیا تو آپ نے برأت کا اعلان فرما دیا۔
(تفسیر ابن حاتم' ۶ = ۱۸۹۵)

اس واقعۂ آگ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شام تشریف لے گئے۔ جیسے کہ قرآن میں نص ہے پھر کافی مدت بعد مصر آئے وہاں جابر بادشاہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا' وہاں سے حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ ملیں' پھر شام کی طرف

واپسی ہوئی' پھر اللہ تعالٰی نے آپ کو بیوی اور حضرت اسماعیل کو مکہ منتقل کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس پر عمل کیا اور یہ دعا کی۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموالصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفٰی علی اللّٰہ من شئی فی الارض ولا فی السماء الحمدللّٰہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل واسحٰق ان ربی لسمیع الدعاء رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب

(ابراہیم۔ ۳۷ تا ۴۱)

اے میرے رب!میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی' تیرے حرمت والے گھر کے پاس' اے ہمارے رب!اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔ تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ اے ہمارے رب!تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں۔ سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحٰق دیئے۔ بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ اے میرے رب!مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور میری کچھ اولاد کو' اے ہمارے رب!اور میری دعا سن لے' اے

ہمارے رب! مجھے بخش دے اور
میرے ماں باپ کو اور سب
مسلمانوں کو جس دن حساب قائم
ہو گا۔

یہاں واضح طور پر موجود ہے کہ انہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی اور ان کا یہ عمل چچا کی موت کے طویل مدت کے بعد کا ہے تو اس سے آشکار ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جس کے کفر اور حضرت ابراہیم کا اس کی مغفرت سے برأت کا اظہار ہے وہ ان کا چچا ہے نہ کہ والد حقیقی' اللہ تعالٰی کا شکر ہے جس نے اس کا شعور عطا فرمایا۔

۳۔ ابنِ سعد نے طبقات میں کلبی سے ذکر کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بابل سے شام کی طرف ہجرت کی تو اس وقت ان کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی پھر حران آئے اور وہاں کافی عرصہ رہے پھر وہ اردن میں کافی عرصہ قیام پذیر رہے پھر وہاں سے مصر آئے اور وہاں بھی طویل قیام کیا پھر شام لوٹ گئے تو ایلیاء اور فلسطین کے درمیان سات سال ٹھہرے' وہاں کے لوگوں نے آپ کو اذیت دی تو وہاں سے رملہ اور ایلیاء کے درمیان قیام پذیر ہوئے۔ (الطبقات' ۱ = ۴۶)

۴۔ ابنِ سعد نے واقدی سے بیان کیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔

مذکورہ دونوں روایات کو سامنے رکھیے اور دیکھیے واقعۂ آگ کے بعد ان کی ہجرت اور مکہ میں دعا کے درمیان پچاس سال سے زیادہ عرصہ بن جاتا ہے۔

تتمہ

پھر اولادِ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام میں دائماً توحید پر رہی، شیخ شہرستانی "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں دین ابراہیمی قائم رہا، عربوں کے ہاں ابتداءً توحید ہی معروف تھی سب سے پہلے جس نے دین ابراہیمی کو بدلا اور بت پرستی شروع کی وہ عمرو بن لحی ہے۔ (الملل والنحل ۲، =)

حدیث صحیح کی شہادت

میں کہتا ہوں اس بات پر صحیح حدیث شاھد ہے۔

۱۔ بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے عمرو لحی خزاعی کو دوزخ میں آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا۔

كان اول من سبب السوائب	یہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

۲۔ امام احمد نے مسند میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان اول من سبب السوائب وعبد الاصنام ابوخزاعة عمرو بن عامر (مسند احمد)	پہلا شخص جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے اس کا نام ابوخزاعہ عمرو بن عامر ہے۔

اور میں نے اسے آگ میں آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے۔

۳۔ ابنِ اسحاق اور ابنِ جریر نے تفاسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن جندب کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھا

انه اول من غیر دین ابراہیم (جامع البیان)	یہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی میں تبدیلی پیدا کی۔

ابنِ اسحاق کے الفاظ ہیں۔

انه کان اول من غیر دین اسماعیل فنصب الاوثان و بحر البحیرة و سبب السائبة و وصل الوصیلة وحمی الحامی	یہی پہلا شخص ہے جس نے دین اسمعیلی میں تبدیلی کرتے ہوئے بت پرستی شروع کی اور بتوں کے نام پر بحیرہ' سائبہ و صیلہ اور حام جانور چھوڑے۔

اس روایت کی دیگر اسناد بھی ہیں۔

۴ ۔ محدث بزار نے مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد لوگ اسلام پر ہی رہے' شیطان انہیں اسلام سے دور لے جانے کی کوشش میں رہا پھر اس نے تلبیہ میں ان کلمات کا اضافہ کروایا۔

لا شریک لک الا شریکا ھولک تملکه وما ملک	تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک کہ وہ بھی تیرا ہی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

ابلیس نے ہمیشہ کوشش جاری رکھی حتیٰ کہ انھیں اسلام سے خارج کر دیا۔

۵ ۔ امام سہیلی روض الانف میں کہتے ہیں عمرو بن لحی نے جب بیت اللہ پر قبضہ کیا' بنو جرھم کو مکہ سے نکال دیا' اہل عرب نے اسے اپنا رب بنا لیا وہ

جو بھی بدعت جاری کرتا اسے یہ اپنا لیتے کیونکہ یہ کھانا بھی کھلاتا اور موسم حج میں غلاف بھی چڑھاتا۔ (الروض الانف' ا = ۶۲)

۶ - ابنِ اسحاق نے ذکر کیا یہ پہلا شخص تھا جس نے حرمِ کعبہ میں بت داخل کیے اور لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف مائل کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تلبیہ کے الفاظ یہ تھے "لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک"

حتیٰ کہ عمرو بن لحی کا دور آیا جب وہ تلبیہ کہنے لگا تو شیطان بھی بوڑھے کی شکل میں آکر اس کے ساتھ تلبیہ کہنے لگا عمرو نے کہا لبیک لا شریک لک تو بوڑھے نے کہا

الا شریکا ھولک	مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے۔

عمرو نے اسے برا جانتے ہوئے کہا یہ کیا؟ بوڑھے نے کہا یہ پڑھو

تملکہ وما ملک	تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

کیونکہ یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں' عمرو نے یہ اضافہ قبول کر لیا وہاں سے عربوں میں جاری ہو گیا۔ (الروض الانف' ا = ۶۲)

۷ - حافظ عماد الدین بن کثیر تاریخ میں کہتے ہیں عرب دینِ ابراہیمی پر ہی تھے یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ پر قابض ہوا' اس نے حضور ﷺ کے اجداد سے بیت اللہ کی تولیت چھینی' اس نے بت پرستی کی ابتداء کی، عربوں میں گمراہیاں مثلاً بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا وغیرہ شروع کیں' تلبیہ میں اضافہ کیا۔

الا شریکا هولک تملکه وما ملک.	مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

سب سے پہلے یہ کلمات اسی نے کہے' عربوں نے اس کی اتباع میں شرک کیا تو یہ قومِ نوح اور سابقہ قوموں کی طرح بن گئے' ہاں ان میں کچھ دینِ ابراہیمی پر قائم رہے' بیت اللہ پر خزاعہ کا قبضہ تین سو سال تک رہا اور ان کا دور نہایت ہی بدتر تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ کے جدِامجد قصیٰ کا دور آیا انہوں نے ان کے خلاف جنگ کی' عربوں نے آپ کا ساتھ دیا اور ان سے ولایتِ کعبہ چھین لی لیکن عربوں نے عمرو بن لحئی کی ایجادات کو ترک نہ کیا مثلاً بتوں کی پرستش وغیرہ کیونکہ وہ اسے ہی دین تصور کرتے ہوئے اسے بدلنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

تو ان تمام روایات سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہدِ ابراہیمی سے لے کر زمانۂ عمرو تک حضور ﷺ کے آباء بالیقین مومن تھے۔ اب ہم بقیہ آباء اور مذکورہ گفتگو کی تفصیل ذکر کرنا چاہ رہے ہیں۔

امرِ ثانی

دوسرا امر جو ہماری اس مسلک میں مدد کرتا ہے۔ وہ ایسی آیات و روایات ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت اور اولاد کے بارے میں وارد ہیں۔

ا۔ پہلی آیت جو اس مسئلہ پر بڑی واضح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذ قال ابراہیم لابیہ وقومہ اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانہ سیھدین وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلھم یرجعون ○ (الزخرف - ۲۶ تا ۲۸)	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے۔ سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں۔

۱ - عبد بن حمید نے تفسیر میں سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے

وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ	اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا۔

کے تحت نقل کیا۔

لا الہ الا اللہ باقیۃ فی عقب ابراہیم	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد "لا الہ الا اللہ" ہمیشہ باقی رہا۔

۲ - عبد بن حمید، ابنِ جریر، ابنِ منذر نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" کے تحت نقل کیا کہ اس سے مراد "لا الہ الا اللہ" ہے۔ جامع البیان ۸۷ = ۲۹۹)

۳ - عبد بن حمید کہتے ہیں ہمیں یونس نے انہیں شیبان نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر ان کلمات میں نقل کی۔

شھادۃ ان لا الہ الا اللہ والتوحید لا یزال فی ذریتہ من یقولھا بعدہ	اس سے لا الہ الا اللہ کی شہادت اور توحید مراد ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہمیشہ یہ

عقیدہ رکھنے والے قائم رہے۔

۴ ۔ امام عبدالرزاق تفسیر میں حضرت معمر سے وہ حضرت قتادہ ﷺ سے اس فرمانِ الٰہی کی تفسیر میں یوں نقل کرتے ہیں

الاخلاص والتوحید لایزال فی ذریتہ من یوحد اللہ ویعبدہ	اس سے مراد اخلاص اور توحید ہے۔ اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل اور اس کی عبادت کرتے رہے۔

۵ ۔ ابن منذر نے اسے نقل کر کے کہا' ابن جریج نے عقب ابراہیم کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا۔

فلم یزل بعد فی ذریتہ ابراہیم من یقول لا الہ الا اللہ	ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ایسے لوگ موجود رہے جو لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

پھر لکھا کہ لوگوں نے اس کی تفسیر میں کہا

فلم یزل ناس من ذریتہ علی الفطرۃ یعبدون اللہ تعالیٰ حتی تقوم الساعۃ	حضرت ابراہیم کی اولاد میں کچھ لوگ فطرت پر رہتے ہوئے قیامت تک اللہ ہی کی عبادت کریں گے۔

۶ ۔ امام عبد بن حمید نے امام زہری سے اس آیت کے تحت نقل کیا

العقب ولدہ الذکور والاناث واولاد الذکور	عقب سے مراد ان کی اولاد ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

۷ ۔ حضرت عطا سے انہوں نے نقل کیا

العقب ولدہ وعقبہ — عقب سے مراد ان کی اولاد اور رشتہ دار ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

واذ قال ابراہیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم ' ۳۵)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب! اس شہر کو امان والا کر دے۔ اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

۱۔ ابنِ جریر نے تفسیر میں حضرت مجاھد سے اس آیت کے تحت نقل کیا' اللہ تعالیٰ نے اولاد کے حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی' ان کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہ کی' ان کی دعا کی برکت سے شہر کو امن والا بنا دیا' اس کے اہل کو پھل عطا فرمائے اور انہیں امام بنا دیا اور ان کی اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دیا۔ (جامع البیان' ۸ = ۲۹۹)

۲۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت وھب بن منبہ سے نقل کیا جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انہوں نے وحشت محسوس کی پھر بیت اللہ شریف کے بارے میں طویل ذکر کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو امت واحدہ' میرے حکم کو تسلیم کرنے والا' میرے راستہ کی طرف دعوت دینے والا بنایا ہے اور میں نے اسے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے' میں نے ان کی اولاد اور ذریت کے حوالے سے ان کی دعا کو قبول کیا ہے' ان میں انہیں شفیع بنایا' انہی کو میں نے اس گھر کا والی و محافظ مقرر فرمایا ہے۔ (شعب الایمان' ۳ = ۴۳۲)

یہ روایت حضرت مجاھد کے قولِ مذکور کے بالکل موافق ہے۔ اس میں

کوئی شک ہی نہیں بیت اللہ کی ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضور ﷺ کے اجداد کے ساتھ مخصوص رہی۔ یہاں تک کہ عمرو خزاعی نے یہ چھینی اور پھر اسی خاندان میں لوٹ آئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے حوالے سے جو فضیلت ذکر ہوئی حضور ﷺ کا سلسلۂ اجداد سب سے زیادہ اس کے لائق ہے کیونکہ وہی منتخب لوگ ہیں اور انہی میں نور نبوت منتقل ہوتا رہا تو انہی کا استحقاق ہے کہ ان الفاظِ قرآنی کے مصداق ہوں۔

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی — اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو۔

۳ ۔ امام ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا کہ اولادِ اسمٰعیل میں سے کسی نے بتوں کی پوجا کی؟ تو فرمایا ہرگز نہیں کیا تم نے یہ الفاظِ قرآنی نہیں پڑھے۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

عرض کیا گیا تو اس میں اولاد اسحاق اور بقیہ اولادِ ابراہیم کیوں شامل نہیں؟ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کے اہل کے لئے دعا کی تھی کہ جب وہ یہاں آباد ہوں تو وہ بت پرستی نہ کریں۔ الفاظ ہیں

اجعل ھذا البلد آمنا — اس شہر کو امن والا بنا دے۔

تمام شہروں کے لئے یہ دعا نہ تھی۔

واجنبی و بنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔

پھر اپنے اہل کو مخصوص کرتے ہوئے عرض کیا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیمو الصلوۃ	اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ کے اس جواب میں بار بار غور و تدبر کریں اور وہ آئمۂ مجتہدین میں سے ہیں اور ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں۔

۳ ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حکایت فرمائی

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی (ابراہیم' ۴۰)	اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

امام ابن منذر نے حضرت ابن جریج سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا۔

فلن تزال من ذریۃ ابراہیم ناسٌ علی الفطرۃ یعبدون اللہ تعالیٰ	ہمیشہ سے اولاد ابراہیم میں کچھ لوگ فطرت پر رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے تھے۔

۴ ۔ امام ابو الشیخ نے تفسیر میں حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا جب ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تو انہوں نے فرمایا

یویلتیءالد وانا عجوز و ھذا بعلی شیخا ان ھذا لشئی عجیب (ھود' ۷۲)	خرابی کیا میرے بچہ ہو گا اور میں بوڑھی ہوں۔ اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے' بے شک یہ تو اچنبھے کی بات ہے۔

انہوں نے جواباً فرمایا

اتعجبین من امر اللّٰہ رحمت اللّٰہ وبرکتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید (ھود ۔ ۷۳)	کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور برکات ہیں' بلاشبہ وہ ذات صاحب حمد و بزرگی ہے۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا

فھو لقولہ تعالٰی وجعلھا کلمۃً باقیۃ فی عقبہ	تو یہ بھی اس فرمان بار تعالٰی کی طرح ہے کہ اس نے ان کے لئے کلمہ باقی رکھا ہے۔

تو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی آل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقب میں شامل و داخل ہیں۔

ابنِ حبیب نے تاریخ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے' عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور ان کی اہل ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔

فلا تذکروھم الا بخیر	تو ان تمام کا تذکرہ اچھا ہی کیا کرو۔

امام ابو جعفر طبری وغیرہ نے لکھا' اللہ تعالٰی نے ارمیاہ کی طرف وحی فرمائی کہ تم بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ میں نے تمہیں عرب پر مسلط کر دیا ہے

ہوں گے اور انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیتے' ان سے ایک شعر بھی منقول ہے۔

یالیتنی شاھد نجوا دعوتہ اذا قریش ترید الحق خذلانا

(کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ ﷺ قریش کے سامنے اپنی دعوت رکھیں گے اور وہ اسے قبول نہ کرتے ہوئے پست کرنے کی کوشش کریں گے)

یہ بھی لکھا امام ماوردی نے یہی بات محمد بن کعب سے "اعلام النبوۃ ۱۵۵" میں ذکر کی ہے۔ (الروض الانف' ۱-۶)

امام ابونعیم نے بھی

بندہ کے مطالعہ کے مطابق اسے امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت کعب اور حضور ﷺ کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔ (دلائل النبوۃ' ۱ = ۹۰)

ماوردی ہمارے آئمہ میں سے ہیں۔ "الحاوی الکبیر" جیسی اہم کتاب کے مصنف ہیں۔ ان کی کتاب "اعلام النبوۃ" ہے جو ایک ہی جلد میں ہے لیکن کثیر الفوائد ہے۔ بندہ نے وہ کتاب دیکھی بلکہ اس سے میں نے اس رسالہ میں مواد بھی نقل کیا ہے۔

خلاصۂ کلام

اب تک اس تفصیلی گفتگو سے حاصل یہ ہوا کہ عہدِ ابراہیمی سے لے کر عہد کعب بن لؤی تک حضور ﷺ کے تمام آباء دینِ ابراہیمی پر ہی تھے' ان کے صاحبزادے مرۃ بن کعب بھی بلاشبہ اسی دین پر ہوں گے کیونکہ ان کے والد نے ایمان کی وصیت کی تھی' باقی مرۃ اور عبدالمطلب کے درمیان چار آباء رہ جاتے

ہیں، کلاب، قصیٰ، عبد مناف اور ہشام، ان کے بارے میں بندہ کی نظر میں کوئی تصریح نہیں گزری نہ ایمان کے بارے میں اور نہ خلاف ایمان۔

حضرت عبدالمطلب میں تین اقوال

حضرت عبدالمطلب کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ یہی مختار بھی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی اس حدیث کی بناء پر جو بخاری وغیرہ میں ہے۔

۲۔ یہ توحید اور ملتِ ابراہیمی پر ہی تھے، امام فخرالدین رازی کی گفتگو اور سابقہ آیات کے تحت حضرت مجاہد، سفیان بن عیینہ کی جو تشریح آئی ہے وہ اس کی تائید کرتی ہے۔

۳۔ بعثتِ نبوی کے بعد انہیں بھی زندہ کیا گیا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اسلام لانے کے بعد پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اسے ابن سید الناس نے ذکر کیا لیکن یہ قول نہایت ہی ضعیف و کمزور ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ اس پر کوئی حدیث شاہد ہے نہ ضعیف اور نہ غیر ضعیف، آئمہ اہل سنت میں سے کسی کا یہ قول بھی نہیں ہاں بعض شیعہ کی طرف سے یہ منقول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین نے صرف دو اقوال کا ذکر ہی کیا، تیسرے قول سے خاموشی اختیار کی کیونکہ شیعہ کے قول اور اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام سہیلی کی تحقیق

امام سہیلی نے "روض الانف" میں کہا صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ موت کے وقت ابوطالب کے ہاں داخل ہوئے اس وقت ان کے پاس ابوجہل اور ابن ابی امیہ تھے فرمایا چچا لا الہ الا اللہ کہہ دو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری گواہی دوں، ابوجہل اور ابن ابی امیہ نے کہا اے ابو طالب! کیا تم

ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو تو انہوں نے کہا میں ملت عبدالمطلب پر ہی ہوں۔ پھر فرمایا اس حدیث کا ظاہر بتا رہا ہے کہ عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا تھا پھر کہا میں نے مسعودی کی بعض کتب میں عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے۔ یہ بھی ان کے بارے میں کہا گیا انہوں نے چونکہ حضور ﷺ سے دلائل نبوت کا مشاہدہ کیا اور جان لیا کہ آپ ﷺ توحید لے کر ہی مبعوث ہوئے ہیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر فوت ہوئے۔ (واللہ اعلم)

لیکن سند بزار اور کتاب النسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ کو اس موقعہ پر فرمایا جب وہ کسی انصاری کی تعزیت کے لئے گئی تھیں' کیا تم قبرستان تک گئی تھیں؟ عرض کیا نہیں' فرمایا اگر تم قبرستان تک چلی جاتیں تو جنت نہ دیکھتیں حتیٰ کہ تیرے والد کا دادا اسے دیکھ لے۔ پھر کہا امام ابوداؤد نے یہی روایت ذکر کی مگر "حتی یراھا جد ابیک" کے کلمات نقل نہیں کئے۔ (ابوداؤد' ۲ ۔ ۸۸)

آگے کہا غور کیجئے آپ ﷺ نے "تیرے والد کا دادا" فرمایا' یہ نہیں فرمایا "تیرا دادا" یہ اس حدیث ضعیف کی تقویت کا سبب ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والد اور والدہ دونوں کو زندہ فرمایا اور دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

آگے چل کر لکھا' ممکن ہے آپ ﷺ کا مقصد خوف دلانا ہو کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان عالی حق ہے' حالانکہ قبرستان تک جانے سے آدمی کا دائمی طور پر دوزخی ہو جانا لازم نہیں آتا۔ (یہ تمام گفتگو امام سہیلی کی تھی) (الروض الانف' ۱ ۔ ۲۵۹)

امام شہرستانی کی گفتگو

امام شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر نور نبی ﷺ کا ظہور ہوتا تھا۔ اس نور کی برکت سے انہوں نے بیٹے کی قربانی کی نذر

مانی' اس کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ترکِ ظلم و سرکشی کا حکم دیتے' انہیں اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے اور گھٹیا امور سے منع فرماتے' اسی نور کی برکت سے انہوں نے اپنی نصائح میں کہا کوئی ظالم بدلہ کے بغیر اس دنیا سے نہیں جا سکتا' لیکن جب ایک ایسا ظالم فوت ہوا جس سے انتقام نہیں لیا گیا تھا' حضرت عبدالمطلب سے اس بارے میں عرض کیا تو انہوں نے غور کے بعد فرمایا

واللہ ان وراء ھذہ الدار دار یجزی	اللہ کی قسم ! اس جہاں کے بعد
فیھا المحسن باحسانہ ویعاقب	ایک جہان ہے جس میں اچھے کو
فیھا المسئی باساءتہ	اچھائی پر جزا اور برے کو برائی پر
	سزا دی جائے گی۔

اس نور کی برکت سے انہوں نے ابرہہ سے کہا تھا اس بیت اللہ کا مالک رب ہے جو اس کی حفاظت فرمائے گا۔ جبل ابو قیس پر چڑھے اور کہا

اللھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع رحالک
لا یغلبن صلیبھم ومحالھم عدوا محالک
فانصر علی آل الصلیب دعا بدیہ الیوم الک

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے مرکز کی حفاظت فرما' دشمنوں کی صلیب تیرے مقام پر غالب نہ آئے' اہل صلیب کے خلاف آج اپنے ماننے والوں کی مدد فرما) (الملل و النحل' ۲ = ۲۴۸)

اس کی تائید

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ دیت دس اونٹ ہوا کرتی تھی حضرت عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنھوں نے نفس کی دیت سو اونٹ مقرر کی اس کے بعد قریش اور عربوں میں سو اونٹ دیت ہی جاری ہو گئی۔

اقربا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الطبقات' ۱ = ۸۹) — اس کو ہی رسول اللہ ﷺ نے ثابت رکھا۔

اس کے ساتھ یہ جملہ بھی ملاؤ جو یومِ حنین کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

(میں سچا نبی ہوں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔)

کافر آباء کی طرف انتساب منع ہے

امام فخرالدین رازی اور ان کے موافقین کی تائید میں یہ سب سے قوی دلیل ہے کیونکہ احادیث میں کافر آباء کی نسبت سے منع کیا گیا ہے۔

۱ ۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے نقل کیا' حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دو آدمیوں نے اپنا انتساب کرتے ہوئے کہا انا فلاں بن فلاں' انا فلاں بن فلاں تو آپ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں دو آدمیوں نے انتساب کیا ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں نو آباء تک کہا' دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں اسلام ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان انتساب کرنے والوں کا حکم یہ ہے جس نے نو تک انتساب کیا ہے وہ نو بھی دوزخی ہیں اور یہ دسواں دوزخی ہے اور جس نے دو تک انتساب کیا ہے تو تیسرا جنتی ہے۔ (شعب الایمان' ۴ = ۲۸۷)

۲ ۔ امام بیہقی نے حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نو کافر آباء تک انتساب کیا اس سے مقصد عزت و شرافت ہو۔

فھو عاشر ھم فی النار — تو وہ دسواں دوزخی ہو گا۔

(ایضاً)

۳۔ انہوں نے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ان آباء پر فخر نہ کرو جو دورِ جاہلیت میں فوت ہوئے قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ناک کے ساتھ گوبر باندھ لینا ایسے آباء سے کہیں بہتر ہے۔ (شعب الایمان' ۴ = ۲۸۶)

۴۔ انہوں نے ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا عیب اور آباء پر فخر ختم فرما دیا' ان لوگوں پر فخر کرنے سے باز رہو کیونکہ وہ جہنم کے کوئلے ہیں۔

(شعب الایمان' ۴ = ۲۸۵)

اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں اس پر سب سے واضح وہ روایت ہے جو بیہقی نے شعب الایمان میں امام مسلم کے حوالے سے بیان کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا چار امور جاہلیت کے ترک نہیں کئے جائیں گے ان میں سے ایک اپنے خاندان پر فخر کرنا ہے۔ (شعب الایمان' ۴ = ۲۹۰)

تعارض نہیں ہے

اس کے بعد کہا اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بنو ہاشم کے انتخاب پر فخر فرمایا ہے تو اس کے جواب میں امام حلیمی نے فرمایا آپ ﷺ کا مقصد فخر نہ تھا بلکہ مذکور افراد کے مقامات اور درجات کا تذکرہ تھا جیسے کوئی آدمی کہتا ہے میرے والد مجتہد ہیں تو اس سے فخر مراد نہیں بلکہ وہ اپنے والد کا امتیاز بیان کر رہا ہے۔

پھر کہا اس میں' اپنی ذاتِ اقدس اور اپنے آباء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی نوازشات پر شکریہ بھی ہے' اس میں ہرگز فخر و تکبر [illegible]

الایمان' ۴ = ۲۹۱)

امام حلیمی کا فرمان اس سے آباء کے درجات اور مقامات کا تذکرہ یا اپنی ذات اور آباء پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکریہ ہے۔

یہ امام فخر الدین رازی کے قول و مسلک کی واضح طور پر تائید کر رہا ہے۔ کہ آپ ﷺ کے تمام آباء مسلمان ہیں کیونکہ انتخاب و فضیلت صرف اور صرف اہل توحید ہی کو ہو سکتی ہے۔

ہاں بلاشبہ عبدالمطلب کے حق میں ترجیح دینا بہت مشکل ہے کیونکہ حدیث بخاری مخالف قوی ہے جس میں ہے کہ ابوجہل نے حضرت ابوطالب کو ایمان لانے سے منع کرتے ہوئے کہا تھا کیا تم ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو اگر اس میں تاویل کرو تو وہ قریب نہ ہو گی اور بعید تاویل کو اہل اصول نہیں مانتے، یہی وجہ ہے جب امام بیہقی نے ادلہ کے درمیان سخت تعارض دیکھا اور ترجیح نہ دے سکے تو انہوں نے توقف اختیار کر لیا۔ یہ واضح کر رہا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بارے میں چوتھا قول کیا جائے اور وہ توقف (خاموشی) ہے۔

نوٹ :۔ یہاں اہلِ علم نے فرمایا کہ ابوطالب کے دور میں اعلانِ نبوت ہو چکا تھا۔ اب انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری تھا اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ میں ملتِ موسیٰ پر ہوں' تب بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہاں عبدالمطلب کے دور میں بعثت نہ ہوئی تھی اس لئے وہ صاحبِ نجات ہوں گے۔ (قادری غفرلہ)

حضرت عبداللہ کے بارے میں ترجیح

بندہ کے ذہن میں روایت مذکور کی دو ترجیہاتِ بعیدہ اکثر آئی ہیں مگر میں نے انہیں ترک کر دیا۔ رہا حدیث نسائی کا مسئلہ تو اس کی تاویل قریب

ہے' سہیلی نے بابِ تاویل کھولا مگر اسے نبھا نہ سکے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ترجیح آسان ہے حالانکہ وہاں بھی حدیث مسلم معارض قوی ہے کیونکہ اس میں جو کچھ سہیلی نے کہا وہ نہایت ہی واضح طور پر تاویل قریب ہے اور تاویل کی ترجیح پر دلائل موجود ہیں لہٰذا تاویل کو اپنانا آسان ہے۔ واللہ اعلم

امام ابوالحسن ماوردی کی گفتگو

پھر بندہ نے امام ابوالحسن ماوردی کو پڑھا انہوں نے امام فخرالدین رازی جیسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا (اگرچہ تصریح نہیں کی)

تمام انبیاء علیہم السلام تمام بندوں سے منتخب اور تمام مخلوق سے بہتر ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کی ادائیگی اور مخلوق کی رہنمائی کا ذمہ دار بنایا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ انہیں اعلیٰ عناصر سے ترکیب دیتا ہے اور انہیں محکم امور سے مزین فرماتا ہے' ان کے نسب میں کوئی کمی نہیں ہوتی' ان کے منصب پر کوئی طعن نہیں ہوتا تاکہ دل ان کی طرف مائل ہوں' نفوس ان کے لئے بچھ جائیں' تو اب لوگ ان کی بات کو جلدی سنیں گے اور ان کے احکام کی زیادہ پیروی کریں گے۔ (اعلام النبوۃ ' ۱۵۲)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو طیب خاندان سے بنایا' ہر قسم کے فواحش کی میل سے بھی محفوظ رکھا۔

ونقله من اصلاب طاہرۃ الی ارحام منزھۃ	اور آپ ﷺ کو پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا۔

(اعلام النبوۃ ۔ ۱۶۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

وتقلب فی الساجدین (الشعراء۔ ۲۱۹)

اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا۔

کے بارے میں منقول ہے۔

ای تقلب من اصلاب طاہرۃ من اب بعد اب الی ان جعلک نبیا

کہ اس سے مراد پاک پشتوں میں "اب" در "اب" منتقل ہونا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نبی بنائے گئے۔

تو آپ ﷺ کا نورِ نبوت آپ ﷺ کے آباء میں ظاہر و روشن تھا۔ پھر آپ ﷺ کے ساتھ کوئی بہن بھائی شریک نہیں تاکہ والدین کا انتخاب فقط آپ ﷺ کے لئے ہو اور ان کا نسب فقط آپ ﷺ تک ہی محدود رہے تاکہ وہ نسب فقط اسی ذات تک رہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی اعلیٰ اور اکمل درجہ نبوت کا عطا فرماتا ہے' اگر اس میں کوئی شریک یا مماثل ہو جاتا تو یہ کامل درجہ نہ رہتا' یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا آپ ﷺ کے بچپن میں وصال ہو گیا' والد ماجد کا اس وقت وصال ہوا جب آپ ﷺ بصورت حمل تھے اور والدہ ماجدہ کا وصال اس وقت ہوا جب آپ ﷺ کی عمر شریف چھ سال تھی' جب تم نے آپ ﷺ کے نسب کا شان اور طہارتِ مولد کو جان لیا تو اب یقین کر لو کہ آپ ﷺ اپنے اعلیٰ آباء کا ثمر ہیں' آپ ﷺ کے آباء میں کوئی ذلیل' متکبر اور بدمست نہیں بلکہ وہ سارے کے سارے سردار اور قائد تھے! نسب کا اعلیٰ ہونا اور طہارتِ مولد یہ دونوں نبوت کی شرائط میں سے ہیں۔ (اعلام النبوۃ۔ ۱۶۹)

شیخ ابو جعفر نحاس "معانی القرآن" میں اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان

وتقلبک فی الساجدین   اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں
(الشعراء ۔ ۲۱۹)   منتقل ہونا۔

کے تحت لکھتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

تقلبه فی الظهور حتی اخرجه   یہ آپ ﷺ کا ظہور کی طرف
نبیا   منتقل ہونا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ
بصورت نبی تشریف فرما ہوئے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا ہی خوب فرمایا

تنقل احمد نوراً عظیما   تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا   الی ان جاء خیر المرسلینا

(عظیم نور احمد ہی سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا رہا اور ہر دور میں ان میں منتقل ہوتا ہوا بصورت خیر المرسلین ظہور پذیر ہوا)

انہوں نے یہ بھی فرمایا

حفظ الا له کرامة لمحمد   آباه الا مجاد صونا السمه
ترکوا السفاح فلم یصیبهم عار   من آدم والی ابیه وا مه

(اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے آباء کی حضور ﷺ کی وجہ سے حفاظت فرمائی۔
انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والدین تک نکاح کا راستہ ہی اختیار کیا)

صاحب بردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کیف ترقی رقیک الانبیاء   یاسماء طاولتها سماء
لم یساووک فی علاک وقد   حال سماء منک دونهم وسماء
انما مثلوا صفاتک للناس   کما مثل النجوم الماء

انت مصباح کل فضل فما تصدر الا عن ضوئک الاضواء
لک ذات العلوم من عالم الغیب ومنها لآدم الاسماء
ولم تزل فی ضمائر الغیب یختار لک الامہات والاباء
مامضت فترة من الرسل الا بشرت قومها بک الانبیاء
تتباھی بک العصور و تسمو بک علیاء بعدھا علیاء
وبدا للوجود منک کریم من کریم آباؤہ کرماء
نسب تحسب العلی بحلاہ قلائدھا نجومھا الجوزاء
ومنھا فھنیئا بہ الامنة الفضل الذی شرفت بہ حواء
من الحواء أنھا حملت احمد او انھا بہ نفسا
یوم نالت بوضعه ابنة وھب من فخار مالم تنله النساء
واتت قومھا بافضل مما حملت قبل مریم العذراء

فائدہ

امام ابن ابی حاتم تفسیر میں کہتے ہیں مجھے والد گرامی نے ان سے موسیٰ بن ایوب نصیبی نے انہیں حمزہ نے ان سے عثمان بن عطا نے اپنے والد سے بیان کیا حضور ﷺ اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان انچاس آباء ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

امرِ ثالث

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے حوالے سے خصوصاً ایک روایت ہے جسے امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں سندِ ضعیف سے بطریق زہری انہوں نے ام سماعہ بنت ابی رھم سے انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا۔ میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مرضِ وصال میں ان کے پاس تھی' اس وقت حضور ﷺ کی عمر پانچ سال تھی' آپ ﷺ ان کے سرِ اقدس کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

بارک اللّٰہ فیک من غلام   یا ابن الذی من حومة الحمام

(اے نوجوان! تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے' تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی)

نجابعون الملک المنعام   فودی غداۃ الضرب بالسھام

(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)

بمائة من ابل سوام   ان صح ما ابصرت فی المنام

(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام   من عندی ذی الجلال والاکرام

(تم لوگوں کی طرف رسول ہو' اللہ صاحبِ جلال و اکرام کی طرف سے)

تبعث فی الحل و فی الحرام   تبعث بالتحقیق والاسلام

(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا ہے)

دین ابیک البرء ابراھام   فاللّٰہ انھاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم کا دینِ اعلیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع

(فرمایا)

ان لا توالیها مع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر فرمایا ہر زندہ فنا ہو گا پرانا اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں' میں فوت ہو رہی ہوں' لیکن میرا ذکر باقی رہے گا' میں خیر چھوڑے جا رہی ہوں' میں نے پاک کو جنا ہے' اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔ ہم نے جنات سے یہ اشعار سنے۔

تبکی لفتاة البرة الامینه ذات الجمال العفه الرزینه

(نیک اور امین خاتون رو دی۔ اور وہ صاحب جمال و عفیفہ ہیں)

زوجة عبداللہ والقرینه ام نبی اللہ ذی السکینه

(ان کے شوہر عبداللہ ہیں اور وہ صاحب مقام نبی کی والدہ ہیں)

وصاحب المنبر فی المدینه صارت لدی حضرتها رهینه

(وہ نبی مدینہ کے صاحب منبر ہیں اور یہاں اس قبر میں مدفون ہیں)

آپ نے ملاحظہ فرمایا' یہ تمام گفتگو بتوں کی عبادت کی ممانعت اور دینِ ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام دے کر لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ تمام شرک کی نفی پر شاہد ہے۔

پھر میں نے تمام انبیاء کی ماؤں کے متعلق مطالعہ کیا تو ان تمام کو مومن پایا۔ حضرت اسحٰق' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی والدہ اور حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ' حضرت حواء ان تمام کا ذکر قرآن مجید میں ہے' بلکہ ان کے نبی ہونے کا بھی قول کیا گیا ہے۔ اور احادیث حضرت اسمٰعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ اور حضرت یعقوب کی والدہ' حضرت

داود' حضرت سلیمان' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت شمویل' حضرت شمعون' اور حضرت ذوالکفل کی ماؤں کے ایمان کے بارے میں وارد ہیں۔

اور بعض مفسرین نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی ماؤں کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ اور امام ابن حیان نے تفسیر میں اسے ترجیح دی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے پیچھے گزرا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی کافر نہیں۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے کہا

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا	اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے' میرے والدین کو اور اسے
(نوح' ۲۸)	جو حالت ایمان میں میرے گھر داخل ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب	اے میرے پروردگار! مجھے معاف فرما دے' میرے والدین کو اور
(ابراہیم۔ ۴۱)	تمام اہل ایمان کو اس دن جب حساب ہو گا۔

قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس دعا پر معذرت کی ہے وہ صرف "اب" کے لئے تھی وہاں والدہ کا معاملہ نہیں تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ مومن تھیں۔

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح کہتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ اسرائیل کی اولاد میں دس انبیاء ہیں نوح' ھود' صالح' لوط'

شعیب' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور حضور علیہم الصلاۃ والسلام اور بنو اسرائیل تمام کے تمام اہل ایمان تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک ان میں کوئی کافر نہیں' پھر ان میں سے کچھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا تو بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کی مائیں صاحب ایمان ٹھہریں اور یہ واضح رہے کہ غالب انبیاء بنی اسرائیل' انبیاء کی یا ان کی اولاد ہیں' کیونکہ ان میں نبوت نسل در نسل تھی جیسا کہ روایات سے معروف ہے۔

ان دس مذکور کے علاوہ حضرت نوح' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت ہے۔ باقی حضرت ہود' صالح' لوط اور شعیب علیہم السلام کی ماؤں کا معاملہ تو اس پر نقل یا دلیل کی ضرورت ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ بھی صاحبِ ایمان ہوں گی۔ اسی طرح رسالت مآب ﷺ کی والدہ ماجدہ کا حکم ہے۔

نور کا مشاہدہ

اور اس میں راز و حکمت یہ ہے کہ ان تمام نے نور کا مشاہدہ کیا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔

امام احمد' بزار' طبرانی' حاکم اور بیہقی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم ابھی مٹی میں تھے۔ میں تمہیں بتاؤں میں حضرت ابراہیم کی دعا' حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔

وکذلک امہات النبیین یرین — اسی طرح تمام انبیاء کی ماؤں نے نور کا مشاہدہ کیا۔

(المستدرک' ۲ = ۴۵۳)

والدہ ماجدہ کے مشاہدات

حضور ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور انہوں نے بحالت حمل اور ولادت جن عظیم نشانیوں اور آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا وہ دیگر انبیاء کی ماؤں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اس کا تفصیلی تذکرہ ہم نے اپنی کتاب "المعجزات" میں کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے فرمایا، آپ ﷺ کو جس نے دودھ پلایا، اسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور کہا آپ ﷺ کی رضاعی مائیں چار ہیں، آپ کی حقیقی والدہ، حضرت حلیمہ سعدیہ، حضرت ثویبہ اور حضرت ایمن رضی اللہ عنہن

اعتراضات

ان روایات کا کیا مفہوم ہے جو ان کے کفر اور دوزخی ہونے پر شاہد ہیں؟

۱۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کاش مجھے علم ہو کہ میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ولا تسئل عن اصحاب الجحیم — تم سے اصحاب جحیم کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ (البقرہ۔ ۱۱۹)

۲۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ کی بخشش کے لئے دعا کی تو جبریل نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا شرک پر فوت ہونے والے کے لئے دعا نہ کیا کرو۔

۳۔ یہ مروی ہے کہ یہ آیت مبارکہ اس سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔

٭ کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین (التوبہ' ۱۱۳)	کسی نبی اور اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ شرک کرنے والوں کے لئے بخشش کی دعا کریں۔

۴ ۔ آپ ﷺ نے ملیکہ کے بیٹوں کو کہا تھا تمہاری ماں دوزخ میں ہے ان پر یہ بات شاق گزری تو فرمایا میری والدہ بھی تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔

علمی اور تحقیقی جوابات

یہ جو کچھ بیان ہے یہ نہایت ہی ضعیف ہے' حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے حوالے سے اس طرح کی کوئی شئی بھی صحت کے ساتھ ثابت نہیں ماسوائے اس روایت کے جس میں ہے کہ آپ ﷺ کو ان کی مغفرت کی دعا کی اجازت نہ ملی' اور اس سلسلہ میں حدیث مسلم کے علاوہ کوئی چیز بھی صحیح نہیں اور ان کا جواب عنقریب آ رہا ہے۔ آیئے تفصیلاً جوابات ملاحظہ کر لیجئے۔

پہلے اعتراض کا جواب

ا ۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ کاش میرے والدین کے بارے میں مجھے معلوم ہو جائے' پر آیت ولا تسئل (الخ) نازل ہوئی۔

اس روایت کو کسی معتمد حدیث کی کتاب میں نقل نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض تفاسیر میں سندِ منقطع سے اسے نقل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال اور اس پر اعتماد کسی طرح بھی درست نہیں' اگر ہم بھی اسی طرح کی شدید ضعیف روایات سے اس کا معارضہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ مثلاً شیخ ابن جوزی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریل امین نے آ کر مجھے کہا اللہ تعالیٰ سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ کے ہر

حلب پر جہاں آپ ﷺ ٹھہرے اور ہر رحم پر جہاں آپ ﷺ کا حمل رہا اور گود پر جس نے کفالت کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔ (الموضوعات' ۱ = ۲۸۳)

تو اب کمزور روایت کا کمزور سے معارضہ ہو جائے گا لیکن ہم اسے پسند ہی نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے استدلال پر ہم مطمئن ہیں۔

۲۔ اصول کی بناء پر تردید

یہ شانِ نزول دیگر اصولوں اور بلاغت اور اسرار بیان کی بناء پر مردود ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد جس قدر آیات ہیں وہ تمام کی تمام یہود کے بارے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون (البقرہ ۔ ۴۰)	اے بنی اسرائیل ! یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم پر کی اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور مجھ سے ہی ڈرو۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان

واذ ابتلی ابراھیم ربہ (البقرہ ۔ ۱۲۴)	اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے آزمائش میں ڈالا۔

تک تمام میں یہود کا تذکرہ ہے' اسی لئے جیسے ابتدا میں کہا اسی طرح انتہا پر بھی فرمایا

یبنی اسرائیل اذکروانعمتی التی انعمت علیکم (البقرہ ۔ ۴۰)	اے بنی اسرائیل! میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی۔

روایت میں تصریح

اس بات کی تصریح ایک اثر میں موجود ہے۔ عبد بن حمید' فریابی' ابن جریر اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں حضرت مجاھد سے نقل کیا فرمایا سورۃ البقرہ کی ابتدائی چار آیات میں اہلِ ایمان کی مدح' دو آیات میں کفار کی مذمت' تیرہ آیات میں منافقین کی مذمت اور چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے۔ (جامع البیان)

لفظ جحیم سے تائید

اس کی مزید تاکید یوں بھی ہوئی ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے اور اس میں اکثر خطاب یہود ہی سے ہے۔ ایک اور بات جو ہماری تائید کر رہی ہے وہ لفظ جحیم ہے جو لغت اور روایات کی بناء پر واضح ہے کہ وہ دوزخ کا بہت بڑا درجہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے اللہ تعالٰی کے فرمان اصحاب الجحیم کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

ما عظم من النار — یہ دوزخ کا بڑا گھٹیا درجہ ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالٰی کے مبارک فرمان

لها سبعة ابواب — دوزخ کے سات درجے ہیں۔

(الحجر - ۴۴)

کے تحت نقل کیا سب سے پہلا جہنم' دوسرا لظی' تیسرا حطمہ' چوتھا سعیر' پانچواں سقر' چھٹا جحیم اور ساتواں ھاویہ

اس کے بعد فرمایا

الجحيم فيها ابوجهل — اس جحیم میں ابوجہل ہو گا۔

(جامع البیان' ۸ = ۴۷)

یاد رہے اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

تو دوزخ کے اس درجہ کے لائق وہی شخص ہو گا جس کا کفر عظیم' گناہ سب سے بڑا' اس نے دعوت کا انکار کیا ہو' دین کو بدل ڈالا ہو اور علم کے بعد انکار کیا ہو' وہ اس کے لائق نہیں ہو گا جس کے بارے تخفیف کا گمان ہو۔

جب ابوطالب کا یہ حال ہے

غور کیجئے جب حضرت ابوطالب کے بارے میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہیں حضور ﷺ کی قرابت اور خدمت کی وجہ سے تمام اہل دوزخ سے کم عذاب ہو رہا ہے۔ (المسلم' باب الھون اہل النار)

حالانکہ انہوں نے دعوت پائی' اسے قبول نہ کیا اور بڑی طویل عمر پائی۔

فما ظنک بابویه اللذین هما اشد فیه قربا واکدحبا وابسط عذرا واقصر عمرا

تو تمہارا آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں کیا خیال ہے جو آپ ﷺ سے سب سے زیادہ قربت رکھنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ محبت کرنے والے' نہایت ہی معقول عذر رکھنے والے اور بہت کم عمر پانے والے ہیں۔

معاذ اللہ' ان دونوں کے بارے میں طبقہ جحیم میں ہونے اور ان پر اس قدر شدید عذاب کا کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے؟ ایسی بات تو ادنیٰ ذوقِ سلیم والا بھی ہرگز قبول نہیں کرے گا۔

۲۔ دوسرے اعتراض کا جواب

وہ روایت جس میں آیا کہ جبریل نے آ کر کہا شرک پر فوت ہونے والے کے لئے دعا نہ کیجئے' اسے محدث بزار نے نقل کیا ہے مگر اس کی سند میں نہ

معروف راوی ہے' یہ کہنا کہ اس بارے میں آیت نازل ہوئی تھی' یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی' آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جب تک منع نہ کیا گیا میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ (البخاری' باب ماکان للنبی والدین امنوا)

۳۔ تیسرے اعتراض کا جواب

وہ روایت جس میں ہے کہ میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔
اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ہے اور مستدرک میں حاکم کا تصحیحِ حدیث میں تساہل معروف ہے' اس لئے علوم حدیث میں یہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ صحت میں حاکم کا تفرد مقبول نہیں پھر امام ذھبی نے مختصر المستدرک میں حاکم کے قولِ صحت کو نقل کرنے کے بعد کہا۔

لا واللہ فعثمان بن عمیر ضعفه الدار قطنی (تلخیص المستدرک' ۲ = ۳۹۶)

ہرگز یہ صحیح نہیں کیونکہ اس کے راوی عثمان بن عمیر کو امام دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ذھبی نے حدیث کا ضعف ہی بیان نہیں کیا بلکہ اس پر قسم بھی اٹھائی ہے۔

جب یہ تمام روایات ضعیف ہیں تو اب دوسرے دلائل کی طرف رجوع کرنا جائز ہو گا۔

امرِ رابع

ہمارے اس مسلک کی تائید میں چوتھا امر یہ ہے کہ ایک پوری جماعت کے افراد کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ دور جاہلیت میں بھی دینِ حنیفی پر قائم تھے' انہوں نے دینِ ابراہیمی پر عمل کیا اور شرک کبھی اختیار نہ کیا۔

فما مانع ان یکون ابوا النبی صلی اللہ علیه سلکوا سبیلهم

اس میں کوئی رکاوٹ اور مانع ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے ہر

فی کل ذلک دور میں اس راہ کو اپنایا ہو؟

حافظ ابن جوزی نے التلقیح میں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے دور جاہلیت میں بھی بت پرستی ترک کی، حضرت ابوبکر صدیق، زید بن عمرو بن نفیل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث، ورقہ بن نوفل، رباب بن براء، اسد بن کریب حمیری، قس بن ساعدہ ایادی اور ابوقیس بن حرمہ۔ (تلقیح فھوم اہل الاثر، ۴۵۶)

احادیث سے تائید

زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ اور قس کے بارے میں تو احادیث بھی وارد ہیں۔ ابن اسحاق نے تعلیقاً حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کے ساتھ پشت لگائے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا، اے گروہ قریش! تم میں سے کوئی بھی میرے سوا دینِ ابراہیم پر نہیں رہا پھر کہنے لگے اے اللہ! کاش میں جان لیتا کہ تجھے بندوں میں سے کون زیادہ پسند ہے مگر نہیں جانتا۔

میں کہتا ہوں اس سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے جو گزرا کہ اس وقت کوئی دعوت دینے والا اور اسے صحیح انداز میں پہنچانے والا نہ تھا۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں عمرو بن عبسہ سلمی سے نقل کیا میں نے دور جاہلیت میں اپنی قوم کے بتوں سے منہ موڑ لیا تھا اور میں نے جان لیا کہ پتھروں کی پوجا کرنا باطل ہے۔ (دلائل النبوۃ، ۱ = ۲۵۷)

امام بیہقی اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بطریق شعبی سے جہینہ کے شیخ کے حوالے سے نقل کیا کہ عمرو بن حبیب نے اسلام کا دور پایا۔

امام اشعری کے ارشاد کا مفہوم

امام اشاعرہ شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا "ابوبکر مازال بعین الرضا

منہ" اس قول کے مفہوم میں اہل علم کا اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعثت نبوی سے پہلے بھی مومن تھے' بعض نے کہا بلکہ مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوبکر ہمیشہ ان لوگوں میں رہے جن پر غضب نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالی جانتا تھا کہ یہ ایمان لائیں گے اور منتخب لوگوں کے سربراہ بنیں گے۔

شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا اگر یہی معانی کیے جائیں تو پھر سیدنا ابوبکر صدیق اور دیگر صحابہ میں مساوات رہے گی کوئی امتیاز پیدا نہ ہو گا حالانکہ امام اشعری نے یہ کلمات صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے ہیں کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں کہے۔ لہٰذا درست مفہوم یہ ہو گا کہ ان سے کسی حال میں بھی اللہ تعالی کے ساتھ کفر سرزد نہیں ہوا' بعثتِ نبوی سے پہلے ان کا حال زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھیوں والا تھا اسی لئے امام نے حضرت ابوبکر کو مخصوص کیا ہے۔

والدین شریفین کے بارے میں یہی بات ہے

بندہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کا معاملہ بھی یہی ہے ان سے بھی کبھی اللہ تعالی کے ساتھ کفر ثابت نہیں' ممکن ہے ان کا حال بھی حضرت زید بن عمرو بن نفیل' حضرت ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کی طرح ہی ہو بلکہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو کو یہ حنفیت دور جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہی نصیب ہوئی کیونکہ یہ دونوں بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور بہت چاہنے والے تھے۔

فابواه اولٰی بعود برکتہ علیھما و فضلھما مما کان علیہ اھل الجاھلیۃ

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو یہ برکت و فضیلت ان دورِ جاہلیت کے لوگوں سے بطریق اولی نصیب ہو گی۔

چوتھے اہم اعتراض کا جواب

اب ایک عقدہ رہ جاتا ہے اور وہ حدیث مسلم ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے' ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا والد کہاں ہے فرمایا دوزخ میں' جب وہ واپس لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بلا کر فرمایا میرا "اب" اور تیرا "اب" آگ میں ہیں' اسی طرح امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی بخشش کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ ملی اس عقدہ کو کیسے کھولو گے؟

لیجئے تحقیقی جواب

تمہارا اعتراض میرے سر آنکھوں پر' لیکن اب تحقیقی جواب سنیں' حدیث کے الفاظ "ان ابی واباک فی النار" پر راوی متفق نہیں' انہیں صرف حماد بن مسلمہ نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر کئے ہیں اور اسی سند سے مسلم نے بھی نقل کئے' مگر معمر نے ثابت سے یہ الفاظ نقل نہیں کئے بلکہ انہوں نے یہ الفاظ ذکر کئے۔

اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار — جب تم کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے دوزخ کی اطلاع دو۔

دیکھیں ان الفاظ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں اور روایت کے اعتبار سے مذکورہ الفاظ زیادہ ثابت و محفوظ ہیں۔

معمر' حماد سے ثقہ ہیں

کیونکہ حضرت معمر' حماد سے زیادہ ثقہ ہیں کیونکہ حماد کے حفظ میں کلام و جرح ہے اور اس سے منکر احادیث بھی مروی ہیں۔ محدثین نے کہا کہ ان کی

کتب میں ان کے ربیب نے گڑبڑ کر دی تھی' حماد کو وہ حفظ نہ تھیں انہوں نے جب ان سے بیان کیا تو غلطی ہو گئی۔

امام بخاری نے روایت نہ لی

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے حماد سے روایت ہی نہیں لی اور امام مسلم نے بھی اصول میں ان سے روایت نہیں ذکر کی' البتہ اس صورت میں جب وہ ثابت سے روایت کریں' امام حاکم نے المدخل میں کہا مسلم نے حماد سے اصول میں روایت نہیں لی ہاں صرف اس صورت میں جب وہ ثابت سے روایت بیان کریں' اسی طرح مسلم نے شواہد میں جماعت سے ان کی روایت ذکر کی ہے' رہا معمر کا معاملہ تو ان کے حفظ میں بھی جرح نہیں اور نہ ان سے منکر روایات ہیں۔ ان سے حدیث لینے میں بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں لہذا معمر کے الفاظ زیادہ محفوظ ہوں گے۔

دیگر احادیث سے معمر کی تائید

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ بھی معمر عن ثابت عن انس کی تائید کرتے ہیں۔ محدث بزار' طبرانی اور بیہقی نے بطریق ابراہیم بن سعد ان سے زہری نے ان سے عامر بن سعد نے اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

این ابی؟	میرا والد کہاں ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ میں' اس نے کہا

فاین ابوک؟	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کہاں ہیں؟

فرمایا

حیثما مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار	جب بھی تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے دوزخ کی خبر سنا۔

یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔ لہٰذا معمر کے الفاظ پر ہی اعتماد کیا جائے گا اور ان کو دوسرے الفاظ پر تقدیم حاصل ہو گی۔

امام طبرانی اور بیہقی نے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا وہ اعرابی بعد میں مسلمان ہو گیا تو وہ کہا کرتا تھا میں نے آپ ﷺ سے سوال پوچھ کر اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا ہے کہ اب مجھے ہر کافر کی قبر کے پاس یہ کہنا پڑتا ہے۔

امام ابن ماجہ کی روایت

امام ابنِ ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا' ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرا والد صلہ رحمی اور فلاں فلاں کام کرتا تھا' وہ کہاں ہے؟ فرمایا آگ میں' اسے اس نے محسوس کیا' اس نے کہا آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے دوزخ کی خبر دے' بعد میں وہ اعرابی مسلمان ہو گئے تو کہا کرتے میں نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا کہ جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں تو مجھے یہ کلمات کہنا پڑتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ' باب ما جاء فی زیارۃ قبور المشرکین)

یہ اضافہ بھی قطعی طور پر اس پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے عمومی کلمات ہی فرمائے تھے' اسی بناء پر اعرابی نے مسلمان ہونے کے بعد ان پر عمل کیا جس کی وجہ سے انہیں مشقت محسوس ہوئی' اگر ان کلمات پر مشتمل جواب ہوتا جو حماد سے مروی ہیں "ان ابی و اباک" تو اس میں ایسی کوئی بات ہی نہیں۔ اب تو واضح ہو گیا کہ پہلے الفاظ راوی کا اپنا تصرف ہے انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے بالمعنیٰ روایت کر دیا۔

بخاری و مسلم کی روایات

بخاری و مسلم کی بہت سی روایات میں ایسا معاملہ ہے کہ ایک راوی نے ان

میں تصرف کیا جبکہ دوسرا راوی اس سے زیادہ ثقہ ہوتا ہے اور اس کے الفاظ محفوظ ہوتے ہیں مثلاً مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قرأت بسم اللہ کی نفی کے بارے میں حدیث مروی ہے' حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں علت یہ بیان فرمائی کہ دوسری ثقہ سند سے بسم اللہ کے سماع کی نفی ثابت ہے نہ کہ قرأت کی نفی' راوی نے اس سے نفی قرأت سمجھی اور اپنے فہم کے مطابق اسے بالمعنٰی روایت کر دیا تو خطا ہو گئی۔

ہم بھی اس مقام پر حدیث مسلم کا وہی جواب دیں گے جو ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے قرأت بسم اللہ کی نفی والی حدیث مسلم کا دیا ہے اور اگر تم پہلے الفاظ پر راویوں کا اتفاق مان لو تو اس صورت میں وہ روایت سابقہ تمام دلائل کے معارض و مخالف ہو گی۔

اور جب دیگر دلائل حدیث صحیح کے معارض ہوں اور وہ اس سے راجح بھی ہوں تو ایسی حدیث میں تاویل کرنا اور دیگر دلائل کو اس پر مقدم کرنا لازم ہو جاتا ہے' جیسا کہ اصولِ حدیث میں مسلم ہے۔

عدمِ اذن کا جواب

اس آخری جواب سے "بخشش کی اجازت نہ ملنے" کا جواب بھی دیا جاتا ہے لیکن اس میں جواباً یہ بھی کہا جائے گا کہ تمہارا دعویٰ ملازمت (اجازت نہ ملنا کفر کی ہی علامت ہے) غلط ہے کیونکہ ابتداءِ اسلام میں مقروض پر جنازہ و دعا کی حضور ﷺ کو اجازت نہ تھی حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا تو آپ ﷺ کو اجازت نہ ملنے کا سبب کچھ اور بھی ہو سکتا ہے' اول جواب بہت عمدہ اور دوسرے میں بہر صورت تاویل ہے۔

ایک اور واضح تائیدی روایت

بعد میں مجھے ایک اور روایت ملی جس کے الفاظ روایت معمر کے مطابق

ہیں اور وہ بہت ہی واضح ہے اور اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ سائل نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں سوال کیا مگر اس نے خوب تأمل اور ادب سے کام لیا' آیئے روایت پڑھیئے

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے لقیط بن عامر سے نقل کیا کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں تھے ہمارے ساتھ نھیک بن عاصم بن مالک بن منتفق بھی تھے۔ ہم مدینہ طیبہ رجب کے اختتام پر پہنچے' ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی' آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا ...... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جاہلیت کے دور میں جو لوگ چلے گئے ان کے بارے میں کوئی خبر ہے؟ قریش میں سے ایک آدمی بول پڑا اور کہا تیرا والد منتفق دوزخ میں ہے' لوگوں کی بھری مجلس میں جب اس نے میرے والد کے بارے میں یہ بات کی تو میرے جسم میں تو آگ لگ گئی' میں نے ارادہ کیا میں آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے والد کے حوالے سے پوچھوں (کیونکہ ان کا وصال بھی تو بعثت سے پہلے ہی ہوا تھا) پھر میں نے غور کیا تو اس سے بہتر جملہ ذہن میں آگیا تو میں نے عرض کیا

واھلک یا رسول اللہ؟ — آپ ﷺ کے سابقہ خاندان کا کیا معاملہ ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی قریشی یا عامری مشرک کی قبر سے گزرے تو اسے کہہ

ارسلنی الیک محمد فابشرک بما یسوءک — مجھے حضور ﷺ نے بھیجا ہے میں تجھے وہ ہی خبر دے رہا ہوں جو تیرے لئے ہے۔

(المستدرک' ۴ = ۶۰۷)

اس روایت میں تو کوئی اشکال ہی نہیں' یہ تو بہت ہی واضح اور ظاہر روایت ہے۔

مراد ہی ابوطالب ہوں

اگر ان تمام واضح دلائل کے بعد بھی تمہارا خیال یہی ہے کہ پہلے الفاظ "ان ابی و اباک" ہی ثابت ہیں تو پھر ان سے آپ ﷺ کے چچا مراد لے لو' والد حضرت عبداللہ مراد نہ لو جیسا کہ امام فخرالدین رازی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "اب" سے مراد چچا لیا ہے اور اس پر پیچھے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما' حضرت مجاھد' ابنِ جریج اور سدی کی تصریح گزر چکی ہے۔

دو اہم امور

یہاں دو اہم امور کا سامنے لانا بھی ضروری ہے جو ہماری تائید کرتے ہیں۔

ا ۔ حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں "اب" کا اطلاق حضرت ابوطالب پر بہت ہی معروف تھا۔

ا ۔ اسی بناء پر کفار نے ان سے کہا تھا

قل لابنک یرجع عن شتم الھتنا — اپنے بیٹے سے کہو ہمارے خداؤں کو برا کہنے سے باز آ جائے۔

۲ ۔ ایک دفعہ انہوں نے ابوطالب سے کہا تھا

اعطنا ابنک نقتله وخذ هذا الولد ومکانه — اپنا بیٹا ہمارے حوالے کر دو اور یہ بیٹا اس کے عوض تم لے لو۔

۳ ۔ اس کے جواب میں حضرت ابو طالب نے کہا

اعطیکم ابنی تقتلونه واخذ ابنکم اکفله لکم — میں اپنا بیٹا تمہیں قتل کے لئے دے دوں اور تمہارا بیٹا پالنے کے لئے لے لوں۔

۴ ۔ جب حضرت ابو طالب نے شام کی طرف سفر کیا اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے جب ان کا پڑاؤ بحیرا راہب کے پاس ہوا تو اس نے پوچھا

ماھذا منک؟	یہ تمہارے کیا لگتے ہیں؟

حضرت ابوطالب نے کہا

ھذا ابنی	یہ میرا بیٹا ہے۔

بحیرا نے کہا اس بچے کا والد زندہ نہیں ہو سکتا۔

تو حضرت ابوطالب خدمت' کفالت اور چچا ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے "اب" کے نام سے ہی مشہور و معروف تھے' انہوں نے آپ ﷺ کی خوب حفاظت و دفاع اور مدد کی تو ممکن ہے سوال ہی انہی کے بارے میں ہو۔

۲۔ بلکہ اسی طرح کی ایک روایت میں حضرت ابوطالب کا ہی تذکرہ ہے' امام طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ حجتہ الوداع کے دن حارث بن ہشام نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیشہ صلہ رحمی' پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک' یتیم کے ساتھ نیکی' مہمان نوازی اور مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہیں' ہشام بن مغیرہ ہمیشہ یہ عمل کرتا رہا ان کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

کل قبر لا یشھد صاحبہ ان لا الہ الا اللہ فھو جذوۃ من النار	ہر وہ قبر جس کے مدفون نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نہیں پڑھا وہ جہنم کا گڑھا ہے۔

میں نے خود اپنے چچا کو دوزخ کے گڑھے میں پایا

فاخرجہ اللہ بمکانہ منی واحسانہ الی فجعلہ فی ضحضاح من النار	تو اللہ تعالیٰ نے میری قربت کی وجہ سے دوزخ سے نکالا اور ان کو آگ کے کنارے پر کر دیا۔

المعجم الکبیر' ۲۳ = ۴۰۵)

اہم نوٹ

کچھ اہل علم ان جوابات سے بھی مطمئن و خوش ہوئے' لیکن انہوں نے وارد شدہ روایات کے جواب میں کہا یہ تمام منسوخ ہیں' جیسا کہ وہ روایات منسوخ ہیں جن میں ہے کہ مشرکین کے بچے دوزخی ہوتے ہیں' اطفال مشرکین کے بارے میں مروی احادیث کے لئے یہ فرمان باری تعالیٰ ناسخ ہے

ولا تزرو ازرۃ وزر اخری — کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اور والدین نبوی کے بارے میں جو روایات ہیں ان کا نسخ اس آیت مبارکہ سے ہے۔

وما کنا معذ بین حتی نبعث رسولا (الاسرا ـ ۱۵) — اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

لطف یہ ہے کہ دونوں فریق کے بارے میں دونوں جملے ایک ہی آیت مبارکہ میں موجود ہیں۔ یہ مذکورہ جواب نہایت ہی مختصر اور مفید ہے۔ یہ ہر جواب سے مستغنی کر دیتا ہے مگر یہ سارا کچھ مسلکِ اول پر ہو سکتا ہے' ثانی مسلک پر نہیں جیسا کہ واضح ہے' اس لئے مسلکِ ثانی کی وجہ سے ہم نے متعدد اور تفصیلی جوابات دیئے ہیں۔

تتمہ

حدیث سے ثابت ہے کہ سب سے ہلکا عذاب حضرت ابو طالب پر ہے وہ جہنم کے اوپر والے حصہ میں اس طرح ہیں کہ ان کے پاؤں میں آگ کے جوتے ہیں جن سے ان کا دماغ پگھل رہا ہے۔

یہ چیز خود واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کے والدین آگ میں نہیں کیونکہ

ر بالفرض وہاں ہوتے تو انہیں ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا کیونکہ وہ دونوں رشتہ کے لحاظ سے ان سے زیادہ قریب اور عذر کے لحاظ سے ان سے زیادہ معقول ہیں کیونکہ انہوں نے بعثتِ نبوی پائی ہی نہیں نہ ان پر اسلام پیش ہوا کہ انہوں نے اس سے انکار کیا ہو بخلاف حضرت ابوطالب کے وہاں اسلام پیش ہوا مگر انہوں نے انکار کیا' صادق مصدوق ذات اقدس ﷺ نے خبر دی کہ انہیں سب سے کم عذاب ہو رہا ہے۔

لیس ابواہ من اھلھا — تو واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے والدین اہلِ آگ نہیں۔

اس ضابطہ کو اصولیین کے ہاں اشارۃ النص کہا جاتا ہے۔

میدانِ مجادلہ کا منصب

اس دور میں خصوصاً اس مسئلہ پر مجادلہ کرنے والے بہت ہیں اور ان کی اکثریت یہ نہیں جانتی کہ مسئلہ پر استدلال کا کیا طریقہ ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ کلام ہی ضائع ہے لیکن میں پھر بھی ایسی گفتگو کر دیتا ہوں جو میرے مجادل کے ذہن کے قریب ہو کیونکہ اس کی زبان پر اکثر یہ رٹ ہے کہ مسلم کی حدیث تمہارے مؤقف کے خلاف ہے۔

اگر مخالف شافعی المسلک ہے

اگر میرا مجادل شافعی مسلک رکھتا ہے

۔ تو میں ان سے کہوں گا صحیح مسلم میں یہ بھی تو حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے حالانکہ تم بسم اللہ کے بغیر نماز کی صحت مانتے ہی نہیں ہو۔

۔ پھر حدیث صحیح سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام' اقتدا کے

لئے بنایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ 'اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تم بھی
رکوع کرو' جب وہ اٹھے تم بھی اٹھو' جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کے
ربنا لک الحمد کہو' جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تم بھی بیٹھ جاؤ' حالانکہ اس
کے مخالف تمہارا معاملہ الٹ ہے' تم امام کی طرح سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہو' جب
امام عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھائے اور تم میں عذر نہ ہو تو تم کھڑے ہو
نماز ادا کرتے ہو نہ کہ بیٹھ کر۔

۴۔ بخاری و مسلم میں حدیثِ تیمم ہے کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارو پھر
دائیں کو بائیں پر اور ہاتھوں کے ظاہر اور چہرے پر ملو' لیکن تم تیمم میں ایک
ضرب پر اکتفا کرتے ہو اور نہ ہی ہاتھ کے بندوں پر۔

کیا تم بخاری و مسلم کی احادیث کی مخالفت نہیں کر رہے؟ اگر تمہارے پاس
کوئی علم کی بو ہے تو تم کہو گے کہ ان کے مقابلہ میں کچھ دیگر مضبوط دلائل ہیں
جن پر ہمارا عمل ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہاں بھی معاملہ ایسا ہی ہے۔
اس کے خلاف بھی اگر کوئی دلیل ہے تو اس طریق سے اسے لایا جائے کیونکہ
ہی طریقہ اس کے لئے اور دیگر مسائل کے لئے ثبوت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اگر مقابل مالکی ہے

اگر ہمارا مقابل مالکی ہے تو ہم عرض کریں گے۔

۱۔ بخاری و مسلم میں ہے بیع کرنے والے جب تک جدا نہ ہوں انہیں اختیار
ہوتا ہے۔ حالانکہ تم خیارِ مجلس مانتے ہی نہیں ہو۔

۲۔ مسلم میں حدیث صحیح ہے آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور تمام سر کا مسح نہ فرمایا
حالانکہ تم وضو میں تمام سر کا مسح لازم قرار دیتے ہو۔

تم نے احادیثِ صحیحہ کی مخالفت کیوں کی؟ تم یہ کہو گے ان کے مقابل
معارض احادیث زیادہ قوی ہیں انہیں ہم نے مقدم رکھا تو ہم بھی عرض کریں

گے ہمارا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔

اگر مقابل حنفی ہے

اگر ہمارا مقابل حنفی ہے تو ہم عرض کریں گے

ا ۔ بخاری و مسلم میں ہے جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات دفعہ دھویا جائے حالانکہ تم سات دفعہ دھونا لازم قرار نہیں دیتے۔

۲ ۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جو فاتحہ نہ پڑھے حالانکہ تم اس کے بغیر بھی نماز صحیح مانتے ہو۔

۳ ۔ بخاری و مسلم میں ہی ہے پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ تم اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ حالانکہ تم اطمینان و اعتدال کے بغیر نماز صحیح مانتے ہو۔

۴ ۔ حدیث میں ہے جب پانی دو قلوں کو پہنچ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا لیکن تم دو قلوں کا اعتبار ہی نہیں کرتے۔

۵ ۔ بخاری و مسلم میں ہے آپ ﷺ نے مدبر کی بیع فرمائی حالانکہ تم اس کی بیع جائز ہی نہیں مانتے۔

تم نے ان احادیث کی مخالفت کیوں کی؟ یہی کہو گے کہ ان سے بڑھ کر قوی روایات موجود ہیں ان پر عمل کر رہے ہیں' تو ہم نے بھی یہی گزارش کی ہے۔

اگر مقابل حنبلی ہے

اگر ہمارا مقابل حنبلی ہے تو ہم عرض کریں گے۔

بخاری و مسلم میں ہے جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی' انہی دونوں میں یہ بھی ہے کہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو حالانکہ تم یوم شک کا روزہ جائز سمجھتے ہو' کیا تم نے بخاری و مسلم کی مخالفت نہیں کی؟ تم جواباً یہی کہو گے ان سے قوی دلائل پر عمل پیرا

ہیں، ہم بھی تو یہی طریقہ عرض کر رہے ہیں۔
آج شاید لوگوں کو اس طریقہ سے بات سمجھ آ جائے۔

اگر مقابل محض ناقلِ حدیث ہے

اگر ہمارا مقابل محض ناقلِ حدیث ہے اسے یہ سمجھ نہیں کہ اس میں بیان کیا ہے؟ اس سے یہ عرض کیا جائے کہ متقدمین علماء کا یہ قول ہے "محدث بغیر فقہ اس پنساری کی طرح ہے جو طبیب نہ ہو" یعنی ادویات تو اس کے پاس ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتا ان کا استعمال کہاں ہوتا ہے؟ اور مجتہد بغیر حدیث کے اس طبیب کی طرح ہے جو پنساری نہیں یعنی وہ ادویات کا محل اور استعمال تو جانتا ہے مگر اس کے پاس وہ موجود ہی نہیں۔

رہا بندہ کا معاملہ تو بحمد اللہ مجھے حدیث، فقہ، اصول اور دیگر علومِ عربیہ معانی و بیان وغیرہ میں خوب مہارت حاصل ہے۔ میں جانتا ہوں گفتگو کا سلیقہ کیا ہوتا ہے، بات کس طرح کرنی چاہیے، استدلال کیسے کیا جاتا ہے، ترجیح دینے کے ضابطے کیا ہیں؟ لیکن میرے مقابل بھائی (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تجھے بھی توفیق سے نوازے) تم تو ان میں سے کچھ بھی نہیں جانتے نہ فقہ، نہ اصول، نہ علوم آلیہ اور نہ حدیث میں مہارت اور نہ استدلال کا طریقہ تو جب تک علوم میں مہارت نہ ہو کسی معاملہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہوتا، آپ سے گزارش ہے کہ تم صرف اسی پر اکتفا کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھا ہے مثلاً کوئی کسی حدیث کے بارے میں پوچھے تو تم اسے بتاؤ یہ منقول ہے یا نہیں ہے، حفاظ نے اسے صحیح، حسن یا ضعیف قرار دیا ہے، سوائے اس کے تمہارے لئے باقی چیزوں میں فتویٰ دینا جائز نہیں بلکہ جو اس کے اہل ہیں معاملہ ان کے سپرد کر دو۔

لا تحسب المجد تمرا انت آکله   لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

(کھجور کھا لینا بزرگی نہیں بلکہ صبر و استقامت اختیار کرنا بزرگی ہوتی ہے)

مذاہب اربعہ کے مقلدین

اب ایک اور معاملہ مذاہبِ اربعہ کے مقلدین کے سامنے رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مسلم نے صحیح میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا حضور ﷺ کی ظاہری حیات' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دی جاتی تھیں۔

ہمارا ہر طالب علم سے یہ سوال ہے' کیا تمہارا اس حدیث پر عمل ہے اگر اپنی بیوی کو "انت طالق ثلاثا" کہتا ہے تو کیا تمہارے نزدیک اسے فقط ایک ہی طلاق ہو گی' اگر تم کہو ہاں ایک ہی ہو گی تو اس پر معاوضہ کیا جائے گا اور اگر کہو نہیں تین ہوں گی تو تم نے حدیث مسلم کی خلاف ورزی کی؟ اگر تم کہو اس روایت کے معارض احادیث ہیں تو میری عرض یہ ہو گی کہ زیرِ بحث مسئلہ میں بھی اسی طریق کو اپنا لو۔

اس تمام گفتگو سے مقصود یہ تھا کہ مسلم کی ہر حدیث صحیح کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس پر عمل ضروری ہے کیونکہ کوئی اس کا معارض بھی ہو سکتا ہے۔ (اگر وہ قوی ہوا تو اس پر عمل لازم ہو گا)


تیسرا مسلک

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے' اس مسلک کی طرف حفاظ و محدثین وغیرہ کا ایک بہت بڑا گروہ گیا ہے مثلاً امام ابنِ شاہین' امام ابوبکر خطیب بغدادی' امام سہیلی' امام قرطبی' امام محب الدین طبری' علامہ ناصر الدین بن منیر وغیرہم

ان سب نے اس پر اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ابنِ شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں' خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں' دار قطنی اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں سندِ ضعیف کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ مقام جحون سے گزرے تو آپ ﷺ نہایت ہی غمگین اور پریشان تھے' آپ ﷺ کافی دیر وہاں ٹھہرے پھر واپس لوٹے تو نہایت ہی خوش و خرم تھے' میں نے پوچھا تو فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا

فسألت الله ان یحییها فاحیاها فامنت بی وردها الله	میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کے لئے عرض کیا تو
(السابق واللاحق' ۲۷۷)	اس نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ
(الناسخ والمنسوخ' ۲۸۴)	مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو واپس لوٹا دیا۔

اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے بلکہ بعض نے کہا موضوع ہے لیکن درست رائے یہ ہے کہ یہ ضعیف ہی ہے موضوع نہیں میں نے اس پر مستقل رسالہ لکھ دیا ہے۔

امام سہیلی کی رائے

امام سہیلی نے الروض الانف میں ایک سند سے اسے ذکر کیا اور کہا اسے سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے مجہول ہیں' رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے والدین کے زندہ کرنے کی دعا کی

فاحیاھما له فامنا به ثم اماتهما (الروض' ۱ = ۱۱۳) تو وہ دونوں زندہ ہوئے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے پھر انہیں موت دے دی گئی۔

سہیلی اس کے بعد لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے اس کی رحمت اور قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے نبی ﷺ اس لائق ہیں کہ وہ ان پر جس قدر چاہے اپنی نوازشات' کرم اور فضل کی بارش فرمائے۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ زندہ ہونے والی حدیث اور بخشش کی اجازت نہ ملنے والی حدیث ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ زندہ ہو کر ایمان لانے والی حدیث دوسری سے بعد کی ہے کیونکہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے واضح ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے اس بناء پر امام ابنِ شاہین نے اسے مذکورہ روایات کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔ (التذکرہ' ۱۷۶)

علامہ ناصر الدین بن منیر مالکی

علامہ ناصر الدین بن المنیر مالکی "المقتفیٰ فی شرف المصطفیٰ" میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کے لئے بھی مردوں کا زندہ ہونا ثابت ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں حدیث میں ہے جب آپ ﷺ کو کفار کے لئے دعا سے منع کر دیا گیا

دعا اللّٰہ ان یحی له ابویه فاحیاھما فامنا به وصدقا وماتا تو حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے والدین کو زندہ کرنے کے لئے

مؤمنین	عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا' اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی اور پھر حالتِ ایمان میں ان پر موت آئی۔

امام قرطبی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فضائل و کمالات میں وصال تک اضافہ و ترقی ہوتی رہی لہٰذا (یہ زندہ ہو کر ایمان لانا) انہی اکرامات میں سے ہے اور فرمایا ان کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ عقلی طور پر محال ہے اور نہ شرعی طور پر' قرآن مجید میں ہے بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کے بارے میں بتایا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کے ہاتھوں مردوں کی ایک پوری جماعت زندہ ہوئی' پھر فرمایا جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو آپ ﷺ کے کمالات و اعزازات میں اضافہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں کون سی رکاوٹ اور مانع ہے؟ (التذکرہ' ۸)

حافظ فتح الدین بن سید الناس نے السیرۃ میں حدیث احیاء اور عذاب والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا' بعض اہلِ علم نے ان روایات میں موافقت پیدا کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال اور رفیق اعلیٰ کے پاس جانے سے پہلے آپ ﷺ کے فضائل' درجات اور کمالات میں مسلسل ترقی ہوتی گئی تو ممکن ہے یہ مقام آپ ﷺ کو پہلے حاصل نہ ہو جو اب حاصل ہو گیا تو زندہ ہو کر ایمان لانے والی احادیث دیگر روایات کے بعد کی ہیں' لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض ہی نہیں۔ (عیون الاثر' ۱ = ۱۷۳)

بعض اہلِ علم نے سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی آمد اور اس پر آپ ﷺ کے استقبال کا ذکر کرنے کے بعد لکھا

هذا جزاء الام عن ارضاعه لكن جزاء الله عظيم

(یہ رضائی ماں کی جزا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم جزا ہوگی)

وکذلک ارجو ان یکون لامه عن ذلک آمنة بدار نعیم

(امید ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حقیقی والدہ کو جزا کے طور پر جنت عطا فرمائے گا)

ویکون احیاها الاله وآمنت بمحمد فحدیثها معلوم

(اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں اور یہ حدیث مشہور ہے)

فلربما سعدت به ایضا کما سعدت به بعد الشفاء حلیمه

(یہ سعادت انہیں بھی نصیب ہوئی جیسا کہ شفا کے بعد حلیمہ کو نصیب ہوئی)

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الہادی" میں حدیث احیاء والدین ذکر کرنے کے بعد کہا

حبا الله النبی مزید فضل علی فضل وکان به رؤوفا

(اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ پر خوب فضل ہے اور آپ ﷺ پر نہایت ہی مہربان ہے)

فاحیا الله امه وکذا اباه لایمان به فضلا لطیفا

(اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی والدہ اور والد پر لطف فرماتے ہوئے زندہ فرمایا تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں)

فسلم فالقدیم بذا قدیر وان کان الحدیث به ضعیفا

(یہ تسلیم کر لو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگرچہ اس بارے میں حدیث ضعیف ہے)

خاتمہ — چوتھا قول

علماء کی ایک جماعت کے ہاں یہ مسلک قوی نہیں وہ حدیث مسلم وغیرہ کو اپنے ظاہر پر ہی رکھتے ہیں۔ وہ نسخ وغیرہ بھی نہیں مانتے اس کے باوجود وہ کہتے ہیں

لا یجوز لاحد ان یذکر ذلک — کسی کے لئے بھی یہ بیان کرنا ہرگز جائز نہیں۔

امام سہیلی نے روض الانف میں حدیث مسلم کے بعد لکھا' ہمارے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ ہم آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں ایسی بات کہیں آپ ﷺ کا مبارک فرمان ہے

لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات — فوت شدہ کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ — بے شک وہ لوگ جو اللہ و رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت۔

قاضی ابوبکر بن العربی کا فتویٰ

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا ہے حضور ﷺ کے آباء آگ میں ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذین یؤذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ (الاحزاب۔ ۵۷)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت۔

اور فرمایا

ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار

اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے ان کے والد آگ میں ہیں۔

پانچواں قول

بعض علماء نے پانچواں قول اختیار کیا اور وہ ہے توقف (خاموشی)۔ امام تاج الدین فاکہانی نے الفجر المنیر میں لکھا

اللّٰہ اعلم بحال ابویہ

آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔

امام باجی نے شرح مؤطاء میں لکھا بعض علماء نے فرمایا حضور ﷺ کو فعل مباح وغیرہ سے بھی اذیت دینا جائز نہیں۔

ہاں دوسرے لوگوں کو فعل مباح کے ساتھ اذیت جائز ہے اس سے ممانعت نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے والے پر گناہ ہے پھر لکھا یہی وجہ ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا

انما فاطمۃ بضعۃ منی

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

اور میں نہیں حرام کرتا جو میرے اللہ تعالٰی نے حلال فرمایا ہے لیکن

واللہ لا تجتمع ابنۃ رسول اللہ وابنۃ عدو اللہ عند رجل ابدا (المنتقیٰ شرح الموطا)	اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک آدمی کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔

جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مباح عمل سے بھی آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا ہرگز جائز نہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذابا مھینا. والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا (الاحزاب ۔ ۵۷ ۔ ۵۸)	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار ہے اور جو لوگ اہل ایمان مرد اور خواتین کو اذیت دیتے ہیں اس کے علاوہ جو انہوں نے کیا تو وہ اٹھاتے ہیں بہتان عظیم

غور کیجئے اہل ایمان کی اذیت کے ساتھ ایک شرط عائد ہے "جو انہوں نے نہ کیا"

واطلق الاذی فی خاصۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر شرط	لیکن حضور ﷺ کے بارے میں اذیت کے حوالے سے کوئی شرط نہیں۔

یعنی ہر حال میں آپ ﷺ کو اذیت دینا حرام و منع ہے۔

عادت عليه صحبة السادات فما ... في الجاهلية للضلالة عرف

فلأمه وأبوه حسن سبيهما ... دارت من الآبات ما لا يوصف

وجماعة ذهبوا إلى إحيائه ... أبويه حتى آمنا لا خرفوا

وروى ابن شاهين حديثاً مسنداً ... في ذاك لكن الحديث مضعف

هذا مسالك لو نظرت بعضها ... لكفى فكيف لها إذا تتألف

وبحسب من لا يرتضيها صمته ... أدباً ولكن أين من هو منصف

صلى الإله على النبي محمد ... ما جدد الدين الحنيف محنف

والدین کریمین اور حدیث

امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہمیں ابوالحسین بن بشران نے انہیں ابو جعفر رازی نے انہیں یحیٰی بن جعفر نے انہیں زید بن حباب نے ان سے یاسین بن معاذ نے انہیں عبداللہ بن یزید نے ان سے طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

لو ادرکت والدی و احدھما وانا فی صلاۃ العشاء وقد قرأت فیہا بفاتحۃ الکتاب فنادی یا محمد لاجبتہا لبیک

(شعب الایمان' ۶ = ۱۹۵)

کاش میں اپنے والدین دونوں یا کسی ایک کو پا لیتا اور میں نماز عشا ادا کر رہا ہوتا اور سورۃ الفاتحہ بھی پڑھ چکا ہوتا اور وہ مجھے اے محمد! کہہ کر بلاتے تو میں اسی وقت حاضر ہو جاتا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہیں۔

فائدہ

شیخ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ہمیں محمد بن یحیٰی نے عبدالعزیز بن

عمران سے ان سے ہشام بن عاصم سے بیان کیا' جب ہم غزوۂ احد کے موقعہ پر حضور ﷺ کی طرف نکلے اور مقام ابواء پر ہمارا پڑاؤ ہوا تو ہندہ بن عتبہ نے ابوسفیان کو کہا کاش: تم محمد کی والدہ کی قبر اکھاڑو اگر تم میں سے کوئی قیدی بنا تو تم ان کی والدہ کو بطور فدیہ دے دینا' ابوسفیان نے یہ بات قریش سے کہی تو انہوں نے کہا یہ دروازہ نہ ہی کھولو ورنہ بنوبکر ہمارے مردوں کو بھی نکال پھینکیں گے۔ (اخبار مکہ' ۲ = ۲۷۲)

فائدہ

حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار ہیں' جنہیں امام صلاح الدین صفدی نے تذکرہ میں نقل کیا

لقد حکم الساروں فی کل بلدۃ بان لنا فضلا علی سادۃ الارض

(ہر شہر میں یہ اطلاع ہے کہ ہمیں تمام زمین کے سرداروں پر فضیلت ہے)

وان ابی ذو المجد والسود والذی یشاربہ ما بین بسر الی حفص

(میرے والد (عبدالمطلب) صاحب بزرگی اور ایسے سردار تھے کہ بسر سے لے کر حفص تک انہی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا)

وجدی و آباء لہ ابلوا العلی قدیما لطلب العرف والحسب المحض

(اور میرے دادا اور ان کے آباء کے لئے بلندیاں پرانی ہو گئیں سب لوگوں نے اپنا تعارف اور حسب و نسب کی بہت کوششیں بھی کیں)



تصنیف
جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ وتحقیق
مفتی محمد خان قادری



نام کتاب	التعظیم والمنۃ فی ان ابوی رسول اللہ ﷺ
مصنف	امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	والدین مصطفی ﷺ جنتی ہیں
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35360353...0300.4407048.

انتساب

استاذ العلماء حضرت العلام مولانا محمد نواز نقشبندی دامت برکاتھم العالیہ

کے نام

۱- جن پر مسندِ تدریس آج بھی فخر کرتا ہے۔

۲- علمِ دین کے لئے جن کی خدمات مثالی ہیں۔

۳- جنہوں نے خدمت دین کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنانے کی بجائے اپنا ایمان اور فریضہ سمجھا۔

محمد خان قادری

التعظيم والمنة

في

أن أبوي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

في الجنة

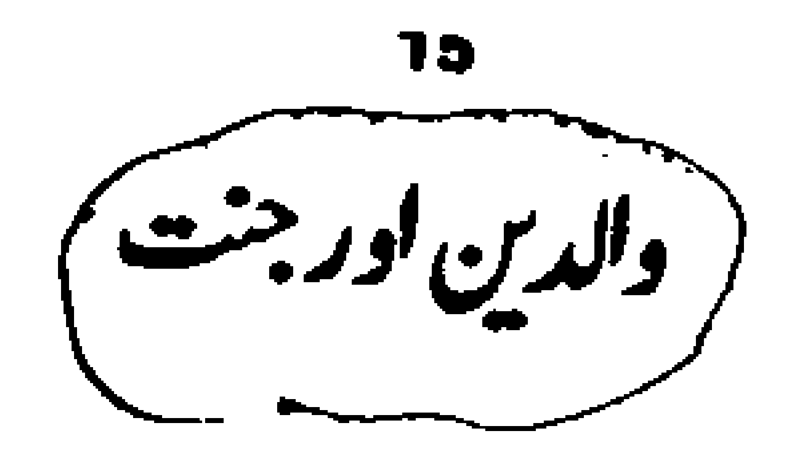
للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى سنة ٩١١ هـ = ١٥٠٥ م

قدم له وشرحه وعلق عليه

الدكتور محمد عز الدين السعيدي

۶۵



والدین اور جنت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

میں نے یہ فتوی دیا کہ مختار قول یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اہل توحید ہیں ان کا حکم ان لوگوں کا ہے جو دور جاہلیت میں دین حنیفی اور دین ابراہیمی پر تھے انہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی مثلاً زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھی میں نے یہ بھی واضح کیا کہ جس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا تذکرہ ہے وہ موضوع نہیں جیسا کہ حفاظ محدثین کی ایک پوری جماعت کا موقف ہے بلکہ وہ اس ضعیف قسم کی روایت ہے جس کو فضائل میں خصوصاً اس مقام پر قبول کیا جائے گا" اس فتوی میں جن دو امور کا ذکر ہے ان پر میں دلائل ذکر کرتا ہوں آیئے دلائل کا بیان سنئے۔

امام ابن شاہین اور روایت مذکورہ

امام ابن شاہین نے مکمل سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون پر غمگین اور پریشان ہوئے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشیت الہیہ کے مطابق قیام فرمایا پھر نہایت ہی خوشی میں واپس لوٹنے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجون میں غمگین و پریشان حالت میں تشریف فرما ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت خوشی واپس تشریف لائے ہیں یہ کیا معاملہ؟ فرمایا۔

سالت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا

(الناسخ والمنسوخ ' ۲۸۴)

میں نے اپنے رب بزرگ و برتر سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس نے انہیں واپس کر دیا۔

ابن جوزی کا اعتراض

شیخ ابن جوزی نے اسی روایت کے بارے میں الموضوعات میں کہا حافظ ابوالفضل بن ناصر نے کہا یہ حدیث موضوع ہے اور محمد بن زیاد (نقاش) ثقہ نہیں اور احمد بن یحییٰ اور محمد بن یحییٰ دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات' ۱=۲۸۴)

دونوں مجہول نہیں

میں کہتا ہوں محمد بن یحییٰ مجہول نہیں' امام ذہبی نے میزان اور مغنی دونوں میں یوں ذکر کیا ہے۔ محمد بن یحییٰ ابوغزیہ مدنی' زہری کے بارے میں دار قطنی نے کہا متروک ہیں اور ازدی نے ضعیف کہا تو یہ ضعف میں معروف ہیں نہ کہ وضع میں' جس شخص کے حالات کا یوں بیان ہو اس کی حدیث درجہ موضوع پر نہیں ہوتی بلکہ وہ ضعیف کے درجہ پر ہوتی ہے۔

احمد بن یحییٰ حضرمی بھی مجہول نہیں امام ذہبی نے میزان میں کہا انہوں نے حرملہ تجیبی سے روایت لی اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔

ابوسعید بن یونس نے انہیں لین کہا اور جس شخصیت کے ایسے حالات ہوں اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔

محمد بن زیاد کا مقام

اسی طرح محمد بن زیاد اگر وہ نقاش ہیں جیسا کہ مذکور ہے تو وہ علماء قرأت میں سے اور آئمہ تفسیر میں سے ایک ہیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا یہ ضعیف ہونے کے باوجود اپنے دور کے قرا' کے استاذ ہیں۔ شیخ ابوعمرو دانی نے ان کی بہت تعریف و ثنا کی ہے ہاں ان سے منکر احادیث مروی ہیں اس کے باوجود وہ اس میں منفرد نہیں کیونکہ ابوغزیہ سے یہ اور دو اسناد سے بھی مروی ہے۔

حافظ محب الدین طبری اور روایت

حافظ محب الدین طبری نے السیرۃ میں مکمل سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مقام حجون غمگین حالت میں اترے اور مشیت الٰہی کے مطابق وہاں قیام فرمایا پھر وہاں سے خوش و مسرور واپس لوٹے اور فرمایا۔

سالت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا (خلاصہ السیر ۲۱)

میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

امام ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں ابن جوزی کی تین مذکورہ علتوں میں سے کوئی ایک بھی ذکر نہیں کی بلکہ انہوں نے میزان میں کہا عبدالوہاب بن موسیٰ نے عبدالرحمن بن ابی زناد سے حدیث ذکر کی ہے۔

ان اللہ احیالی امی فامنت بی

اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور مجھ پر ایمان لائیں۔

نہیں معلوم کہ کس جھوٹے نے یہ بیان کیا' کیونکہ یہ روایت ایسا کذب ہے جو آپ ﷺ کے اس صحیح فرمان کے مخالف ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو اجازت نہ ملی۔

روایت میں دو علتیں

کیونکہ یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو زیارت کی اجازت ملی لیکن استغفار کی اجازت نہ ملی۔

الغرض انہوں نے حدیث میں دو علتوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ عبدالوہاب بن موسیٰ مجہول ہیں۔

۲۔ حدیث صحیح کے مخالف ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عبدالوہاب امام مالک کے راویوں میں معروف ہیں اور یہ حدیث انہوں نے موصوف سے ہی روایت کی ہے۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی

خطیب بغدادی نے جس سند سے روایت نقل کی ہے اس کے آخر میں ہے

عبدالوہاب بن موسیٰ نے مالک بن انس سے انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجتہ الوداع کے موقعہ پر ہمارے ساتھ مقام حجون سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت پریشان اور غمگین تھے حتی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترے اور فرمایا حمیرا یہاں رکو' میں نے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا لی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر وہاں ٹھہرے رہے پھر واپس لوٹے تو نہایت خوش تھے' میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے جس کی وجہ سے میں بھی رو پڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش و خرم واپس لوٹے یہ کیا معاملہ ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ذھبت بقبر امی فسألت اللہ ان یحییھا فاحیاھا فآمنت بی وردھا اللہ تعالی	میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کے بارے میں عرض کیا' اس نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں۔

(السابق والاحق ۲۷۰)

اس سند سے اسے دار قطنی نے غرائب مالک میں ذکر کیا اور کہا باطل ہے' ابن عساکر نے بھی غرائب مالک میں ذکر کیا اور کہا منکر ہے' ابن جوزی نے بھی اسے الموضوعات میں ذکر کیا لیکن اس کے راویوں پر کلام نہ کیا' ذہبی نے میزان میں کہا علی بن ایوب ابوالقاسم الکعبی نے ابن یحییٰ زہری سے روایت کیا جو معروف نہیں۔ میں کہتا ہوں اس طریق کے بارے میں آشکار ہو چکا ہے۔ کہ یہ عبدالوہاب بن موسیٰ وہی ہیں جنہیں ابوالعباس زہری کہا جاتا ہے۔ خطیب بغدادی نے انہیں امام مالک کے راویوں میں ذکر کرتے ہوئے ان سے امام مالک کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ سعید بن حکم نے ابن ابی مریم مصری سے انہیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے

انھیں مالک نے انھیں عبداللہ بن دینار نے انھیں سعد مولیٰ عمر بن خطاب نے بیان کیا کہ حضرت کعب الاحبار نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا میں نے کتاب الٰہی میں پڑھا کہ تم جہنم کے دروازے پر کھڑے لوگوں کو اس میں گرنے سے منع کر رہے ہو تو جب تم فوت ہو جاؤ تو لوگ قیامت تک اس میں گرتے رہیں گے۔

یہ اثر امام مالک سے معروف ہے۔ اسے ابن سعد نے بھی طبقات میں معن بن عیسٰی سے انھوں نے امام مالک سے سند کے ساتھ ذکر کیا' اور دونوں کا متن ایک ہی ہے تو امام مالک سے معروف روایت کرنے کی وجہ سے عبدالوہاب کی دوسری روایت میں جہالت ختم ہو گئی تو اب عبدالوہاب سے روایت ان دو اسناد سے ہے

۱۔ عبدالوہاب عن مالک عن ابی الزناد عن ہشام

۲۔ عن الرحمن بن ابی زناد عن ہشام

یعنی ایک میں تفصیل ہے جبکہ دوسری میں نہیں۔

مذکورہ روایت میں اضافہ

اس سند سے روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے تو اسی سے دوسرے اعتراض کا جواب آگیا کہ یہ حدیث استغفار کے منافی ہے۔ کیونکہ زیارت کا واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے جیسا کہ حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے اور یہ زندہ ہو کر ایمان والے واقعہ سے دو سال پہلے کی بات ہے یہی وجہ ہے کہ امام ابن شاہین نے اس روایت کو اپنی کتاب (الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴ میں ذکر کیا اور حدیث زیارت واستغفار کو پہلے ذکر کیا اور اسے منسوخ اور بعد میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کے اسے ناسخ قرار دیا اور یہ نہایت ہی خوبصورت اور روشن عمل ہے۔

امام قرطبی کی تائید

امام قرطبی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے التذکرہ میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے والدین زندہ ہو کر ایمان لائے اور فرمایا ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ زندہ ہو کر ایمان لانا' استغفار کے معاملہ کے بعد کا ہے اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حجتہ الوداع والی حدیث شاہد ہے۔ اسی طرح امام ابن شاہین نے اسے مذکورہ روایت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔

امام ابن شاہین نے سند کے ساتھ یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ذکر کی کہ ملیکہ کے بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری والدہ بڑی مہمان نواز تھی لیکن اس نے دور جاہلیت میں بچی کو زندہ درگور کیا تھا ہماری ماں کہاں ہے؟ فرمایا تمہاری ماں آگ میں ہے ان دونوں پر یہ بات نہایت شاق گزری جب وہ اٹھ کر چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلب کیا اور فرمایا میری ماں' تمہاری ماں کے ساتھ ہے' ایک منافق نے کہا یہ اپنی ماں کو نہیں بچا سکا جیسا کہ ملیکہ کے بیٹے اپنی ماں کو نہیں بچا سکے۔ تو ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا معاملہ اور ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

سالتهما ربی فیعطنی فیهما وانی لقائم المقام المحمود (المستدرک '۲=۳۹۶)

میں نے اپنے رب سے ان کے بارے میں عرض کیا تو مجھے ان کے بارے میں عطا کیا گیا اور میں مقام محمود پر قیام کروں گا۔

متعدد فوائد

امام حاکم نے مستدرک میں اسے ذکر کیا اور صحیح کہا اس حدیث میں متعدد فوائد ہیں۔

۱۔ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حضور والدین کے لئے دعا سے پہلے کی بات ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مجھے عطا کر دیا جو اس (زندہ ہو کر ایمان لانا) کے امکان پر شاہد ہے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اس بات کے جواز کے قائل تھے اور وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا یہ تقاضا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و خصائص میں سے ہے۔

والدین کے لئے بطریق اولی

ابن سعد نے طبقات میں سند کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اترجو لابی طالب؟ ابوطالب کے بارے میں آپ ﷺ کیا امید رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا

کل الخیر ارجو من ربی میں اپنے رب سے تمام خیر کا امیدوار ہوں۔ (الطبقات ۱=۱۲۴)

یاد رہے یہ امیدواری ابوطالب کے بارے میں ہے جنہوں نے دعوت اسلام پائی، جن پر اسلام پیش کیا گیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

فلابویہ اولی تو یہ امیدواری والدین کے حوالے سے تو بطریق اولیٰ ہونی چاہئے۔

ایک اور روایت

امام سہیلی نے الروض الانف میں سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

سأل ربه ان یحیی ابویه فاحیاھما لہ فامنا بہ ثم اماتھما

اپنے رب سے ان کے زندہ کرنے کے بارے میں عرض کیا تو اس نے انہیں زندہ فرما دیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور انہیں پھر موت دیدی۔

اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لائق ہیں کہ وہ انہیں جس فضل و انعام سے چاہے مخصوص فرما دے۔ (الروض الانف '۱=۱۱۳)

ابن دحیہ کے دلائل

امام قرطبی لکھتے ہیں حافظ ابوخطاب عمر بن دحیہ نے کہا کہ حدیث احیاء والدین موضوع ہے اور اس کی تردید قرآن کریم اور اجماع بھی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولاالذین یموتون وھم کفار (النساء ۱۸)

اور نہ وہ لوگ جو کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔

یہ بھی ارشاد مبارک ہے۔

فیمت وھو کافر (البقرہ ' ۲۱۷)

جو فوت ہوا وہ حالت کفر میں تھا۔

تو جو شخص کفر پر مرا اسے لوٹ کر ایمان لانے سے نفع نہیں ہو سکتا اگر کوئی بوقت موت فرشتوں وغیرہ کو دیکھ کر ایمان لے آتا ہے تو اس کا ایمان نفع نہیں دے سکتا تو لوٹنے کے بعد ایمان کیسے نافع ہو سکتا ہے؟

اس طرح تفسیر میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی میرے والدین کا معاملہ کیا ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ ۱۱۹) اصحاب دوزخ کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔

ابن دحیہ کا رد

امام قرطبی فرماتے ہیں جو کچھ ابن دحیہ نے کہا یہ سب محل نظر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور خصائص و فضائل میں وصال تک مسلسل اضافہ ہوتا رہا تو یہ زندہ ہو کر ایمان لانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و خصائص میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوازا اور والدین کا زندہ ہو کر ایمان نہ تو عقلاً محال ہے اور نہ شرعاً۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دی اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردے زندہ ہوتے' خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مردوں کی ایک جماعت زندہ ہوئی۔

جب یہ تمام ثابت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و کرامت اور عظمت کے اضافہ کے پیش نظر والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے کون سی شی مانع ہے اور پھر باقاعدہ حدیث میں اس کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ جو کچھ ابن دحیہ نے کہا وہ تو ان کا حکم ہے جو حالت کفر پر فوت ہوا ہو۔

باقی ان کا یہ کہنا کہ جو شخص حالت کفر پر فوت ہوا الخ اسی حدیث کی بنا پر مردود ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سورج لوٹا دیا یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ادا کی' امام طحاوی نے اسے ذکر کر کے کہا یہ حدیث ثابت ہے' اگر رجوع شمس نافع نہ ہوتا اور نہ ہی وقت لوٹا تو اسے لوٹانے کا فائدہ کیا؟ یہی معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وقت لوٹا دیا۔

حضرت یونس کی قوم کا ایمان

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم دیکھئے قول مختار کے مطابق ان کا ایمان اور توبہ اس وقت قبول ہوا جب وہ عذاب میں گھر چکے تھے۔ اور قرآن کا ظاہر بھی اسی قول کی تائید کر رہا ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

رہا آیت مبارکہ کا معاملہ تو اس میں کے ایمان لانے سے پہلے عذاب کا تذکرہ ہے (التذکرہ' ۱۷=۱۸)

میں کہتا ہوں امام قرطبی کا رجوع شمس نے وقت لوٹنے پر استدلال بہت ہی خوب ہے' کیا وجہ ہے کہ انہوں نے نماز کی ادائیگی کا حکم لگایا ورنہ رجوع میں کیا فائدہ؟کیونکہ قضا تو غروب کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

ایک اور واضح استدلال

لیکن میرے سامنے اس سے بھی زیادہ واضح استدلال ہے کہ اصحاب کہف آخری دور میں اٹھیں گے حج کریں گے اور مزید شرف پانے کے لئے اس امت میں شامل ہونگے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

اصحاب الکہف اعوان المہدی — اصحاب کہف امام مہدی کے معاون ہونگے۔

اسے ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔

آپ نے دیکھا موت کے بعد اصحاب کہف کے عمل کا اعتبار کیا جا رہا ہے تو اس میں کون سی بدعت والی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے لئے ایک عمر مقرر فرمائی پھر انہیں مقررہ وقت سے پہلے موت دیدی پھر انہیں بقیہ لمحات پورے کرنے کے لئے زندہ فرمایا اور ان میں وہ ایمان لائے تو اس ایمان کا اعتبار کیا جائے گا۔

درمیان میں مدت فاصلہ کی تاخیر میں حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ان تمام کمالاتِ و فضائل پر ایمان لا سکیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عطا فرمائے جیسا کہ اصحاب کہف کی موت میں تاخیر کا سبب یہی ہے کہ اس امت میں شمولیت کا درجہ پا سکیں۔

یہ قرآن کے خلاف نہیں

ابن دحیہ کا کہنا کہ یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے محدثین کے طریقہ پر نہیں' حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی نے "الایضاح" میں کہا بخاری کی اسراء کے بارے میں روایت کو ابن حزم نے اس لئے موضوع قرار دیا کہ وہ اسراء کے بارے میں دیگر احادیث صحیح کے مخالف ہے۔ پھر اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ابن حزم اگرچہ مختلف علوم میں امام ہیں مگر انہوں نے تعلیلِ حدیث میں حفاظِ حدیث کا طریقہ اختیار نہیں کیا' حفاظ تو حدیث میں سند کے اعتبار سے علت لاتے ہیں جو اس کے لئے سیڑھی کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن انہوں نے علت الفاظ کی بنا پر ذکر کی ہے۔

یہ حدیث حجت نہیں

رہی وہ حدیث جس میں اس چیز کا تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میرے والدین کا کیا حال ہے؟ تو یہ معضل و ضعیف ہے لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔

ابن سید الناس کی رائے

حافظ فتح الدین بن سید الناس سیرۃ میں ابن اسحاق کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب موت کے وقت اسلام لے آئے تھے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب بھی ایمان لائے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لائے اور ایسی ہی روایت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے بارے میں بھی ہے

پھر لکھا یہ مذکورہ روایت اس حدیث کے مخالف ہے جسے امام احمد نے حضرت رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں نے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ کہاں ہے؟ فرمایا تیری والدہ آگ میں ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کے سابقہ اہل کہاں ہیں؟ فرمایا تو خوش نہیں کہ تیری والدہ میری والدہ کے ساتھ ہو؟

پھر لکھتے ہیں بعض اہل علم نے ان روایات میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور مقامات میں وصال تک ترقی و اضافہ ہوتا رہا تو ممکن ہے یہ درجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد میں حاصل ہوا اور پہلے نہ تھا تو زندہ ہو کر ایمان لانا دوسری احادیث کے بعد ہوا لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔ (عیون الاثر ۲=۱۷۳)

حافظ ابن حجر کی تحقیقی گفتگو

میں کہتا ہوں میری یہ تمام گفتگو حدیث پر اس وقت تھی جب میں اس پر کسی دوسرے کے کلام سے آگاہ نہیں تھا۔ پھر میں نے لسان المیزان از امام الحفاظ ابوالفضل ابن حجر کا مطالعہ کیا تو میں نے عبدالوہاب کے حالات میں یہ عبارت پائی' میں کہتا ہوں ذہبی نے اس جگہ ظن کی بنا پر کلام کیا اور اس حدیث کو متہم کرنے سے سکوت اختیار کیا اور دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا' امام مالک سے' انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے ہشام سے انہوں نے عروہ سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو دو احادیث روایت کی ہیں۔ وہ منکر اور باطل ہیں' پھر انہوں نے اس حدیث کو بطریق علی بن احمد کعبی عن ابی غزیہ روایت کر کے کہا یہ مالک پر کذب ہے یہ سارا بوجھ ابو غزیہ پر ہے۔ اس میں جھوٹا وہ خود ہے۔ یا اس سے روایت کرنے والا' اور عبدالوہاب بن موسیٰ میں کوئی حرج نہیں۔

پھر حافظ ابن حجر نے فرمایا ابن جوزی نے الموضوعات میں ذاہد عمر بن ربیع سے ان سے علی بن ایوب کعبی نے ان سے محمد بن یحییٰ ابوغزیہ زہری نے ان سے عبدالوہاب بن موسیٰ نے حدیث نقل کی پھر انہوں نے ایک اور سند کا ذکر کرتے ہوئے

اس میں محمد بن حسن نقاش مفسر کے بارے میں کہا وہ کہتے ہیں احمد بن یحییٰ نے ان سے محمد بن یحییٰ نے اور انہوں نے عبدالوہاب سے بیان کیا پھر لکھا ابن جوزی کہتے ہیں نقاش ثقہ نہیں احمد بن یحییٰ اور محمد بن یحییٰ دونوں مجہول ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ان کا قول "علی بن ایوب کعبی" تو ان کی موافقت میں ابن عساکر نے یہ حدیث طویلا ذکر کی ہے جیسا کہ عمر بن ربیع کے حالات میں آرہا ہے۔ دار قطنی نے ان کے والد کا نام احمد بیان کیا ہے۔

محمد بن یحییٰ مجہول نہیں

محمد بن یحیی مجہول نہیں بلکہ وہ معروف ہیں ابو سعید بن یونس کی تاریخ میں ان کے عمدہ حالات تحریر ہیں دار قطنی نے ان پر وضع کا الزام لگایا ہے۔ اور یہ ابو غزیہ محمد بن یحییٰ زہری ہیں' ان کا تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔

احمد بن یحییٰ کون ہے؟

احمد بن یحییٰ کے بارے میں نقاش کے ذریعے بھی کچھ امتیاز نہیں ہوتا کیونکہ ان کے طبقہ میں احمد بن یحییٰ نام کی پوری جماعت ہے۔ اس سند کے سب سے زیادہ جو قریب محسوس ہوتے ہیں وہ احمد بن یحییٰ بن زکریا ہیں کیونکہ وہ مصری ہیں اور علی کعبی بھی مصری ہیں جیسا کہ امام دار قطنی نے کہا ہے۔

عبدالوہاب بن موسیٰ رواۃ مالک سے ہیں

خطیب نے زیر بحث عبدالوہاب بن موسیٰ کو امام مالک کے راویوں سے ذکر کیا اور کہا ان کی کنیت ابوالعباس ہے اور انہوں نے بطریق سعید بن ابی مریم ان سے امام مالک ان سے عبداللہ بن دینار نے ایک اثر موقوف ذکر کیا جس میں حضرت عمر سے حضرت کعب الاحبار کی گفتگو ہے پھر کہا اس میں یہ منفرد ہیں لیکن ان پر کوئی جرح ذکر نہیں کی۔ اسے دار قطنی نے غرائب مالک میں ذکر کر کے کہا یہ مالک سے حجت کے ساتھ ثابت ہے۔

ابن جوزی نے اپنے استاذ شیخ محمد بن ناصر سے نقل کیا کہ یہ حدیث (احیاء والدین) موضوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر انور مقام ابواء میں ہے' جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے لیکن ابوغزیہ کا خیال ہے کہ وہ مقام حجون پر ہے تو ابن جوزی نے اسے موضوع کہا اور یہ بھی کہا کہ یہ اس حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے جسے جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں ذکر کیا۔

عمر بن ربیع کے حالات اور عبدالوہاب بن موسیٰ سے مروی حدیث ابوغزیہ پر مزید گفتگو آئے گی یہ وہ گفتگو تھی جو لسان المیزان میں عبدالوہاب کے حالات میں حافظ ابن حجر نے کی۔

احمد بن یحییٰ ممتاز ہیں

حافظ ابن حجر کا یہ فرمان کہ احمد بن یحییٰ نقاش کہنے سے بھی واضح نہیں ہوتے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سند سے ممتاز ہو جاتے ہیں جیسے امام ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں ذکر کیا کیونکہ انہوں نے واضح طور پر انہیں حضرمی کہا ہے۔

ابوغزیہ کا تعارف

لسان المیزان میں ابوغزیہ کے حالات میں ہے کہ یہ ابوغزیہ صغیر زہری ہیں۔ مصر میں سکونت پذیر تھے ان سے پوری جماعت نے حدیث لی۔ سعید بن یونس نے انہیں اہل سفر میں شمار کیا اور کہا محمد بن یحییٰ بن محمد بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف ابو عبداللہ' ان کا لقب ابوغزیہ' مدنی' مصر آئے ان کی دو کنیتیں ہیں' ان سے روایت لینے والوں میں یہ ہیں' اسحاق بن ابراہیم کناس' زکریا بن یحییٰ ثغری' سہل بن سوادہ خانقی' محمد بن فیروز اور محمد بن عبداللہ بن حکیم' ان کا وصال عاشورہ کے دن ۲۵۸ھ میں ہوا۔ (لسان المیزان ۵/۴۲۴)

دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا ہمیں ابوبکر نقاش مصری نے انہیں محمد بن عبداللہ بن حکیم نے مصر میں انہیں ابوغزیہ محمد بن یحییٰ زہری نے انہیں عبدالوہاب بن

آگ سے اپنے آپ کو بچالو

موسیٰ انہیں مالک نے انہیں ابن شہاب نے انہیں سعید بن مسیب نے انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بنے۔ تو انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا اور پھر فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے چار چیزوں میں سبقت لے گئے۔ دار قطنی نے کہا یہ روایت نہ زہری سے ثابت اور نہ ہی مالک سے اور یہ ابو غزیہ صغیر ہی ہیں جو منکر الحدیث ہیں۔

پھر بطریق علی بن احمد نقل کیا اور کہا وہ ثقہ تھے۔ ہمیں ابو غزیہ محمد بن یحییٰ نے بیان کیا انہیں ابو العباس عبدالوہاب بن موسیٰ نے اس سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا کہ دایاں شرمندہ ہوتا ہے یا گنہگار اور کہا نہ یہ مالک سے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور نہ زہری سے اس میں بوجھ غزیہ پر ہی ہے۔

ابو غزیہ کبیر

رہے ابو غزیہ کبیر تو وہ محمد بن موسیٰ انصاری مدنی قاضی ہیں وہ امام مالک اور فلیح بن سلیمان کے شاگرد ہیں اور ان کے تلامذہ' ابراہیم بن منذر' زبیر بن بکار' عمر بن محمد بن فلیح اور پوری جماعت سے انہیں امام بخاری' ابن حبان' ابو حاتم' عقیلی اور ابن عدی نے ضعیف قرار دیا جبکہ حاکم نے ان کی توثیق کی ۲۰۷ میں ان کا وصال ہوا۔

علی بن احمد کا تعارف

علی بن احمد کعبی' مصری ہیں' یہ متہم ہیں انہوں نے ابو غزیہ سے انہوں نے عبدالوہاب بن موسیٰ سے انہوں نے مالک سے انہوں نے ابو زناد سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو احادیث روایت کی ہیں۔

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے موقعہ پر اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے گزرے تو

فسأل الله عزوجل فاحياها — تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس نے انہیں زندہ
فامنت به فردها الی حفرتها — کیا اور وہ آپ پر ایمان لائیں پھر اللہ
(لسان المیزان ۴'۹۱) — تعالیٰ نے انہیں واپس فرما لیا۔

۲۔اس سند کے ساتھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے لئے تنگی حالت میں پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو جبرائیل و میکائیل علیہ السلام آئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر کو ڈھانپا' اللہ تعالیٰ کے پیار کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وہ پتھر اٹھا کر لانے لگے۔ (لسان المیزان ۴' ۱۹۳)

دار قطنی کہتے ہیں یہ دونوں سندیں اور متن باطل ہیں' ابوزناد عن ہشام عن ابیہ عن عائشہ کی سند سے کوئی شے ثابت نہیں یہ امام مالک پر کذب ہے اور اس کا تمام بوجھ ابوغزیہ پر ہے ان پر وضع کا اتہام ہے یا ان سے روایت کرنے والے پر لیکن عبدالوہاب بن موسیٰ پر کوئی طعن نہیں۔

علی بن ایوب کعبی کے بارے میں میزان سے یہ قول "وہ معروف نہیں" نقل کر کے کہا میں کہتا ہوں دار قطنی نے اسے معروف قرار دیتے ہوئے ان کا نام علی بن احمد بیان کیا عمر بن ربیع بن سلیمان ابی طالب خشاب کے حالات میں ذہبی کا یہ قول "فرات نے تاریخ میں ذکر کیا اور کذاب قرار دیا" ذکر کرنے کے بعد کہا دار قطنی نے انہیں غرائب مالک میں ضعیف کہا' مسلمہ بن قاسم نے کہا ان میں کچھ لوگوں نے کلام کیا ہے اور کچھ نے انہیں ثقہ کہا اور یہ کثیر الحدیث ہیں ۳۴۰ھ میں ان کا مصر میں وصال ہوا۔

(لسان المیزان ۴'۲۰۶)

ابن عساکر نے سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجتہ الوداع کے موقعہ حج فرمایا پھر بطریق خطیب ساری حدیث بیان کی۔

ابن عساکر کہتے ہیں یہ حدیث عبدالوہاب بن موسیٰ زہری مدنی کے حوالے سے امام

مالک سے منکر ہے۔ کعبی مجہول ہے ' حلبی صاحب غرائب ابوزناد عن ہشام روایت میں معروف نہیں' ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں پایا شاید "عن ابیہ" کا لفظ کتابت سے رہ گیا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے عمر بن ربیع اور علی بن محمد بن یحییٰ کے بارے میں کچھ نہیں کہا حالانکہ کعبی وغیرہ سے ان کا تعلق اس حدیث سے زیادہ ہے باقی عبدالوہاب بن موسیٰ کے بارے میں پیچھے گزر چکا اور اس میں "عن ابیہ" کا لفظ ثابت ہے اور ان کا اسے مذکورہ سند میں ساقط قرار دینا درست ہے۔ یہ تمام وہ گفتگو ہے جو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس حدیث اوراس کے راویوں کے بارے میں کی ہے۔ ہم پر اس تمام اور سابقہ گفتگو سے یہی آشکار ہوتا ہے کہ حدیث یقینی طور پر موضوع نہیں اور اس کی وجہ واضح ہے۔ کہ اس کے تمام راویوں میں ایسا کوئی راوی نہیں جس کی جرح پر تمام محدثین متفق ہوں کیونکہ حدیث کا مدار "ابوغزیہ عن عبدالوہاب" پر ہے اور عبدالوہاب کی دار قطنی نے دو مقام پر توثیق کی ہے ایک مقام پر کہا وہ ثقہ ہیں دوسرے مقام پر کہا ان پر کوئی طعن نہیں' حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کو قائم و ثابت رکھا اور کعبی سے بھی ان کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں۔ باقی ان کے اوپر جو راوی ہیں مثلاً" امام مالک تو ان کی جلالت علمی کی بنا پر ان کے بارے میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہشام اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان عروہ کا ساقط ہونا تو دوسری سند میں وہ ثابت ہیں۔

ا۔ ابوغزیہ کے بارے دارقطنی نے کہا منکرالحدیث ہیں ابن جوزی نے کہا مجہول ہیں۔ ابن یونس نے تو ان کے عمدہ حالات تحریر کئے' حد جہالت سے تو وہ نکل گئے۔

۲۔ کعبی کے بارے میں اکثر کہا گیا وہ مجہول ہے۔ مگر وہ تو معروف ہیں۔

۳۔ عمر بن ربیع کے بارے میں مسلمہ بن قاسم نے محدثین سے توثیق نقل کی ہے اور کہا یہ کثیرالحدیث ہیں۔

تو اصول حدیث کے مطابق یہ سند اس اعتبار سے ضعیف ٹھہری نہ کہ موضوع' اور

یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے متابع موجود ہے جو اس سے بھی عمدہ ہے اور وہ سند احمد بن یحییٰ حضرمی کا ابوغزیہ سے روایت کرنا' یہ طریق اس حوالے سے عمدہ ہے کیونکہ طریق کعبی میں ایسے راوی ہیں جن پر مسلسل کلام ہے مثلاً حلبی' عمر بن ربیع اور کعبی لیکن حضرمی کو صرف مجہول کہا گیا ہے اور وہ بھی اس وقت جب احمد بن یحییٰ پر اکتفا کر لیا۔(یعنی جب اس کے ساتھ حضرمی کہہ دیا جائے تو جہالت از خود ختم ہو جاتی ہے) اور وہ معروف ہوں گے اور اگر اس کو لین (نرم) کہا گیا ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ یہ الفاظ تو تعدیل پر دلالت کرتے ہیں اور ایسے شخص ہی کی حدیث حسن کے درجہ پر ہوتی ہے جبکہ اس کا تابع ہو' اگر یہ روایت میں متفرد نہ ہوتے تو مذکورہ حدیث کو حسن کہہ دیتا' اب حدیث افراد ابو غزیہ میں سے ہے اور اس کا مدار بھی انہیں پر ہے۔

ابن عساکر کی تائید

ابن عساکر کا اس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حدیث منکر میری بات پر حجت ہے کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے اور موضوع کے درمیان فرق واضح ہے جیسا کہ اصول حدیث میں معروف ہے۔

اقویٰ اور معتمد قول

اس حدیث کے بارے میں سب سے قوی اور معتمد قول ابن عساکر کا ہے کیونکہ ابوغزیہ کی روایت پر تبصرہ کیا جاتا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے تو جس حدیث میں یہ منفرد ہونگے وہ منکر کہلائے گی'کیونکہ منکر اس روایت کو کہا جاتا ہے'جس میں ضعیف راوی ثقہ کی روایت کی مخالفت کرے۔ اس حدیث کا حال بھی یہی ہے اگر اسے ہم احادیث زیارت وغیرہ کے مخالف مان لیں ۔ اور اگر مخالفت کے بجائے موافقت مان لیں تو یہ صرف ضعیف ہوگی اور اس کا درجہ منکر سے اوپر اور اس سے بہتر قابل استدلال ہو گی اور جو منکر سے مرتبہ کے اعتبار سے کم ہوگی اس کا حال بھی اس سے کم ہو گا اور یہ متروک کا مرتبہ ہے اور متروک حدیث ضعیف کی قسم ہوتی ہے وہ بھی موضوع نہیں

فصل

حدیث کے تمام طرق میں علت ہے

حدیث کے تمام طرق میں علت ہے

جس حدیث زیارت پر ذہبی نے صحت کا حکم جاری کیا ہے اس کی تخریج آئمہ ستہ نے نہیں کی بلکہ اسے حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں اس طرف اشارہ کیا ہے جن لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے ان کا مقصد صحیح لذاتہ نہیں بلکہ محض اس سند کے اعتبار سے ہے۔ میں نے اس حدیث کے تمام طرق پر غور کیا تو میں نے ان تمام کو معلول (علت والے) پایا۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے امام حاکم نے بطریق ایوب بن ہانی ان سے مسروق نے ان سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں تشریف فرما ہوئے ہم بھی ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا پھر کچھ قبور کی طرف بڑھے حتی کہ ایک قبر پر پہنچ کر طویل دعا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رونے والا پایا۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کس لئے رو رہے ہیں؟ ہم بھی اس پر پریشان ہو کر رو پڑے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر تشریف لائے اور فرمایا میرے رونے کی وجہ سے تم پریشان ہوئے؟ عرض کیا ہاں فرمایا جس قبر پر میں نے مناجات کی وہ آمنہ بنت وھب کی قبر تھی میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت قبر کی اجازت چاہی تو اس نے اجازت دیدی پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش کی دعا اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ ملی اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین — نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں۔

(التوبہ' ۱۱۳) (المستدرک' ۲=۳۶۷)

حدیث میں پہلی علت

امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ذہبی نے مختصر میں اس کا رد کیا اور کہا ایوب بن ہانی کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تو یہ علت جو اس روایت کی صحت میں رکاوٹ ہے۔ ذہبی پہ تعجب ہے کہ انہوں نے میزان میں حاکم کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے اسے کیسے صحیح قرار دے دیا مختصر مستدرک میں خود اس کی مخالفت کی ہے۔

(تلخیص' ۲=۳۶۶)

حدیث میں دوسری علت

اس حدیث میں دوسری علت یہ ہے کہ یہ ان مرویات کے مخالف ہے جو صحیح البخاری وغیرہ میں ہے کہ مذکورہ آیت مبارکہ ابوطالب کی موت پر نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی جس سے منع کیا گیا ہے۔ اس بارے میں ترمذی وغیرہ دیگر روایات بھی ہیں کہ فلاں کے بارے میں نازل ہوئی جو قصہ آمنہ کے علاوہ ہے اگر ذہبی حدیث احیاء والدین کو اس حدیث کی بنا پر نہیں مانتے تو اس حدیث (جس کو صحیح کہہ رہے ہیں) کو بھی ایسی احادیث رد کر رہی ہیں جن کی صحت یقینی ہے اور وہ صحیح البخاری وغیرہ کی ہیں۔

۲۔ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو عسفان کی گھاٹی سے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدہ کی قبر پر حاضر ہوئے آگے تمام روایت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی تھی تو اس میں بھی وہ دونوں علتیں ہیں۔

۱۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

۲۔ یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔

۳۔ روایت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد اور ابن شاہین نے نقل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر پر تشریف فرما ہوئے باقی الفاظ سابقہ ہی ہیں۔

امام جریر نے ایک اور سند سے یوں ذکر کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے اور اپنی والدہ کی قبر پر کھڑے رہے حتیٰ کہ سورج گرم ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیدوار تھے کے اذن مل جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار کریں گے تو سابقہ آیت نازل ہوئی اس حدیث میں بھی ملتیں ہیں۔

۱۔ حدیث صحیح کے مخالف ہونا۔

۲۔ ابن سعد نے طبقات میں اسے ذکر کر کے کہا۔

ھذا غلط ولیس قبرھا بمکۃ وقبرھا بالابواء — یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی قبر انور مکہ میں ہے ہی نہیں بلکہ آپ کی قبر ابوا کے مقام پر ہے۔ (الطبقات' ۱: ۱۱۷)

تو واضح ہو گیا کہ اس روایت کے تمام طرق میں علت ہے رہا معاملہ نزول آیت کا جس میں استغفار سے منع کیا گیا تو اس آیت اور ان احادیث صحیح میں موافقت ممکن ہے جن میں ابوطالب کا واقعہ مذکور ہے۔

سب سے اصح سند

اس روایت کی سب سے اصح سند حاکم کی ہے جسے انہوں نے بخاری و مسلم کے شرائط پر صحیح کہا' حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار مسلح لشکر کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لائے اس دن جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے ایسا پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔' (المستدرک' ۲: ۳۶۶)

اس حدیث میں کوئی علت نہیں اور نہ یہ کسی حدیث کی مخالف ہے اور نہ اس

میں استغفار پر ممانعت ہے، رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا تو وہ زیارت قبور کی وجہ سے رقت طاری ہونے پر ہے۔ اس میں عذاب کا دیکھنا ضروری نہیں۔ اس مقام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہی سمجھ عطا فرمائی وللہ الحمد۔

فصل

موضوع کہنے والوں کی تمام علتیں غیر مؤثر ہیں

موضوع کہنے والوں کی تمام علتیں غیر موثر ہیں

حدیث احیاء والدین کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔

ا۔ یہ موضوع ہے اس کے قائلین یہ آئمہ ہیں' امام دار قطنی' جوزقانی' ابن ناصر' ابن جوزی اور ابن دحیہ۔

۲۔ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں' اس کے قائلین یہ آئمہ ہیں امام ابن شاہین' خطیب بغدادی' ابن عساکر' سہیلی' قرطبی' محب طبری اور ابن سیدالناس' ابن شاہین کے کلام سے ہم نے یہ مدعیٰ یوں حاصل کیا ہے کہ انہوں نے حدیث زیارت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ موضوع ہوتی تو اس کا ناسخ قرار دینا ہرگز درست نہ ہوتا' ہم نے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر اس کی ان تمام علتوں کو پرکھا ہے جو طبقہ اولیٰ (موضوع کہنے والوں نے) نے بیان کی ہیں۔ وہ تمام کی تمام غیر موثر ہیں اسی لئے ہم نے دوسرے لوگوں کے قول (یہ فقط ضعیف ہے) کو ترجیح دی ہے وللہ الحمد

جو کچھ میں نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں اس کی موافقت و تائید متاخرین میں سے دمشق کے عظیم محدث حافظ شمس الدین بن ناصر الدین نے بھی کی ہے انہوں نے خطیب کی سند سے یہ حدیث اپنی کتاب "موردالصاوی فی مولدالھادی" میں ذکر کی اور اس کے بعد یہ اشعار کہے۔

حباللہ النبی مزید فضل
علی فضل وکان بہ رؤوفا

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر اللہ تعالیٰ مہربان ہے)

فاحیا امہ وکذا اباہ
لایمان بہ فضلا لطیفا

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ اور والد دونوں کو اس نے زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور یہ کتنا اعلیٰ افضل ہے)

فسلم فالقدیم بنا قدیر وان کان الحدیث بہ ضعیفا

(لوگو مان لو اللہ تعالی اس پر قادر ہے اگر اس میں وارد ہونے والی حدیث ضعیف ہے۔)

فصل

آپ ﷺ کی والدہ دین حنفی پر تھی

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ دین حنیفی پر تھیں۔

یہ تمام دلائل ان کے زندہ ہو کر ایمان لانے پر تھے میں نے ایک ایسی روایت دیکھی جو واضح کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی موت توحید پر ہوئی تھی۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بطریق زہری ان سے ام سلمہ بنت ابی رھم نے اپنی والدہ سے بیان کیا میں مرض وصال میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پانچ سال تھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے سراقدس کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چہرہ تکتے ہوئے فرمایا۔

بارک اللہ فیک من غلام یا ابن الذی من حومۃ الحمام

(اے نوجوان تجھے اللہ تعالی برکت عطا فرمائے تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی)

نجابعون الملک المنعام فودی غداۃ الضرب بالسھام

(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)

بمائۃ من ابل سوام ان صح مابصرت فی المنام

(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عند ذی الجلال والاکرام

(تم لوگوں کی طرف رسول ہو اللہ صاحب جلال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل وفی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام

(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا)

دین ابیک البر ابراھام فاللہ انھاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے اور اللہ تعالی نے بت پرستی سے منع فرمایا)

ان لاتوالیھا مع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر فرمایا ہر زندہ فنا' ہر نیا پرانا اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں میں فوت ہو رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی رہے گا۔ میں خیر چھوڑے جا رہی ہوں' میں نے پاک کو جنا ہے اس کے بعد آپ فوت ہو گئیں۔ ہم نے جنات سے یہ اشعار سُنے ۔

تبکی الفتاۃ البرۃ الامنیۃ ذات الجمال العفۃ الرزینۃ

(نیک اور امین خاتون رو دی اور وہ صاحب جمال اور عفیفہ ہیں)

زوجۃ عبداللہ والقرنیۃ ام نبی اللہ ذی السکینۃ

(ان کے شوہر عبداللہ ہیں اور وہ صاحب مقام نبی کی ماں ہیں)

وصاحب المنبر فی المدینۃ صارت لدی حفرتھا رھینۃ

(وہ نبی مدینہ کے صاحب منبر ہیں اور یہاں اس قبر میں مدفون ہیں)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مذکورہ ارشاد گرامی اس پر تصریح ہے کہ آپ موحدہ(توحید پر) تھیں کیونکہ انہوں نے دین ابراہیمی کا ذکر کیا اپنے بیٹے کی بطور نبی بعثت کا تذکرہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں کی پرستش سے منع کرنا اور قوم کی اس میں موافقت نہ کرنا بیان کیا۔ کیا توحید اس کے علاوہ کوئی شی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اعتراف' اس کی الوہیت کو تسلیم کرنا' اس کا کوئی شریک نہ ماننا اور بتوں کی عبادت سے برات وغیرہ۔ اس قدر کفر سے بیزاری اور توحید کا ثبوت بعثت سے پہلے اور جاہلیت میں کافی ہوتا ہے باقی اس سے زائد تفصیلی چیزیں تو وہ بعثت کے بعد کا معاملہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک والد نے موت کے وقت اپنے بیٹوں کو کہا تھا مجھے جلا کر راکھ بنا لینا پھر اسے ہوا میں اڑا دینا پھر کہا

لئن قدر اللہ علی لیعذبنی — اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے قابو پا لیا تو وہ مجھے عذاب دے گا۔

علماء نے اس حدیث کے تحت فرمایا یہ کلمات اس کے حکم ایمان کے منافی نہیں کیونکہ اسے قدرت الٰہی میں کوئی شک نہ تھا ہاں اس سے جہالت تھی تو اس نے یہ گمان کیا اگر وہ اس طرح کرے گا تو دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا اور نہ یہ گمان کیا جا سکتا

ہے کہ زمانہ جاہلیت کے تمام لوگ کافر تھے۔ ان میں بلاشبہ ایک ایسی پوری جماعت تھی جو دین حنیفی پر تھے اور وہ مشرک نہ تھے وہ دین ابراہیمی کے پیروکار تھے اور وہ سراپا توحید ہے۔مثلاً زید بن عمرو بن نفیل' س بن ساعدہ اور ورقہ بن نوفل حدیث میں ان تمام کو مومن اور جنتی کہا گیا ہے اس میں کون سی برائی اور بدعت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ایسے لوگوں میں شامل ہوں۔

یہ دین حنیفی پر کیوں تھے؟

آپ کیوں شامل نہ ہوں؟حالانکہ دین حنیفی رکھنے والوں کی اکثریت نے یہ دین اس لئے اختیار کیا تھا کہ اہل کتاب اور کاہنوں سے انہوں نے سن رکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب آچکا ہے اور حرم سے آئیں گے اور ان کی یہ صفات ہوں گی۔

وام النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم من ذلک اکثر مماسمعہ غیرھا

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں زیادہ سن رکھا تھا۔

بوقت حمل و ولادت نشانیوں کا ظہور

انہوں نے بوقت حمل و ولادت ان آیات اور نشانیوں کا مشاہدہ کیا جنہوں نے ان کو دین حنیفی کی طرف ضرور راغب کیا۔ انہوں نے اس وقت دیکھا کہ ان کے جسم سے نور خارج ہوا' اس کی برکت سے شام کے محلات بھی انہوں نے دیکھے۔ (الوفاء ۱'=۹۴)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کہنا ہے کہ شق صدر کے بعد خوف کی وجہ سے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی اور کہا مجھے ان پر شیطان کا خوف ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ نے فرمایا۔

کلا واللہ ماللشیطان علیہ سبیل وانہ لکائن لابنی ھذا

ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میرے بیٹے کی

شان عظیم شان ہے۔ (الوفاء ۱=۱۱۰)

اور اس طرح کے دیگر کلمات بھی ارشاد فرمائے، اپنے وصال کے سال مدینہ طیبہ ساتھ لے گئیں اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے یہود کی گفتگو سنی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں گواہی بھی تھی پھر وہاں سے مکہ لوٹیں تو راستہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (الوفاء ۱=۱۱۷)

یہ تمام چیزیں اعلان کر رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اپنی زندگی میں دین حنیفی پر ہی تھیں۔

فصل

سوال وجواب

سوال:۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ توحید پرست اور دین حنیفی پر تھیں حالانکہ حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تو اجازت نہ ملی' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے تو یہ دونوں مذکورہ بات کے مخالف ہیں۔

جواب:۔ تم یہ جواب دے سکتے ہو کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے اور زندہ ہو کر ایمان لانے کا واقعہ بعد کا ہے اور وہ ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہیں۔

لیکن اس کا کیا جواب کہ توحید پر موت بہر صورت عذاب کے منافی ہوتی ہے۔

سیوطی کا خوبصورت جواب

میں کہتا ہوں خوبصورت جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان" میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے" اس وحی سے پہلے کا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے جنتی ہونے کے بارے میں آگاہ کیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبع کے بارے میں فرمایا میں نہیں جانتا تبع مومن تھا یا نہیں؟ لیکن امام حاکم اور ابن شاہین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبع کے بارے میں وحی نازل ہونے کے بعد فرمایا تبع کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ اسے ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں حضرت سہل بن سعد اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا الغرض پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے بارے میں بتایا نہیں گیا تھا یا ان تک ان کا قول نہیں پہنچا جو موت کے وقت انہوں نے کہا تھا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ نہ رہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت پانچ سال کے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاعدہ جاہلیت کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا تمہاری ماں کے ساتھ ہے پھر بصورت وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مقام سے آگاہ کر دیا گیا۔ اس کی تائید حدیث کے آخری الفاظ کرتے

ماسألتهما ربي فيعطيني — میں نے اپنے رب سے اپنے والدین کے

(الناسخ والمنسوخ' ۲۸۴) — بارے میں عرض کیا تو اس نے عطا فرمایا

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کے درمیان اس معاملہ پر گفتگو نہیں ہوئی جو بعد میں ہوئی۔

استغفار کے عدم اذن سے کفر لازم نہیں آتا

رہا استغفار کی اجازت کا نہ ملنا تو اس سے ان کا کفر لازم نہیں آتا کیونکہ ابتداء اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقروض کا جنازہ پڑھنے اور اس کے استغفار سے منع فرمایا تھا حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا ہے اس کی حکمت یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استغفار فی الفور قبول ہو جاتی ہے تو جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استغفار کر دی اور نماز جنازہ پڑھا دی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا حالانکہ مقروض قرضہ کی ادائیگی تک اپنے مقام جنت سے محبوس و دور رہتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

نفس المومن معلقة بدينه حتى يقضى — مومن کا نفس قرض کی ادائیگی تک معلق ہی رہتا ہے۔

تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ باوجودیکہ وہ توحید پرست تھیں جنت سے برزخ میں ایسے امور کی وجہ سے رکی ہوں جو کفر نہ ہوں' اس بات کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغفار کی اجازت نہ دی جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں اجازت دے۔

ایک اور عمدہ جواب

ان دونوں احادیث کا یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ آپ بلاشبہ موحدہ تھیں مگر ان تک معاد و بعثت کا معاملہ نہ پہنچا تھا اور یہ بہت بڑی اصل ہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا تاکہ بعثت اور تمام شریعت پر ایمان لائیں یہی وجہ ہے کہ ان کے احیاء کو حجتہ

فصل

تمام انبیاء علیہم السلام کی مائیں مومن ہیں

تمام انبیاء کی مائیں مومن ہیں

میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں تحقیق کی' میں نے ان تمام کو مومن پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا بھی مومن ہونا ضروری ہے۔ اس کے بیان میں اجمال و تفصیل دونوں ہیں۔

ان کا تفصیلی تذکرہ

تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مومن ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے' علماء کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے کہ یہ نبی تھیں کیونکہ سورۃ الانبیاء میں ان کا تذکرہ نبیوں سے متصل ہوا ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ بعض نے ان کے بارے میں کہا وہ نبی تھیں کیونکہ ملائکہ نے ان سے خطاب کیا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی والدہ کا تذکرہ قرآن میں ہے ان کے بارے میں بھی نبی ہونے کا منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

واوحینا الی ام موسی — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔

(القصص ۷)

حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ حضرت حواء علیہما السلام تمام انسانوں کی ماں ہیں ان کے نبی ہونے کا بھی قول موجود ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان پر احادیث و آثار شاہد ہیں اس طرح حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کی ماؤں کے بارے میں بھی' اس طرح حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت شمویل' حضرت شمعون اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں بھی آثار موجود ہیں۔

بعض مفسرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کی تصریح کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی — اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور

(نوح ' ۲۸) میرے والدین کو۔

امام کرمانی نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا۔ پھر ایک نادر قول ذکر کیا کہ ان کے والدین کافر تھے۔

میں کہتا ہوں پہلا ہی قول درست ہے مذکورہ روایت کو ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان تمام آباء مسلمان تھے۔ ایک پوری جماعت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ ابن حیان نے البحرالمحیط میں تفسیر سورۂ ابراہیم میں اس کو ترجیح دی ہے ان کا اسم گرامی نو ما ہے یہ ارفخشند بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان دونوں کا تذکرہ ابن سعد نے طبقات میں کیا ہے۔

اجمالاً تذکرہ یہ ہے

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا' بنی اسرائیل کے انبیاء کی تعداد دس ہے۔ حضرت نوح' حضرت ھود' حضرت صالح' حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسرائیل کی اولاد تمام کے تمام مومن تھے ان میں کوئی کافر نہیں یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی تو ان کیساتھ کچھ لوگوں نے کفر اختیار کیا تو بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کی مائیں مومن ٹھہریں ان میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت ہے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باقی حضرت ھود حضرت صالح' حضرت لوط' اور حضرت شعیب علیہم السلام کی ماؤں

کا معاملہ تو ان کے ایمان پر نقل یا دلیل کی ضرورت ہے ۔ اللہ کی توفیق سے ان کا ایمان ہی ظاہر ہے تو اس استدلال سے تمام کا اہل ایمان ہونا ثابت ہو گیا اس میں راز یہی ہے کہ وہ خصوصی نور کا مشاہدہ کیا کرتیں تھیں جیسا کہ حدیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اب تیسری دلیل

مذکورہ گفتگو سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے دوزخی نہ ہونے، دین حنیفی پر ہونے اور زندہ ہو کر ایمان لانے پر دو دلائل آ چکے ۔ اب اس سے تیسری دلیل بھی ماخوذ وہ یہ ہے کہ آپ اہل فترت میں سے تھیں اور اہل فترت کے بارے میں احادیث معروف و مشہور ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء ۱۵)
اور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجیں ۔

صاحب مراۃ الزمان نے اپنے دادا ابن جوزی سے حدیث سابق کے تحت نقل کیا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجیں" تو ایک جماعت کا خیال ہے کہ

والدعوة لم تبلغ اباه وامه فما ذنبهما
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو دعوت دین نہیں پہنچی تو ان کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

فصل

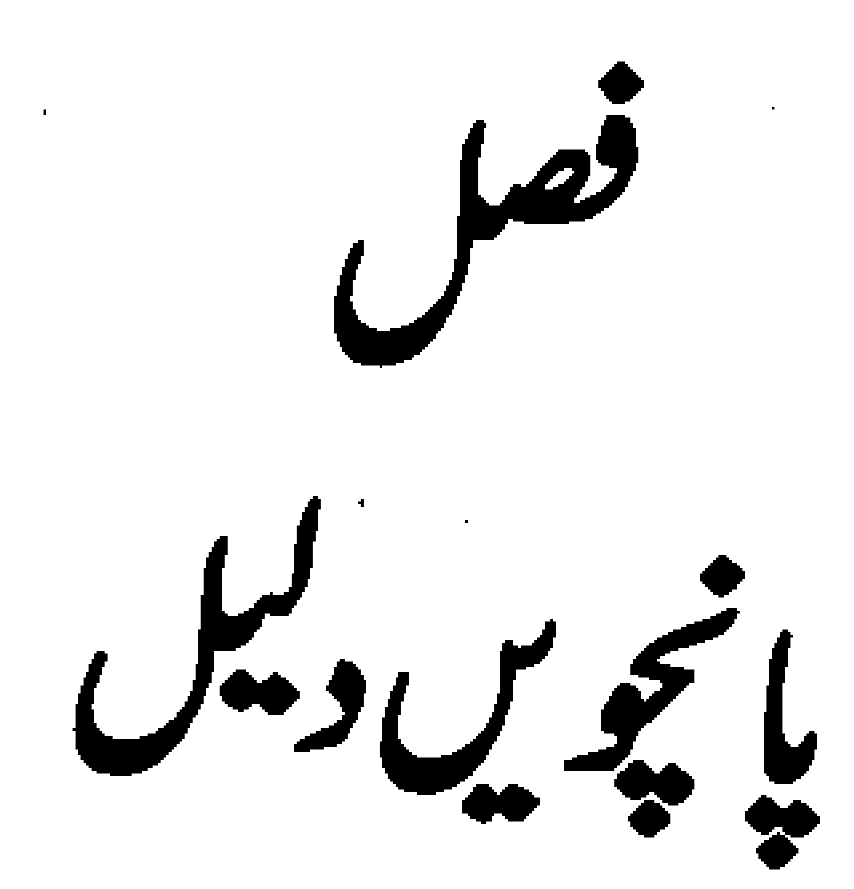
چوتھی دلیل

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں ہے ابو لہب کو خواب میں دیکھا گیا تو اس نے بتایا مجھے موت کے بعد کوئی خیر نہیں ملی سوائے اس کے جو ثویبہ کی آزادی کی وجہ سے مجھے پلایا جاتا ہے۔ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی اس نے اسے آزاد کر دیا تھا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا جب ابولہب کو اس کی آزادی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو رہی ہے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدید عداوت رکھتا تھا جس کی وجہ سے وہ شدید عذاب میں مبتلا تھا۔

فماظنک بمن حملته فی بطنها تسعة شهور وارضعته اياما وربته سنين وهی امه

تو تمہارا اس خاتون کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے بطن میں نو ماہ آپ ﷺ تشریف فرما رہے اور انہوں نے آپ ﷺ کو کئی دن دودھ بھی پلایا اور کئی سال تربیت کی اور وہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں۔


فصل
پانچویں دلیل

پانچویں دلیل

ابن جوزی نے سند کے ساتھ بیان کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرماتا ہے میں نے تیری اس صلب پر آگ حرام کر دی ہے جس پشت اور رحم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما رہے اور جس نے کفالت کی۔صلب سے مراد عبداللہ بطن سے مراد سیدہ آمنہ، گود سے مراد چچا ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس کی سند وہی کچھ ہے جو تو دیکھ رہا ہے ابوالحسن علوی غالی رافضی ہے۔

میں نے کہا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں، صحابیہ ہیں بلکہ ہجرت کرنے والی ہیں۔ (الموضوعات، ۱=۲۸۳)


فصل

ان لوگوں پر تعجب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو یقینی طور پر دوزخی کہتے ہیں اور یہ دلیل دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے" اس طرح فرمایا "میرا والد اور تیرا والد آگ میں ہے" اور اس طرح کی دیگر روایات اور ان کے مقابل روایات کو کلیۃ مسترد کر دیتے ہیں۔

اس مسئلہ کی ایک بہت خوب نظیر ہے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے اور وہ مشرکین کے بچوں کا معاملہ ہے متعدد احادیث میں اس بات پر جزم ہے کہ وہ آگ میں ہیں بہت کم احادیث میں ہے کہ وہ جنت میں ہیں جمہور علماء نے جنتی ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ ان میں سے امام نووی فرماتے ہیں مذہب صحیح اور مختار جس پر تحقیق ہے وہ یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا اور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں (الاسراء)

جب دعوت کے نہ پہنچنے کی وجہ سے بالغ شخص پر عذاب نہیں تو غیر بالغ پر بطریق اولیٰ عذاب نہ ہو گا۔ امام نووی کے علاوہ محدثین نے فرمایا بچوں کے بارے میں جو احادیث دوزخ ہیں، وہ منسوخ ہیں۔ جنتی احادیث سے یعنی یہ اس کی ناسخ ہیں اس فسخ کو وہ روایت واضح کر دیتی ہے جسے امام ابن عبدالبر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ اپنے آباء میں سے ہیں۔ پھر دوسری دفعہ پوچھا تو فرمایا ان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اسلام کے تفصیلی احکام نازل ہونے کے بعد پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (الاسراء ۱۵)

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فطرت پر یا فرمایا وہ جنت میں ہے تو یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ دوزخ والی روایات منسوخ ہیں، اس طرح وہ روایات

(جو بتاتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں) منسوخ ہیں ان کا ناسخ یا تو زندہ ہو کر ایمان لانا ہے اور اس وحی کا نزول کہ اہل فترت پر عذاب نہیں ہوتا' بچوں کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے ہم ان پر کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتے۔

امام شافعی اور آئمہ سے یہی منقول ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا

اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین ان کے اعمال کے بارے میں اللہ تعالی بہتر جانتے ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ایمان لاتا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ زندہ رہنے کی صورت میں کفر اختیار کرتا اسے دوزخ میں داخل فرمائے گا۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں کہا جائے بلکہ ان کا بہت زیادہ احترام کیا جائے کہ اگر وہ بعثت نبوی تک دنیا میں رہتے تو ایمان لانے میں سبقت کرتے اور وہ اس طرح اہل جنت ہوتے۔

بچوں کے بارے میں ایک قول

مشرکین کے بچوں کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں ان کا امتحان ہو گا' جو اطاعت کرے گا وہ جنت میں اور جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' امام بیہقی نے اس کو صحیح کہا' اہل فترت کے حوالے سے بھی بعینہ اسی طرح کی احادیث وارد ہیں۔

ا۔ امام بزار اور ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا روز قیامت چار آدمیوں کو لایا جائے گا۔ بچہ' پاگل' زمانہ فترت میں فوت ہونے والا' شیخ فانی' تمام اپنی دلیل پیش کریں گے اللہ تعالی ان کو فرمائے گا' آگ سے اپنے آپ کو بچالو۔

اور فرمائے گا میں نے اپنے دیگر بندوں کی طرف رسول بھیجے مگر تمہاری طرف میں

خود رسول تھا اس میں داخل ہوجاؤ' جس پر شقاوت لکھی ہوگی وہ کہے گا اے رب کیا ہمیں تو اس میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم علم ہی نہیں رکھتے تھے؟ اور جس پر سعادت لکھی ہوگی وہ اس میں جلدی سے کود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی تم نے میرے رسولوں کی اس سے کہیں بڑھ کر نافرمانی کرتے تو ایک طبقہ جنت میں جبکہ دوسرا دوزخ میں جائے گا۔

۲۔ امام احمد اور ابن راھویہ نے مسانید میں اور بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں کو روز قیامت حجت پیش کریں گے' ایک وہ شخص جو بہرہ تھا دوسرا وہ جو احمق تھا تیسرا نہایت بوڑھا اور چوتھا زمانہ فترت پر فوت ہونے والا۔۔۔ تو جو فترت میں فوت ہونے والا ہوگا وہ عرض کرے گا میرے پاس تیرا رسول نہیں آیا تو اس سے اطاعت کا عہد لے کر اسی کی طرف رسول بھیجے گا جو اسے آگ میں داخل ہونے کا حکم دے گا تو ان میں سے جو آگ میں داخل ہو جائے گا اس میں وہ گل و گلزار بن جائے گی اور جو داخل نہ ہوگا اسے اس میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسند احمد' ۴۔۲۰۴)

۳۔ امام بزار نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' زمانہ فترت میں فوت ہونے والے احمق اور بچے کو لایا جائے گا' فترت میں فوت ہونے والا کہے گا میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' احمق کہے گا' مجھے تو نے عقل نہیں دیا کہ میں خیر یا شر کی پہچان کر سکوں' بچہ کہے گا میں نے عمل کا دور ہی نہیں پایا' ان کے سامنے آگ لائی جائے گی ان سے کہا جائے گا اس میں چلے جاؤ وہ اس میں چلا جائے گا' جس کے بارے اللہ کے علم میں سعادت تھی اگر وہ عمل کا دور پاتا۔ اور وہ رک جائے گا جس کے بارے میں اللہ کے علم میں شقاوت تھی اگر وہ عمل کا دور پاتا۔

۴۔ امام بزار نے ہی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا روز قیامت اہل

جاہلیت اپنی پشتوں پر بتوں کو اٹھا کر لائیں گے ان کا رب ان سے پوچھے گا تو وہ کہیں گے ہم تک تیرا رسول اور تیرے احکام نہیں پہنچے اگر کوئی تیرا رسول آ جاتا تو ہم اطاعت کرتے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میں یہاں تمہیں کوئی حکم دوں تو اطاعت کرو گے۔ الخ

۵ ۔ طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح روایت کیا اس سلسلہ میں اور بھی احادیث موجود ہیں ایسے مسائل میں یہ عمدہ ہیں۔ فقہاء نے انہی پر اصول وضع کرتے ہوئے کہا اہل فترت میں سے کسی پر دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ وہ مشیت الٰہی کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں صراحت ہے کہ اہل جاہلیت کے بت پرستوں کا معاملہ یہ ہو گا تو جن سے بت پرستی ثابت نہیں تو ان کا معاملہ تو بطریق اولیٰ ایسا ہونا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین سے اہل جاہلیت کی طرح بت پرستی ہر گز ثابت نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی اہل سے ثابت نہیں بلکہ ثابت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد سے بت پرستی کی نفی ہے جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔

ابن دحیہ کا رد

ان احادیث سے ابن دحیہ کا قول بھی رد ہو جاتا ہے کہ موت کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا جب اہل فترت کو آخرت میں ایمان نفع دے رہا ہے حالانکہ وہ دار تکلیف نہیں اور انہوں نے دوزخ کا مشاہدہ بھی کر لیا تو زندہ ہو کر دنیا میں آنا اور ایمان لانا بطریق اولیٰ نافع ہو گا اگر دنیا میں زندہ ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے گا کہ روز قیامت امتحان کے وقت انہیں اطاعت نصیب ہو گی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے خوشی نصیب ہو۔

فصل

ایک اہم نکتہ

ایک اہم نکتہ

مجھ پر ایک بہت ہی اہم نکتہ آشکار ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ولاتزروازرۃ وزراخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵) "اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

یہاں دو جملوں کو اکٹھا کیا گیا ہے' پہلے کا تعلق مشرکین کے بچوں کے ساتھ ہے جب یہ نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح کر دیا کہ وہ جنتی ہیں حالانکہ پہلے فرمایا تھا وہ دوزخی ہیں جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ میں آ چکا ہے۔ دوسرے جملہ کا تعلق اہل فترت سے ہے' اہل فترت اور بچے عدم عذاب میں دو امور میں شریک ہیں۔

۱۔ انہیں دعوت نہیں پہنچی' بچوں کو ایسا عقل نہیں ملا جو ادراک کرتا اور اہل فترت تک کوئی چیز پہنچی ہی نہیں۔

۲۔ وہ مکلف نہیں اور وہ بچوں کا بالغ ہونا ہے اور اہل فترت کے بارے میں شریعت نے کہا دعوت پہنچے بغیر ان پر کوئی حکم نہیں ہو گا۔

اس لئے دونوں جملوں کو ملایا گیا اور قرآن کریم کے اسرار و رموز کے عجائبات میں سے ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے جملے کے پیش نظر فرمایا اہل فترت کا آخرت میں امتحان ہو گا انہیں فی الفور عذاب نہیں ہو گا حالانکہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً ایسی خبر دے چکے تھے جس کا تقاضا ان کا دوزخی ہونا تھا۔ تو دونوں (بچے اور اہل فترت) کے بارے میں پہلے اطلاع ایک ہی تھی۔ دونوں کے بارے میں دو جملے نازل ہوئے تو اس کے بعد بھی دونوں کے بارے میں ایک ہی رائے سامنے آئی وہ یہ کہ انہیں عذاب نہیں ہو گا۔

امام نووی اور محققین نے بچوں کے بارے میں اسے صحیح قرار دیا' دوسرے لوگوں



نے کہا نہیں بچوں کا بھی امتحان ہو گا۔ اہل سنت کا اہل فترت کے بارے میں یقینی موقف یہی سامنے آیا ہے کہ ان کا امتحان ہو گا تو اب یہ ماننا لازمی ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کریمین کو عذاب نہیں ہو سکتا ہاں بچوں کے بارے میں اختلاف ہوا ان میں بھی صحیح یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا کہ اہل فترت پر عذاب نہیں بلکہ ان کا امتحان ہو گا اس پر وہ روایت شاہد ہے جسے امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا، روز قیامت اللہ تعالی اہل فترت' احمق' بہرے' گونگے اور بہت بوڑھے جنہوں نے اسلام نہیں پایا انہیں جمع فرمائے گا' پھر ان کی طرف رسول بھیجے گا تو جسے توفیق نصیب ہو گی وہ اطاعت کرے پھر راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا' بطور استدلال تم یہ آیت کریمہ تلاوت کر سکتے ہو۔

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (الاسراء ۱۵) اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اس روایت کی سند بخاری و مسلم کے شرائط پر ہے اور ایسی بات صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لہذا یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ (جامع البیان ۹' ۷=)

فصل

قبل از دعوت لوگوں کے بارے میں اہلسنت کا موقف

قبل از دعوت لوگوں کے بارے میں اہل سنت کا موقف

اہل اصول نے قطعی طور پر بیان کیا' منعم کا شکر عقلی طور پر لازم نہیں ہوتا ہاں معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے شیخ الکیا ہراسی وغیرہ نے کہا شکر منعم سے مراد اوامر کا بجا لانا اور نواہی مثلا کفر وغیرہ سے اجتناب ہے۔

ابن سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں لکھا ہمارے بعض اصحاب مثلا ابن شریح' صیرفی' قفال کبیر' ابن ابی ہریرہ اور قاضی ابو حامد نے معتزلہ کی موافقت کی ہے لیکن قاضی ابو بکر باقلانی نے التقریب میں' استاذ ابو اسحاق نے اصول میں' شیخ ابو حامد جوینی نے شرح رسالہ میں' معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنے والوں کے بارے میں یہ عذر بیان کیا ہے کہ ان کا علم کلام میں مطالعہ پختہ نہیں' انہوں نے معتزلہ کی کتب کا مطالعہ کیا انہیں ان کا یہ جملہ "منعم کا شکر عقلاً لازم ہے" بھلا لگا تو غفلت میں ان کی موافقت کر دی' کیونکہ ہم جانتے ہیں وہ ہرگز معتزلہ کا ساتھ دینے والے نہیں اور نہ ہی ان کے مقاصد پر وہ معاون ہیں۔ ابن سبکی نے کہا یہ کلام قفال کبیر کو چھوڑ کر حق ہے' کیونکہ وہ علم کلام کے امام ہیں' ہاں یہ ہوا کہ پہلے وہ معتزلی تھے انہوں نے یہ بات کہی لیکن بعد میں انہوں نے اعتزال سے رجوع کر لیا تو اس سے بھی ان کا رجوع ثابت ہو جائے گا۔

ابن سبکی نے یہ بھی کہا شکر منعم کے قاعدہ پر دعوت نہ پہنچے والوں کا مسلک بھی متفرع ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ ناجی فوت ہونگے ان کے ساتھ دعوت اسلام سے پہلے جہاد جائز نہیں' ورنہ کفارہ اور دیت لازم ہو گی لیکن صحیح قول کے مطابق ان کے قاتل پر قصاص نہ ہو گا کیونکہ مقتول مسلمان نہیں۔

یہ عبارت اہل فترت کے ناجی ہونے' دوزخ میں داخل نہ ہونے اور جنت میں داخل ہونے پر شاہد ہے باوجودیکہ اس پر مسلمان کا اطلاق نہ ہو گا۔

فصل

امام زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں "شکر منعم عقلاً واجب نہیں" پر قرآن سے تین دلائل ذکر کئے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وماكنا معذبين حتي نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)	اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔

ذالک ان لم يكن ربک مهلک القرى بظلم واهلها غفلون (الانعام' ۱۳۱)	یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ وہ کافر تھے۔

یعنی ان کے پاس رسول اور شریعتیں نہ پہنچیں۔

۳۔ تیسرا فرمان باری تعالیٰ ہے۔

ولولا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت ايديهم فيقولوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع آيتک ونكون من المؤمنين (القصص' ۴۷)	اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت' اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا' تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

میں کہتا ہوں امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اس آخری آیت کے تحت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص' ۴۷)

اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

اس سلسلے میں یہ آیات بھی شاہد ہیں۔

وما کان ربک مہلک القری حتی یبعث فی امہا رسولا یتلوا علیہم آیتنا وما کنا مہلکی القری الاوا ھلھا ظلمون (القصص' ۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا' جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے' جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

باری تعالی کا یہ بھی فرمان ہے۔

ولوانا اھلکنھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک من قبل ان نذل ونخزی (طہ' ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت مبارکہ کے تحت حضرت عطیہ عوفی سے نقل کیا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا۔اے میرے رب!میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صالحا غيرالذی کنا نعمل اولم نعمرکم مایتذکر فیه من تذکر وجاءکم النذیر (الفاطر' ۳۷)	اور وہ اس میں چلاتے ہونگے۔ اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ان کے خلاف عمر اور رسولان کرام کی وجہ سے حجت پیش کی جائے گی۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی الله حجة بعد الرسل وکان الله عزیزا حکیما (النساء' ۱۶۵)	رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

امام ابن جریر' ابن ابی حاتم نے سدی سے اس آیت کے تحت نقل کیا کہ وہ لوگ کہیں گے تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا۔ (جامع البیان ' ۴=۴۰)

اہم سوال و جواب

اگر اعتراض ہو کہ اہل فترت کو ان لوگوں کے حکم میں شامل کیسے کیا جائے جنہیں دعوت نہیں پہنچی اور بعثت سے پہلے تھے کیونکہ اس دور میں سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کی شریعت موجود تھی؟

میں جواباً گزارش کرتا ہوں بہت سے دلائل شاہد ہیں کہ عرب اس شریعت کے مخاطب نہ تھے اور نہ ہی اس کے احکام کی بجاآوری کے یہ مکلف تھے یہی وجہ ہے کہ اہل فترت کے بارے میں صراحۃً احادیث وارد ہیں؛ اگر وہاں مراد بعثت سے پہلے کے

لوگ ہیں تو پھر تو کسی رسول کا دنیا میں آنا ہی نہیں ہو گا کیونکہ ایسے لوگوں کا وجود محال ہے اس لئے جو دور فترت ہے اس سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام تک نبی ہیں وہ خود اول الانبیاء ہیں اور ان سے پہلے بشر تھا ہی نہیں' قرآن کریم بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔

وھذا کتاب انزلناہ مبرک فاتبعوہ واتقوالعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین ۔

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو۔ اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم پر رحم ہو۔ کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی۔ اور ہمیں پڑھنے' پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

(الانعام' ۱۵۵'۱۵۶)

امام ابن ابی حاتم' ابن منذر اور ابوالشیخ نے مجاہد سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا یہود و نصاری نے کہا وہ ڈرتے ہیں کہ قریش انہیں یہ کہیں۔

اس سے وہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ شرح مسلم میں اسی حدیث کے تحت ہے

ان ابی وابا ک فی النار

میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہے۔

کہ اہل جاہلیت پر دعوت نہ پہنچنے والوں کا حکم جاری نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت موجود ہے۔ یہ جاری کیوں نہیں کیا جا سکتا جبکہ سابقہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ والی روایت میں ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ جاء اھل الجاہلیۃ یحملون اوثانھم علی ظھورھم

روز قیامت اہل جاہلیت اپنے بتوں کو پشتوں پر اٹھائے آئیں گے۔

(المستدرک ۴/۴۴۲)

اور پھر بقیہ حصہ بیان ہوا جس میں امتحان کا تذکرہ ہے۔

تو یہ روایات زیر بحث مسئلہ میں نص کا درجہ رکھتی ہیں اور بقیہ حدیث کہ اہل

فترت پر شاہد ہے اور وہ زمانہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کا عرصہ ہے وہ لوگ جنہیں دعوت نہیں پہنچی وہ اہل فترت نہیں تو کون ہونگے؟

امام رافعی اور تین احوال

امام رافعی نے "الروضہ" میں لکھا' جس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہیں پہنچی اسے دعوت اسلام اور پیغام کے بغیر قتل کرنا جائز نہیں' اگر کسی نے ایسے شخص کو قتل کر دیا تو اس پر یقیناً ضمان لازم ہو گی۔ کیسے ضمانت نہ ہو گی اس کی جسے دعوت نہیں پہنچی اور وہ ایمان نہ لایا' رہا معاملہ کفارہ کا تو وہ تو بلا امتیاز لازم ہوتا ہے پھر ایسے لوگوں کے تین احوال ہیں۔

۱۔ جسے کسی نبی کی اصلاً دعوت نہیں پہنچی' صحیح قول کے مطابق اس کا قصاص نہ ہو گا ہاں قتال لازم کرتے ہیں' کیا مجوسی ذمی یا مسلم کی دیت لازم ہو گی' دو قول ہیں اصح پہلا قول ہے۔

۲۔ کسی دین کو مانتا ہے نہ اس نے تبدیلی کی اور اسے اس کے کچھ مخالف پہنچا اور اصح قول پر قصاص نہیں' بعض نے کہا مسلمان والی دیت یا اس دین والے کی دیت کے مطابق لازم ہو گی ان دونوں میں دوسرا اصح ہے۔

۳۔ جو ایسے دین کے قائل تھے جو تبدیل ہو گیا لیکن اس کے مخالف کچھ نہ پہنچا تو اب قطعاً قصاص نہیں اور اصح قول کے مطابق دیت مجوسی لازم ہو گی۔

کیا ایسے لوگ موجود ہیں؟

یہ ممکن نہیں کہ ایسے لوگ اطراف زمین پر موجود ہوں جنہیں یہ بات اصلاً نہ پہنچی ہو کہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر کوئی نبی مبعوث ہی نہیں فرمایا' حالانکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور ان کے واقعات نہایت ہی معروف ہیں اگر صرف حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہی ہوتی تو وہ ساڑھے نو سو سال اس زمین پر اقامت پذیر رہے اور طوفان آیا اس نے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا اگر

ہم مطلقاً کسی نبی کا وجود تسلیم کریں تو ایسے لوگوں کا وجود محال ہو جائے گا اور وہ تمام احادیث وآثار جو صحیح و کثرت کے ساتھ منقول ہیں ان کا باطل ہونا لازم آئے گا' اور ان کے بارے میں یہی حکم ہو گا کہ وہ امتحان کے بغیر تمام کے تمام دوزخ میں جائیں گے۔
حالانکہ اہل فترت کے بارے میں احادیث صحیحہ ثابت و منقول ہیں۔

مزید وضاحت

اگر آپ کہیں کہ مسئلہ خوب واضح نہیں ہوا' مزید وضاحت فرما دیں' میں کہتا ہوں چند امور ہیں' حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد مدت و زمانہ بڑا طویل ہے' عربوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ان دونوں کے دین میں تبدیلی آ چکی تھی' زمانہ طویل ہوتا گیا اور ان کی شریعت صحیح نقل کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ لوگ اسی متبدل اور متغیر شریعت میں رہے حتی کہ لوگ پیدا ہوتے تو اسے ہی پاتے 'انہوں نے دین ابراہیمی کو حقیقۃً نہیں پایا اور نہ ہی ایسے آدمی کو جو انہیں صحیح خبر دیتا۔ تو ایسے لوگوں پر یہ بات صادق آتی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی' یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کو عجیب محسوس کیا اور کہا یہ نیا دین لے آئے ہیں جو پہلے معروف نہیں انہوں نے یہ کہا

ان ھذا لشئی عجاب وانطلق الملأمنھم ان امشوا واصبروا علی آلھتکم ان ھذا لشئی یراد ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاخرۃ ان ھذا الا اختلاق (ص ۵تا ۷)	بے شک یہ عجیب بات ہے اور ان کے سردار چلے کہ اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو۔ بے شک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے۔ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی تو یہ نری نئی گڑھت ہے۔

دوسرے مقام پر ہے کہ انہوں نے کہا۔

انا وجدنا آباء نا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون (الزخرف، ۲۲)	کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔

اگر ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کی صحیح حالت میں دعوت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو پہچان لیتے کہ یہ انہیں کے مطابق ہے یہی وجہ ہے اہل کتاب کی شہادت کی بنا پر بہت سے عربوں نے اسلام قبول کر لیا ان کا کفر، صانع اور اس کی الوہیت کا انکار نہ تھا۔ نہ ہی وہ بتوں کے بارے میں خالق و مدبر ہونے کا دعوی کرتے تھے جیسا کہ نمرود اور اس کی قوم نے کیا بلکہ وہ الوھیت کا اقرار کرتے تھے اللہ ہی کو خالق و مدبر مانتے تھے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے۔

ولئن سألتهم من خلقهم ليقولن اللّٰه (الزخرف۔ ۸۷)	اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔

ہاں یہ عقیدہ رکھتے کہ بت اللہ تعالی کے ہاں ان کی شفاعت کریں گے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (الزمر، ۳)	کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لئے پوجتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔

وہ تلبیہ یوں کہتے تھے۔

لبیک لاشریک لک الاشریکا ھولک تملکه وما ملک	میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے اس کا بھی مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں کے بارے میں فرمایا۔

وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون (یوسف ۱۰۶)

اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

تو اس سے واضح ہو گیا ان کا کفر باری تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانا تھا نہ کہ وجود باری تعالیٰ کا انکار تھا۔ اور یہ سارا کچھ ان کی ان تعلیمات سے جہالت کی وجہ سے تھا جو انبیاء لے کر تشریف لاتے تھے اور وہ ان تک صحیح طور پر نہ پہنچ سکا تھا' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے۔

یااھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ماجاء نا من بشیر ولانذیر فقد جاء کم بشیر و نذیر (المائدہ ۱۹)

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا' تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو معذور سمجھتے ہوئے فترت کے بعد رسول بھیجا تاکہ ان پر تعلیمات کو واضح کرے جو ان کے پادریوں نے بدل دی اور چھپا دی تھیں تاکہ اہل کتاب یہ نہ کہہ سکیں۔

ماجاء نا من بشیر ولانذیر (المائدہ ۱۹)

کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا۔

حالانکہ اہل کتاب شریعت موسیٰ علیہ السلام کے بالجملہ عالم تھے۔ ہاں انہوں نے اپنے بڑوں کی تقلید کرتے ہوئے اس میں تبدیلیوں کو قبول کر لیا تھا اور اب وہ حق اور

باطل میں امتیاز کرنے کے اہل نہیں رہے تھے۔

فماظنک بالعرب الامیین لیسوا اهل الکتاب ولا یدرون الکتاب.	اب تمہارا ان عربوں کے بارے میں کیا خیال ہو گا جو امی تھے' نہ وہ اہل کتاب تھے بلکہ جانتے نہ تھے کتاب کیا ہوتی ہے۔

امام نووی کے کلام کا صحیح مفہوم

شرح مسلم میں امام نووی نے اس حدیث "ان ابی وَاباک فی النار" کے تحت جو گفتگو کی ہے کہ جو لوگ زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور وہ عربوں کی طرح بت پرست تھے وہ دوزخی ہیں اور انہیں یہ عذاب قبل از دعوت نہیں کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اوردیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی' میرے نزدیک اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں استدلال نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو سائل کے والد کے بارے میں استدلال کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں کوئی حکم لگانے سے انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ (شرح مسلم '۱: ۱۱۴)

فصل

مذکورہ حدیث میں دی گئی علامتیں

مذکورہ حدیث میں دو علتیں

مذکورہ حدیث "ان ابی واباک فی النار" میں مجھ پر دو علتیں آشکار ہوئی ہیں۔

۱۔ سند کے لحاظ سے۔ اسے مسلم اور ابوداؤد نے بطریق حماد بن سلمہ انہوں نے ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا میرا والد کہاں ہے فرمایا آگ میں' جب وہ واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طلب کیا اور فرمایا "ان ابی وابا ک فی فی النار" یہ روایت مسلم کے تفردات میں سے ہے بخاری میں نہیں۔ اور مسلم کے تفردات میں کلام ہے اور یہ روایت بھی انہی میں سے ہے۔

۲۔ حضرت ثابت اگرچہ امام وثقہ ہیں لیکن ابن عدی نے کامل میں ضعفاء میں ذکر کر کے کہا ان سے متعدد احادیث میں نکارت واقع ہوئی ہے اور یہ ان سے روایت کرنے والوں کا قصور ہے۔ کیونکہ ان سے ضعیف راویوں نے بھی روایت کیا ہے۔ ذھبی نے یہی بات میزان میں ذکر کی ہے۔

۳۔ حماد بن سلمہ اگرچہ امام، عابد، عالم ہیں لیکن پوری جماعت نے ان کی روایت میں کلام کیا ہے۔ بخاری نے ان سے خاموشی اختیار کرتے ہوئے اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں لی' حاکم نے المدخل میں کہا مسلم نے اصول میں حماد بن سلمہ سے سوائے حدیث ثابت کے کوئی روایت نہیں ذکر کی' ہاں مسلم نے شواہد میں ایک جماعت کے حوالے ان سے حدیث لی ہے۔ ذہبی کا قول ہے حماد ثقہ' ان سے کثیر منکر احادیث ہیں یہ محفوظ نہ رکھ سکتے تھے' یہ بھی لوگوں نے کہا ان کی کتب میں کمی و بیشی ہوئی تھی یہ بھی منقول ہے کہ ابن ابی عرجاء ان کے ربیب تھے انہوں نے ان کی کتب میں گڑبڑ کر دی۔

ایک روایت کی مثال

ان کی مناکیر میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاوخر موسیٰ صعقا فلما افاق قال سبحنک تبت الیک وانا اول المؤمنین (الاعراف' ۱۴۳)

پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش' پھر جب ہوش ہوا بولا پاکیزگی تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خنصر انگلی کی طرف اپنے انگوٹھے پر ماری تو پہاڑ ہل گیا۔

اس حدیث کو امام احمد' ترمذی اور حاکم نے نقل کیا اور کہا یہ شرائط مسلم کے مطابق ہے' ابن جوزی نے اسے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا یہ ثابت نہیں ان کے ربیب نے ان کی کتب میں ردوبدل کر دیا تھا اور حملو کی روایات میں مناکیر کثرت کے ساتھ ہیں۔ (الموضوعات' ۱=۱۲۲)

میں نے مذکورہ روایت صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ اس کی بھی وہی سند ہے جو زیر بحث حدیث کی ہے۔

دوسری مثال

ان کی مناکیر میں سے یہ بھی ہے جسے انہوں نے حضرت قتادہ سے' انہوں نے حضرت عکرمہ سے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا اس کے گھنگریالے بال تھے اور اس پر سبز چادر تھی اسے بھی الموضوعات میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے زیر بحث حدیث کا منکر ہونا لازمی ہے اسی طرح مسلم کی متعدد احادیث کو منکر قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری علت متن کے لحاظ سے

دوسری علت متن کے اعتبار سے ہے اور وہ ایک ضابطہ پر مبنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے جب کوئی اعرابی سوال پوچھتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اظہار جواب سے اس کے لئے فتنہ اور اس کے دل کا اضطراب محسوس فرماتے تو ایسا جواب عنایت فرماتے جس میں توریہ اور ابہام ہوتا' مثلاً حدیث بخاری میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک آدمی نے قیامت کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ابتدائی عمر کو ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا یہ اپنی عمر سے استفادہ کرے گا اور یہ نہیں فوت ہو گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے۔

اہل علم کی توجیہہ

محدثین فرماتے ہیں اعراب اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسوس فرماتے اگر کہوں میں نہیں جانتا تو اس سے ان کا فتنہ و شک میں پڑنے کا خوف تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توریہ پر مشتمل جواب عنایت فرماتے۔ مذکورہ فرمان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ نوجوان لمبی عمر پائے گا اور نہیں فوت ہو گا حتی کہ حاضرین تمام فوت ہو جائیں گے اور ہر ایک کی موت اس کے لئے قیامت ہی ہوتی ہے۔

تمام سمجھ آگیا تو میں کہتا ہوں اس حدیث "ان ابی واباک فی النار" کی روایت لفظاً نہیں بلکہ راوی نے اسے معناً روایت کیا تو اسے وہم ہو گیا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توریہ پر مشتمل کلام فرمایا سامع نے جو سمجھا اسے نقل کر دیا۔

حدیث کا دوسرا طریق

حدیث کا دوسرا طریق ہماری بات پر شاہد ہے کہ اسے حضرت معمر نے ثابت سے روایت کیا اس میں یہ الفاظ "ان ابی واباک فی النار" موجود ہی نہیں اور پھر مذکورہ حدیث کے الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا تذکرہ تک نہیں ہے' اور معمر روایت کے اعتبار سے حماد سے پختہ ہیں کیونکہ معمر کے حفظ میں کوئی کلام نہیں اس کی کسی روایت کو منکر نہیں کہا گیا پھر ان سے بخاری و مسلم دونوں نے حدیث لی ہے۔(جبکہ حماد سے صرف مسلم نے) تو معمر کے الفاظ اثبت اور زیادہ

محفوظ ہو نگے۔

حدیث سے تائید

پھر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث بھی معمر بن ثابت عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کے مطابق ہے' امام بزار نے مسند میں ا طبرانی نے معجم الکبیر میں رجال صحیح کی سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ایک اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا والد کہاں ہے فرمایا آگ میں' اس نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کہاں ہیں فرمایا۔

حیث مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار (ابن۔جہ۔۱۱۴)

تم جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو دوزخ کی بشارت دو۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

متعدد فوائد

اس میں متعدد فوائد سامنے آتے ہیں۔

۱۔ سائل اعرابی تھا اور اس کے فتنہ وارتداد میں واقع ہو جانے کا خدشہ تھا۔

۲۔ جواب میں توریہ اور ابہام سے کام لیا گیا اس میں اپنے والد گرامی کے آگ میں ہونے کی ہرگز تصریح نہیں بلکہ فرمایا جب تم کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اسے دوزخ کی بشارت دو۔ یہ جملہ بظاہر مطابق سوال نہیں' ہاں سیاق و سباق اور قرائن سے واضح ہو جاتی ہے' اور توریہ کا یہی حال ہوتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت حال کو واضح کرنے اور اس کے والد کی مخالفت کو ناپسند فرمایا کہ کہیں یہ شخص اسلام سے پھر نہ جائے کیونکہ نفس کا ایسی چیز کو ناپسند جاننا فطرتی ہے۔

اور عربوں کی عادت سخت دل ہونا اور صاحب جفا ہونا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایسا جواب دیدیا جو اس کے دل کو مطمئن کر دے۔

حدیث کا یہ طریق دیگر طرق سے نہایت ہی ثقہ ہے اس لئے بعض حفاظ محدثین

نے فرمایا۔

اولم نکتب الحدیث من ستین وجہاما عقلناہ	جب تک ہم نے حدیث کو ساٹھ وجہ سے نقل نہ کیا اسے ہم سمجھ ہی نہ پائے۔

یعنی راویوں کا اس کی سند اور الفاظ میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ سامنے آئے تو بات بنتی ہے۔

بخاری و مسلم کی متعدد احادیث

بخاری و مسلم میں بہت سی احادیث کا معاملہ یہی ہے ان میں بعض راویوں سے الفاظ میں غلطی ہو گئی ہے جس کی نشاندہی ناقدین اور ماہرین حدیث نے فرمائی مثلاً حدیث مسلم سے بسم اللہ کی (نماز میں) قرات کی نفی ہوتی ہے۔ امام شافعی نے اس میں علت بیان کرتے ہوئے فرمایا دوسرے طریق سے سماع کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ قرأت کی. راوی نے قرات کی نفی سمجھ کر اسے معناً روایت کر دیا.اسی طرح دیگر اشیاء ہیں جن کا تذکرہ کتب احادیث میں ہے تو اس جہت سے حدیث میں علت واضح ہو گئی لیکن یہ چیز اصلاً صحت حدیث کے منافی نہیں بلکہ محض الفاظ کی صحت کے منافی ہو گی۔

برزخ کی معیت

اس طرح یہ روایت "امی مع امکما" اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے والدہ ماجدہ کا دوزخ میں لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے معیت سے مراد برزخ کی معیت ہو کیونکہ یہ کلمات بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے دلوں میں اطمینان کے لئے فرمائے تھے۔

اہم اعتراض و جواب

اگر یہ سوال ہو کہ جب یہ بات ثابت ہے کہ اہل فترت کے بارے میں امتحان کے بغیر دوزخ کا حکم جائز نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کے باپ کے بارے میں دوزخ کا حکم کیسے جاری فرمایا؟۔

چار جوابات

بندہ پر اس کے چار جوابات آشکار ہونے ہیں۔

۱۔ یہ روایت اہل فترت کے بارے میں وارد روایات سے پہلے کی ہے جو ان کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے' جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے مشرکین کے بچوں کے بارے میں دوزخی فرمایا پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا۔

۲۔ ہم اہل فترت کے دوزخی نہ ہونے پر قطعی حکم نہیں لگا رہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جس نے اطاعت کر لی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ تو ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے بارے میں خصوصاً آگاہ کر دیا گیا ہو کہ بوقت امتحان نافرمانی کرے گا اور دوزخ میں داخل ہو گا' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وحی کی بنیاد پر اس کے دوزخی ہونے کا فرمایا۔

۳۔ یہ بھی امکان ہے کہ اس شخص نے یثرب اور شام کا سفر کیا ہو' اہل کتاب سے ملا ہو اور اسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت پہنچ گئی ہو لیکن اس نے شرک پر ہی اصرار کیا لہٰذا اب وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

۴۔ یہ بھی امکان ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کا دور پایا ہو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت بھی پہنچی لیکن اس نے شرک پر اصرار کیا تو اب اس کا عذر کیوں سنا جائے گا؟

اہم اعتراض

اگر تم یہ کہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بھی تو یثرب میں گئے وہاں یہود سے ملاقات ہوئی تو یہ جو کچھ جواب میں تم نے کہا ہے وہ انہیں بھی لازم آئے گا۔

تین جوابات

اس کے تین جوابات ہیں۔

۱۔ پہلے اس کا ثبوت ضروری ہے کہ یہود نے انہیں دین کی دعوت دی ہو' جب یہ منقول نہیں تو ہم ان پر ایسا حکم نہیں لگا سکتے خصوصاً جبکہ وہ مدینہ منورہ میں بہت

تھوڑے دن ٹھہرے جس میں ایسی دعوت کی گنجائش نہیں ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی طرف سفر کے دوران شہر مدینہ سے گزرے جب وہاں سے واپس مدینہ آئے تو وہ بیمار تھے ایک ماہ وہاں قیام رہا اور وہاں ہی وصال ہو گیا اس قدر تھوڑی مدت اور حالت بیماری میں کسی سے ملاقات و اجتماع اور دین کے بارے میں معلومات کی گنجائش نہیں رکھتا' حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اعزہ و اقارب سے ملنے مدینہ تشریف لائیں تھیں وہاں انہوں نے ایک ماہ قیام کیا ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے وہاں سے واپسی پر راستہ میں ان کا وصال ہو گیا۔

۲۔ اس میں کیا مانع ہے کہ انہیں دعوت ملی اور انہوں نے قبول کی اگرچہ دونوں چیزوں پر نقل نہیں' تم ان کی طرف انکار کی نسبت کیسے کر سکتے ہو حالانکہ جب ان کے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں ولادت سے پہلے ہی اہل کتاب اور کاہنوں نے مشہوری کر دی تھی' ان دونوں کی اس معاملہ میں تصدیق کی گئی اور انہیں بشارت بھی دی گئی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو ولادت سے پہلے' ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاتے ہوئے بشارت سے نوازا گیا اور انہوں نے اس کی تصدیق کی اور وصال کے وقت وہ اشعار کہے جو گزر چکے ہیں۔ کیا ان کی طرف شرک کی نسبت کی جا سکتی ہے؟ جبکہ ان کے مبارک بیٹے کے بارے میں انہیں آگاہ کر دیا گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام لے کر بصورت رسول مبعوث ہونگے' بتوں کو توڑیں گے اور ان دونوں (والدین) نے اس کی تصدیق کی' کیا اسلام اس تصدیق کے علاوہ کسی شی کا نام ہے؟

۳۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ابتداءً ہی دین حنیفی اور دین ابراہیمی پر تھے اور انہوں نے کبھی بھی کسی بت کی پرستش نہیں کی' اس بات کو ہم عنقریب دلائل سے ثابت کریں گے۔

ضمیمہ

اہم بات یہ ہے کہ ان دونوں کا ابتدائی عمر میں وصال ہو گیا تھا وہ اس عمر کو نہیں

پہنچے کہ ان پر حجت قائم ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

اولم نعمر کم مایتذکر فیہ من تذکر وجاء کم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر (الفاطر' ۳۷)	اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی۔ جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

بعض نے کہا عمر سے مراد ساٹھ سال ہے بعض نے چالیس کہا ہے' حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا۔ جس کی عمر کا آخر ساٹھ سال پر ہو' ایک روایت میں ہے چالیس سال عمر والے پر اللہ تعالیٰ کی حجت کامل ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کی عمر وصال کے وقت پچیس سال تھی جیسا کہ واقدی نے کہا اور یہ قول نہایت ہی پختہ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی عمر بھی تقریباً اسی قدر تھی۔


فصل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و آجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دین حنیفی پر تھے اور وہ بت پرستی کرنے والے نہیں' امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے فرمان

واذقال ابراہیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام	اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے
(ابراہیم' ۳۵)	پوجنے سے بچا۔

کے تحت نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے حوالے سے دعا قبول کی اور ان کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہیں کی۔ (جامع البیان' ۸=۲۹۹)

امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں نقل کیا کہ ان سے یہ پوچھا گیا کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بت پرستی کی ؟ فرمایا ہرگز نہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نہیں پڑھا۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام	اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے
(ابراہیم ۔ ۳۵)	پوجنے سے بچا۔

ابن منذر نے تفسیر ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء	اور میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے
(ابراہیم' ۴۰)	رب اور میری دعا سن لے۔

کے تحت نقل کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو بھی اس پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

وتقلبک فی الساجدین	اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء' ۲۱۹)

ابن سعد نے طبقات میں' بزار' طبرانی اور ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "وتقلبک فی الساجدین" کے تحت نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصورت نبی ظہور پذیر ہوئے اور ساجدین میں تقلب کا معنیٰ ہوا کہ آپ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔ (الطبقات '۱=۲۵)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے انبیاء سے عام پر محمول کر لیا جائے اور وہ نمازی ہیں جو ہمیشہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں رہے بشرطیکہ اس قول کو صحیح مان لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں کثیر انبیاء نہیں بلکہ حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم' حضرت نوح' حضرت شیث' حضرت آدم اور حضرت ادریس علیہم السلام ہی نبی تھے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی شاہد ہے' بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیه	مجھے اولاد آدم کے ہر دور کے بہتر خاندان میں پیدا کیا گیا' حتیٰ کہ میں اس خاندان میں مبعوث ہوا جس میں اب ہوں۔

(البخاری باب صفۃ النبی)

مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللّٰه اصطفی من ولد ابراہیم اسماعیل و اصطفی من	اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو اور قریش میں سے بنوہاشم کو

قریش بنی ہاشم منتخب فرمایا۔

(المسلم باب فضل نسب النبی)

ان کا خیر اور منتخب ہونا بتا رہا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔

دوسرا طریقہ استدلال

اس پر ایک اور طریقہ سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں (شرائط بخاری و مسلم کے مطابق) سند صحیح کے ساتھ نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة یدفع اللہ بھم عن اھل الارض

حضرت نوح کے بعد کبھی زمین ایسے سات افراد سے خالی نہیں جن کی وجہ سے اللہ زمین سے عذاب دور کرتا۔

ابن جریر نے تفسیر میں شہر بن حوشب سے نقل کیا ہمیشہ زمین ایسے چودہ افراد سے خالی نہیں رہی جن کی برکت سے زمین سے عذاب ٹالا جاتا رہا ہاں ... ابراہیم علیہ السلام میں فقط وہ اکیلے ہی تھے۔

امام احمد نے زہد میں حضرت کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ہے۔

لم یزل بعد نوح فی الارض لربعه عشر یدفع بھم العذاب

حضرت نوح کے بعد ہمیشہ زمین میں چودہ ایسے افراد رہے جن کی وجہ سے عذاب دور رہا۔

شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں زاذان سے نقل کیا زمین کبھی بھی بارہ ایسے افراد سے خالی نہیں رہی کہ جن کی برکت سے اللہ تعالی اہل زمین سے عذاب دور کرتا۔

یہ آثار اور ابن جریج کا وہ قول کہ اولاد ابراہیم میں کچھ لوگ ہمیشہ اللہ تعالی کی عبادت کرتے رہے دلالت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے دین حنیفی پر ہی تھے۔

اس کی تفصیل

اب اگر وہ کفر پر تھے تو وہ لوگ جو فطرت پر تھے اور ان کی وجہ سے عذاب دور ہوتا وہ ان کے علاوہ تھے یا کوئی شخص ایسا تھا ہی نہیں' دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ آثار صحیحہ کے خلاف ہے۔ اور یہی صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس سے دوسروں کا افضل ہونا لازم آتا ہے اور کوئی کافر' مسلمان سے افضل نہیں ہو سکتا اور یہ اس بخاری کی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے بھی باطل ہے جس میں ہے کہ میں ہر دور میں افضل خاندان میں رہا حتی کہ افضل میں ہی پیدا ہوا تو اس سے واضح ہو جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر اصل اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل اور بہتر تھی اور اس صورت میں نہیں ہو سکتا کہ وہ تو کافر ہوں اور ان کے دور میں کوئی اور مسلمان ہو تو اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ اور حدیث بخاری کا معنی احادیث متواتر سے ثابت ہے۔ (البخاری' باب صفة النبی)

میں والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' لوگوں کو جب بھی دو گروہوں میں بانٹا گیا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے افضل میں رکھا' میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور مجھے عہد جاہلیت کی کسی شے نے مس نہیں کیا' میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اپنی والدہ تک نکاح سے پیدا ہوا نہ کہ سفاح سے۔

فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا — میں تم سے ذات کے حوالے اور والدین کے حوالے سے افضل ہوں۔

امام ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے والدین کا ملاپ کبھی زنا کی وجہ سے نہیں ہوا۔ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف مزکی اور مصفی منتقل ہوتا رہا' یہاں بھی ان کو دو شعبوں میں بانٹا گیا وہاں مجھے ان میں سے افضل

میں رکھا گیا۔ (دلائل النبوۃ ۱=۵۷)

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر معز، معز میں سب سے افضل عبد مناف اور عبد مناف میں افضل بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں افضل عبدالمطلب ہیں۔

واللہ ما افترق منذ خلق اللہ آدم الا کنت فی خیرھما	اللہ کی قسم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر جب بھی اللہ تعالیٰ نے دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں سے افضل میں رکھا۔

اس موضوع پر کثیر احادیث ہیں جنہیں میں نے کتاب المعجزات میں ذکر کیا ہے۔

شیخ نے ابن ابی عمرو العدنی نے مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا قریش بارگاہ الٰہی میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار پہلے بصورت نور موجود تھے اور وہ نور تسبیح پڑھتا تھا اور ملائکہ اس کی تسبیح پر تسبیح پڑھتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت میں اس نور مبارک کو رکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے پشت آدم میں زمین پر اتارا اور مجھے پشت نوح میں رکھا اور پھر پشت ابراہیم میں 'پھر اللہ تعالیٰ نے مبارک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا حتیٰ کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور وہ کبھی بھی زنا پر جمع نہیں ہوئے۔

امام بیہقی نے دلائل میں 'طبرانی نے اوسط میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل امین علیہ السلام نے فرمایا۔

قبلت الارض	میں نے تمام زمین کو شرق ، غرب دیکھا

مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من بنی ہاشم

ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو افضل نہیں پایا اور بنو ہاشم سے بڑھ کر کوئی خاندان افضل نہیں دیکھا۔ (الوفاء ۱=۷۷)

حافظ ابن حجر نے امالی میں اس روایت کے بعد فرمایا۔

لوائح الصحہ ظاہرۃ علی صفحات ھذا المتن

اس حدیث کے متن کی صحت پر واضح شواہد ہیں۔

فصل

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری کا قول ہے۔

وابوبکر مازالت حین الرضا	رضا ابوبکر کے ساتھ رہیں۔

اس سے کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا ان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق بعثت سے پہلے بھی مومن تھے' دوسرے کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ یہ ہمیشہ سے ایسے لوگوں میں رہے جن پر غضب نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا یہ اعلیٰ ابرار میں ہونگے۔

شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں اگر ان کی مراد یہی ہے تو پھر دیگر صحابہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فرق نہ ہوا حالانکہ امام اشعری نے یہ کلمات کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں کہے تو درست ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔

ان الصدیق رضی اللہ عنہ لم تثبت عنہ حالۃ کفر باللہ قبل البعث کحال زید بن عمرو نفیل واقرانہ	حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر صادر نہیں ہوا جیسا کہ زید بن عمرو اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہی ہے۔

یہی بات والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے

ہم کہتے ہیں جو کچھ امام سبکی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا ہے یہی بات ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین اور اجداد کے بارے میں کہتے ہیں کیونکہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہی دین حنیفی نصیب ہوا کیونکہ یہ دونوں اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرنے والے تھے۔

فصل

ایمان اجداد پر تصریحات

ایمان اجداد پر تصریحات

متعدد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اجداد کے ایمان پر تصریح کی ہے۔

۱۔ ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور اسد ملت ابراہیم پر تھے۔

فلا تذکروھم الا بخیر — ان کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کیا کرو۔

۲۔ امام سہیلی نے روض الانف میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کیا۔

لا تسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا — الیاس کو برا نہ کہو وہ مومن تھے۔

(الروض ۱'=۸)

یہ بھی منقول ہے کہ وہ اپنی پشت سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حج کا تلبیہ سنا کرتے۔ (الروض الانف ۱'=۸)

۳۔ زید بن بکار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان نقل کیا ہے۔ مضر اور ربیعہ کو برا نہ کہو۔

فانھما کانا مؤمنین (ایضاً) — کیونکہ وہ دونوں اہل ایمان تھے

۴۔ ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا عبداللہ بن خالد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسبوا مضر فانہ کان قد اسلم — مضر کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔

(الطبقات ۱'=۵۸)

۵۔ امام سہیلی نے روض الانف میں لکھا کعب بن لوی پہلے شخص ہیں جنھوں نے جمعہ کے دن اجتماع شروع کیا قریش اس دن جمع ہوتے اور وہ انہیں خطاب کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں بتاتے کہ میری اولاد میں سے ہونگے' آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا محلِ بعثت ذکر کرتے' آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان کی تلقین کرتے' ان کا یہ شعر بھی منقول ہے۔

یالیتنی شاھدا نجواء دعوتہ اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دیتے اور قریش اس کو پست کرنے کی کوشش کرتے) (الروض ۱۱ انف ۱ : ۶)

امام ماوردی نے یہ روایت حضرت کعب سے کتاب الاعلام میں نقل کی ہے۔

((اعلام النبوۃ ۱۵۵))

میں کہتا ہوں امام ابو نعیم نے بھی دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت کعب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے درمیان ۵۶۰ سال کی مدت کا فاصلہ ہے میں نے یہ روایت بعینہ انہی الفاظ میں کتاب المعجزات کی ابتداء میں نقل کی ہے۔

فصل

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ جب اصحاب فیل کا لشکر آیا تو حضرت عبدالمطلب جبل ابو قبیس پر چڑھے اور کہا۔

لاهم ان المرء يمنع رحله فامنع رحالک
لايغلبين صليبهم ومحالهم غدوا محالک

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی کعبہ کی حفاظت فرما' ان کی صلیب تیرے گھر پر کبھی غا۔ ۔ نہیں ہو گی۔) (الطبقات' ا=۹۲)

کچھ لوگوں نے یہ مصرعہ بھی نقل کیا ہے۔

فانصر على ال الصليب وعا بديه اليوم آلک

یہ واضح طور پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ دین حنیفی پر تھے کیونکہ وہ صلیب اور اس کی عبادت کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں مختلف اسناد کے ساتھ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے

لاتغفلى عن بنى فانى	میرے بیٹے کے بارے میں کبھی غفلت نہ
وجدته مع غلمان قريبا من	کرنا میں نے اسے بچوں کے ساتھ مقام
السدرة وان اهل الكتاب	سدرہ میں دیکھا ہے اور اہل کتاب
يقولون ابنى هذا نبى هذه الملة	میرے بیٹے کے بارے میں کہتے ہیں کہ
(الطبقات' ا=۱۱۸)	اس امت کا نبی ہے۔

فصل

دین حنیفی پر قائم لوگ

دین حنیفی پر قائم لوگ

۱۔ محدث بزار' حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا یسوا ورقة بن نوفل فانی قد رایت له جنة — ورقہ بن نوفل کو برا نہ کہو میں نے ان کے لئے جنت دیکھی ہے۔ (مستدرک ۲/۶۰۹)

۲۔ محدث بزار نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زید بن محمد بن نفیل کے بارے میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دور جاہلیت میں بھی قبلہ کی طرف رخ ہو کر کہتے تھے 'میرا دین دین ابراہیمی ہے ' اور میرا خدا' حضرت ابراہیم کا خدا ہے' اور پھر سجدہ کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے درمیان ایک امت کا حشر ہو گا ہم نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بھی قبلہ رخ ہو کر کہتے تھے میرا الہ وہی ہے جو زید کا اور میرا دین بھی انہی کی طرح ہے تو فرمایا۔

رأیته یمشی من بطن الجنة علیه حلة من سندس — میں نے انہیں جنت میں دیکھا ہے ان پر ریشمی حلہ تھا

امام ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ قیس بن ساعدہ عکاظ کے بازار میں اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے مکہ کی طرف اشارہ کرتے کہتے اس طرف سے حق آئے گا وہ پوچھتے حق سے کیا مراد ہے 'فرماتے حضرت لوئی بن غالب کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا جو ہمیں کلمہ اخلاص' دائمی زندگی اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں کی طرف دعوت دے گا' جب وہ ایسا کرے تم اسے قبول کرنا اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں سب سے پہلے ان کو مان لونگا۔

امام ابو نعیم نے عمرو بن عبینہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں جاہلیت کے دور میں اپنی قوم کے بتوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور جانتا تھا۔ باطل ہیں اور وہ بتوں کی

عبادت کرتے۔

امام ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تبع تصدیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہی فوت ہوا' یہ بھی فرمان نبوی ہے' تبع کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اسلام لا چکے تھے۔ خرائطی اور ابن عساکر نے تاریخ میں جامع سے نقل کیا کہ اوس بن حارثہ دعوت حق اور بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کرتے اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے مالک کو اس کے بارے میں وصیت بھی کہ میں نے تمام روایت کتاب المعجزات میں ذکر کی ہے۔

امام بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل میں نقل کیا کہ عمرو بن حبیب جہنی نے جاہلیت میں شرک ترک کر دیا وہ اللہ کی خاطر نماز ادا کرتے اور زندہ رہے حتی کہ مسلمان ہوئے' میں نے یہ روایت بھی بتمامہ کتاب المعجزات میں ذکر کی ہے۔

امام طبرانی نے معجم کبیر میں رجال ثقات کی سند سے حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قس کا تذکرہ ہوا تو فرمایا' اللہ تعالیٰ قس پر رحم فرمائے' عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

محسنہ کی تین اقسام

علوم کے اعتبار سے محسنہ کی تین اقسام ہیں انساب کا علم' تاریخ کا علم' ادیان کا علم' اس کے علم کو نہایت ہی اہمیت دیتے' خصوصا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کی معرفت' اس نور پر اطلاع جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا' پھر ان کی اولاد میں منتقل ہوتا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں وہ چمکا' اس نور کی برکت سے اپنے بیٹے کے ذبح کی نذر مانی اسی نور کی برکت سے انہوں نے اپنی اولاد کو ترک ظلم و سرکشی کی وصیت فرمائی اور انہیں مکارم اخلاق پر ابھارا' انہیں گھٹیا امور سے منع کیا اسی نور کی برکت سے ابرہہ کو انہوں نے فرمایا۔

ان هذا البيت ربا يحفظه — اس گھر کا رب ہے جو اس کا محافظ ہے۔

اور جبل ابو قیس پر چڑھ کر فرمایا۔

لاھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع رحالک
لا یغلبن صلیبھم ومحالھم عدوا محالک

(اے اللہ آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما' ان کی صلیب اور اسلحہ تیرے گھر پر غالب نہیں آ سکتے)

اس نور کی برکت سے انہوں نے اپنے نصائح میں فرمایا کوئی بھی ظالم دنیا سے رخصت نہیں ہو گا مگر اس سے بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ ایک ظالم آدمی فوت ہوا حالانکہ اس سے بدلہ نہیں لیا گیا تھا۔ ان سے عرض کیا تو غور و فکر کے بعد فرمایا۔

واللہ ان وراء ھذہ الدار دارا	اللہ کی قسم: اس جہان کے بعد دوسرا
یجزی فیما المحسن	جہان ہے جس میں ہر نیکی والے کو جزا
باحسانہ ویعاقب فیہا	اور برائی کرنے والے کو سزا دی جائے
المسئی باساءتہ	گی۔

ان کے بعد مبدء و معاد ماننے پر یہ بھی دلیل ہے کہ جب انہوں نے عبداللہ کے لئے تیر نکالے تو کہا۔

یارب انت ملک المحمود وانت المبدی والمعید
وانت رب من عندک الطارف والتلید

اے میرے رب تو مالک و محمود ہے' تو میرا رب مالک اور معبود ہے' نیا اور پرانا مال تیری ہی طرف سے ہے۔

رسالت و شرف نبوت کی معرفت پر یہ بات بھی شاہد ہے کہ اہل مکہ پر جب بھی قحط آتا تو وہ حضرت ابوطالب کے پاس آ کر کہتے' چھوٹے بچے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاؤ اور ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرو' اسی سلسلہ میں ابوطالب کا یہ شعر معروف ہے۔

وابیض یستقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للا رامل

(یہ سفید چمک والے جن کے چہرے کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے اور یہ یتیموں اور بیگانوں کا سہارا ہے)

دوسری قسم علم رؤیا اور تیسری علم کہانت وقیافہ شناسی تھی۔

عربوں میں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے اور وہ نبی کے بھی منتظر تھے۔ ان کے لئے کچھ سنن اور شریعتیں تھیں' ان میں کچھ دین حنیفی کے مقتداء تھے مثلاً زید بن عمرو بن نفیل قیس بن ساعدہ ایادی' عامر بن ظرب عدوانی' ان میں سے کچھ جاہلیت میں بھی شراب کو حرام جانتے مثلاً قیس بن عاصم تمیمی' صفوان بن امیہ کنانی اور عفیف بن معد یکرب کندی' ان میں سے کچھ لوگ خالق پر اور خلق آدم علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے مثلاً۔ نمر بن ثعلب بن دبرہ بن قضاعہ انہی میں پھر زہیر بن ابی سلمی ہیں' جب کسی کانٹوں والے درخت کے پاس سے گزرتے اور وہ خزاں کے بعد پر بہار ہوتا تو کہتے۔

لولا ان تسبنی العرب لامنت	اگر عرب مجھے برا نہ کہیں تو میں اس
ان الذی احیاک بعد یبس	ذات پر ایمان لاتا جس نے مجھے خشکی کے
سیحیی العظام وھی رمیم	بعد زندہ فرمایا اور وہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

اس کے بعد وہ قیامت پر بھی ایمان لے آئے اور اپنے مشہور قصیدہ میں کہا

یؤخر فیوضع فی کتاب فیدخر لیوم الحساب او یعجل فینقم

(کتاب میں جمع کر کے اعمال کو حساب کے دن کے لئے رکھ لیا جائے گا یا جلدی میں انتقام لیا جائے گا۔)

بعض عربوں پر جب موت آتی تو وہ اولاد سے کہتے میرے ساتھ میری سواری کو بھی دفن کرنا تاکہ وہ میرے ساتھ ہی اٹھے اگر تم نہیں کرو گے تو پھر میں پیدل ہی میدان حشر میں جاؤں گا۔ جاہلیت میں متعدد ایسی اشیاء کو وہ حرام جانتے' جنہیں قرآن نے حرام قرار دیا مثلاً" ماں' بیٹی' بہن' خالہ اور پھوپھی کے ساتھ نکاح حرام جانتے' طواف کرنے کے لئے سعی کرتے' تلبیہ کہتے' تمام مناسک حج ادا کرتے' قربانی کرتے' رمی جمار کرتے' مہینوں کا احترام کرتے۔ اموات کو غسل و کفن دیتے ان دس طہارات

فطریہ پر قائم رہے جن کا حکم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا' وعدہ وفا کرتے' مہمان نوازی کرتے' چور کا ہاتھ کاٹتے' عربوں میں ابتداء دین ابراہیمی اور توحید قائم اور مشہور تھی۔ سب سے پہلے جس نے اسے تبدیل کیا' اور بتوں کی پرستش شروع کی اس کا نام عمرو بن لحی ہے۔ (الملل والنحل' ۲=۲۴۸)

ابن جوزی نے التلقیح میں لکھا جاہلیت میں ان لوگوں نے بتوں کی پرستش ترک کر دی تھی مثلاً" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' زید بن عمرو بن نفیل' عبداللہ بن جحش' عثمان بن حویرث' ورقہ بن عمرو بن نوفل' رباب بن براء' ابوبکر اسعد الحمیری قس بن ساعدہ ایادی اور ابو قیس بن صرمہ۔

فصل

تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

میں نے امام فخرالدین رازی کو پڑھا انہوں نے اس پر دلائل فراہم کیے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام آباء توحید پر تھے ان کی اسرار التنزیل کی عبارت یہ ہے۔

منقول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا ہیں اس پر درج ذیل دلائل ہیں۔

ا۔ تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

اس پر دلائل یہ ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین	جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء، ۲۱۸، ۲۱۹)

اس کا مفہوم یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد کی طرف سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا اس صورت میں یہ آیت مبارکہ دلالت کر رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے تو اب قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے، زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ آیت مبارکہ کے اور بھی معانی ہیں جب روایات تمام معانی کے بارے میں مروی ہیں اور ان میں منافات بھی نہیں تو آیت کو مذکورہ تمام معانی پر محمول کرنا لازم ہے تو جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہ تھے۔

۲۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی دلالت کرتا ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات	میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

انما المشرکون نجس　　　　مشرک نرے ناپاک ہیں۔

(التوبۃ - ۲۸)

تو ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و اجداد میں کوئی بھی مشرک نہ ہو' واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب



تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ وتحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز۔ لاہور

نام کتاب: الدرج المنیفة فی آلاباء الشریفة
مصنف: امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام: حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
مترجم: مفتی محمد خان قادری
اہتمام: علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ: حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر: حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول: ۱۹۹۹ء
اشاعت دوم: ۲۰۱۲ء

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا محمد مہر الدین نقشبندی جماعتی رحمتہ اللہ علیہ

کے نام

۱- جو مدرس ہی نہ تھے بلکہ عظیم محقق اور مصنف بھی تھے۔

۲- طالب علم سے ان کی دوستی کا ماحول کتاب کا مشکل سے مشکل مقام بھی آسان کر دیتا۔

۳- سیرت و کردار میں وہ اپنے اسلاف کی یادگار تھے۔

محمد خان قادری

الدرج المنيفة
في
الآباء الشريفة

للإمام جلال الدين عبد الرحمن السيوطي

٨٤٩ هـ - ٩١١ هـ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں بندہ کی یہ تیسری تصنیف ہے جو تمام سے مختصر ہے۔ میں کہتا ہوں' کثیر آئمہ اعلام کی یہ رائے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ناجی ہیں اور وہ آخرت میں نجات پائیں گے۔ اور یہ تمام علماء دوسروں سے مخالف قول رکھنے والوں کو زیادہ جانتے ہیں اور یہ درجہ میں ان سے کسی طرح بھی کم نہیں' یہ آئمہ احادیث و آثار کے حافظ ہیں' ان سے بڑھ کر ان دلائل کے نقد کو کون جانتا ہے جن سے اس پر انہوں نے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تمام علوم کے جامع اور فنون کے ماہر' خصوصاً وہ چار علوم جن کے ساتھ اس مسئلہ کا تعلق ہے۔ کیونکہ یہ تین قواعد پر مبنی ہے کلامیہ' اصولیہ اور فقہیہ۔ چوتھا قاعدہ حدیث اور اصول فقہ میں مشترکہ ہے' اس کے ساتھ ساتھ حفظِ حدیث میں مہارت' وسعت اور صحت نقد کا علم' اقوال آئمہ پر اطلاع اور ان کے تمام کلام پر نظر کا ہونا ضروری ہے۔ یہ ہرگز گمان نہ کرنا کہ (معاذ اللہ) یہ آئمہ ان احادیث سے واقف نہیں جن سے مخالفین نے استدلال کیا ہے' یہ آگاہ ہی نہیں بلکہ انہوں نے گہرائی میں ڈوب کر ان کا مطالعہ کیا اور اس قدر خوبصورت ان کا جواب دیا جسے کوئی منصف رد نہیں کر سکتا اور اپنے مؤقف پر جو انہوں نے دلائل فراہم کئے ہیں وہ پہاڑوں کی طرح مضبوط ہیں' ہاں دونوں فریق اکابر اور اجلہ آئمہ ہیں۔

تین درجات

نجات کا قول کرنے والوں کے تین درجات ہیں۔

درجہ اول

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین تک کسی دین کی دعوت نہیں پہنچی' وہ زمانہ فترت میں تھے جب اہل مشرق و مغرب میں جہالت ہی جہالت تھی' اس وقت کوئی

دعوت دینے والا تھا ہی نہیں اور نہ ہی وہ کسی شریعت سے آگاہ تھے' یہ بھی پیش نظر رہے کہ آپ کے والدین ابتدائی عمر میں وصال فرما گئے' وہ بڑھاپے کو پہنچے ہی نہیں' انہیں زیادہ سفر' تجربات اور واقعات پر اطلاع بھی نہ ہوئی۔ حافظ علائی کہتے کہ صحت کے ساتھ یہی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی نے اٹھارہ سال اور والدہ ماجدہ نے تقریبا بیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ ہے تو یہ بھی ذہن میں رہے آپ گھر میں نہایت ہی باپردہ خاتون تھیں کبھی بھی مردوں کے سامنے تک نہیں گئیں اور نہ ہی کسی خبر دینے والے کی ان سے ملاقات ہوئی۔

آج شرقاً و غرباً اسلام اور اس کی تعلیمات پھیلی ہوئی ہیں مگر خواتین اکثر احکام شریعت سے ناواقف ہیں کیونکہ وہ فقہاء و علماء سے دور ہوتی ہیں' اس کے بعد بتایئے دورِ جاہلیت اور فترت کے بارے میں کیا خیال ہونا چاہیے؟

آئمۂ شوافع اور اشاعرہ کا فیصلہ

جن لوگوں تک دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں آئمہ و فقہاء شوافع اور اہلِ کلام و اصول کے آئمہ اشاعرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے شخص کی نجات ہو جائے گی وہ جنت میں جائے گا۔ امام شافعی اور ان کے تمام اصحاب کی یہی رائے ہے۔

آٹھ آیاتِ قرآنیہ

اس پر انہوں نے آٹھ آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء ۱۵)	اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔سورۃ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غفلون (الانعام، ۱۳۱)	یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہیں۔

۳۔سورۃ القصص میں فرمایا

ولولاان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص، ۴۷)	اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، تو کہتے اے ہمارے رب: تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۴۔اس سورۂ مبارکہ میں دوسرے مقام پر فرمایا۔

وماں کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا (القصص، ۵۹)	اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔

۵۔اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ولوانا اھلکنھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک من قبل ان نذل ونخزی (طہٰ، ۱۳۴)	اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب: تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے ذلیل و رسوا ہوتے۔

۶۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وھذا کتاب انزلناہ مبرک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین (الانعام' ۱۵۵'۱۵۶)

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔ کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی۔ اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷۔ سورۃ الشعراء میں ہے۔

وماا ھلکنا من قریۃ الالھا منذرون ذکری وما کنا ظلمین

(الشعراء' ۲۰۸'۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی ہے جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

۸۔ سورۃ الفاطر میں ارشاد ربانی ہے۔

وھم یصطر خون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صلحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم مایتذکر فیہ من تذکر وجاء کم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر

(الفاطر' ۳۷)

اور وہ اس میں چلاتے ہونگے اے ہمارے رب: ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لاتا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

چھ احادیث مبارکہ

اس طرح انہوں نے اپنے مؤقف پر ان چھ احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

۔امام احمد اور اسحاق بن راھویہ نے اپنی مسانید میں اور بیہقی نے الاعتقاد میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار آدمی روز قیامت حجت پیش کریں گے۔

ا۔ بہرا شخص جو کچھ نہ سن سکتا ہو۔

۲۔ بے وقوف

۳۔ نہات ہی بوڑھا

۴۔ زمانۂ فترت میں فوت ہونے والا

بہرہ عرض کرے گا اسلام آیا مگر میں کچھ سن ہی نہ سکتا تھا۔ بے وقوف و دیوانہ عرض کرے گا اسلام آیا مگر مجھے بچے مینگنیاں مار مار کر بھگا دیتے تھے۔ بوڑھا عرض کرے گا میرے رب! اسلام آیا مگر میں کوئی شے سمجھ ہی نہ پاتا تھا۔ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا' میرے رب: میرے پاس تیرا رسول آیا ہی نہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ طاعت کا وعدہ لے گا پھر رسول ان کی طرف بھیجے گا جو انہیں آگ میں داخل ہونے کے لئے کہے گا' جو وہاں داخل ہو جائے گا وہ سلامتی اور امن میں چلا جائے گا اور جو داخل نہ ہو گا اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسند احمد' ۴=۲۰۶)

۲۔ امام بزار نے مسند میں سند حسن (شرائط ترمذی پر) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' فترت میں فوت ہونے والے' معتوہ (بے سمجھ) اور بچے کو لایا جائے گا' صاحب فترت کہے گا میرے پاس کوئی کتاب اور رسول نہیں آیا' معتوہ کہے گا میرے رب: مجھے تو نے عقل ہی نہ دی کہ اس سے خیروشر میں تمیز کرتا' بچہ عرض کرے گا مجھے عمل کے لئے وقت ہی نہیں ملا' ان کے سامنے آگ لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں اوٹ جاؤ اس میں ایسے لوگ داخل ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید تھے اور ۔۔ عمل

کا وقت پاتے۔ اور وہ رک جائیں گے جو علم الٰہی میں شقی تھے اگرچہ عمل کا وقت بھی پا لیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

ایای عصیتم فکیف برسلی بالغیب؟ (مسند بزار) — تم میرے سامنے میری نافرمانی کر رہے ہو' غیب میں میرے رسولوں کے ساتھ تمہارا حال کیا ہوتا؟

۳۔ امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں سند صحیح (شرائط بخاری و مسلم) کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' روز قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل فترت' بے عقل گونگے' بہرے اور ان بوڑھوں کو جمع کیا جائے گا جنہوں نے اسلام نہ پایا ہو گا' پھر ان کی طرف رسول بھیجا جائے گا جو انہیں آگ میں داخل ہونے کا کہے گا' وہ کہیں گے یہ کیوں؟ ہمارے پاس تو رسول آئے ہی نہیں پھر فرمایا' اللہ کی قسم! اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ ان پر ٹھنڈی ہو جاتی پھر ان کی طرف رسول بھیجا جائے گا تاکہ وہ ان کی طاعت کریں تو وہی طاعت کرے گا جو ارادہ رکھتا تھا' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس پر بطور استدلال یہ آیت مبارکہ پڑھو۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵) — اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

(جامع البیان' ۹=۷۰)

۴۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی اور کہا یہ شرائط بخاری و مسلم کے مطابق صحیح ہے امام ذہبی نے ان کے اس حکم کو ثابت رکھا۔

(المستدرک' ۴=۴۹۶)

۵۔ امام بزار اور ابو یعلٰی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نقل کیا۔

۶۔ امام ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی ہی حدیث نقل کی ہے۔

یہ تمام ناسخ ہیں

علماء نے فرمایا ہے کہ یہ تمام آیات و احادیث ان احادیث کی ناسخ ہیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں۔ جیساکہ مشرکین کے بچوں کے بارے میں حدیث ہے کہ وہ دوزخ میں ہونگے' اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "ولاتزروازرة وزراخری" سے منسوخ ہے۔

اسی طرح جو احادیث اوپر آئی ہیں وہ اس روایت کے خلاف ہیں۔

اسی طریقہ و راہ کو پوری جماعت نے اختیار کیا ہے ان میں سے آخری حافظ زمانہ قاضی القضاۃ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ہیں' وہ فرماتے ہیں

الظن بابائه صلى الله عليه وآله وسلم كلهم يعنى الذين ماتوا قبل البعثة انهم يطيعون عندالامتحان لتقربه عينه صلى الله عليه وسلم	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء جو اعلانِ نبوت سے پہلے وصال فرما گئے ان کو بوقت امتحان طاعت نصیب ہو گی تاکہ اس سے حضور ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

احادیث سے تائید

اس مؤقف کی تائید یہ احادیث بھی کرتی ہیں۔

۱۔ امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ "ولسوف یعطیک ربک فترضی" کے تحت ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من رضا محمد صلى الله عليه وسلم ان لايدخل احد من اہل بیته النار	حضور ﷺ کی رضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت میں سے کوئی آگ میں داخل نہ ہو۔

(جامع البیان' ۱۵'۲۹۳)

۲۔ امام حاکم روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

ماسالت ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود	میں نے جو کچھ اپنے رب سے مانگا اس نے مجھے ان کے بارے میں عطا فرمایا اور میں اس دن مقام محمود پر کھڑا کیا جاؤں گا۔

(المستدرک' ۲=۳۹۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے کہ روزِ قیامت انہیں بوقتِ امتحان شفاعت نصیب ہو گی اگر انہیں دعوت پہنچی ہوتی تو یہ شفاعت نہ ملتی' کیونکہ دعوت پہنچنے والے منکر کے لئے شفاعت نہیں ہوا کرتی۔

حدیث میں تصریح

یہاں تو اشارۃً ذکر ہے مگر ایک حدیث میں اس پر تصریح ہے جسے تمام رازی نے فوائد میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز

شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی فی الجاھلیۃ	میں اپنے والد' والدہ' چچا ابوطالب اور جاہلیت کے رضاعی بھائی کی شفاعت کروں گا۔

اسے امام محب طبری (جو حفاظ و فقہاء سے ہیں) نے "ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی (صفحہ ۱۷) میں بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا اگر یہ روایت ثابت ہے تو پھر حضرت ابوطالب کے حوالے سے اس میں تاویل کرنا ہو گی کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔

نوٹ:۔ حضرت ابوطالب کے حوالے سے اس لئے تاویل کرنا پڑی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلانِ نبوت پایا مگر اسلام نہ لائے۔

جن لوگوں کو دعوت نہ پہنچ سکی ان کے بارے میں اہلِ علم کی مختلف تعبیرات ہیں لیکن سب سے خوبصورت یہ ہے کہ وہ صاحبِ نجات ہیں' بعض نے کہا وہ مسلمان

ہیں' غزالی فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ انہیں حکم مسلم میں مانا جائے۔

درجہ ثانیہ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ حجتہ الوداع کا واقعہ ہے اور یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے جسے خطیب بغدادی نے "السابق واللاحق میں" دار قطنی اور ابن عساکر دونوں نے غرائب مالک میں ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں محب طبری نے خلاصۃ السیر میں نقل کیا ہے۔ سہیلی نے الروض الانف میں ایک اور سند سے دوسرے الفاظ میں نقل کی اور اس کی سند ضعیف ہے لیکن ضعف کے باوجود تینوں علماء نے اس کی طرف میلان کیا۔ اسی طرح امام قرطبی اورامام ابن منیر نے بھی' اس موقف کو ابن سید الناس نے بعض اہل علم سے نقل کیا' امام صلاح صفدی نے اپنی نظم میں اسی مؤقف کو لیا۔ حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی نے اسے ہی اشعار میں بیان کیا۔

تمام نے اسے ہی ناسخ مانا

ان تمام محدثین نے اس کے مؤخر ہونے کی وجہ مخالف احادیث کے لئے اسے ناسخ مانا ہے اور انہوں نے اس کے ضعف کی پرواہ نہیں کی اس لئے کہ فضائل و مناقب میں حدیثِ ضعیف پر بھی عمل کیا جاتا ہے اور زیرِ بحث معاملہ مناقب کا ہے۔

متفقہ قاعدہ سے تائید

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تائید اس قاعدہ سے کی ہے جس پر تمام امت کا اتفاق ہے' وہ یہ ہے کہ جو معجزہ یا خصوصیت اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کو عطا کی اس نے اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور عطا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر قبور سے مردوں کو زندہ فرمایا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی اس کا ثبوت ضروری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کا واقعہ سوائے اس کے اور کوئی منقول نہیں اور اس کے ثبوت میں کوئی

بُعد بھی نہیں، اگرچہ دیگر متعدد اشیاء اس طرح کی ہیں مثلاً دستی کے گوشت کا گفتگو کرنا، کھجور کے تنے کا رونا، لیکن مذکورہ واقعہ زندہ ہو کر ایمان لانا یہ بعینہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزہ کے مطابق ہے۔ لہٰذا مماثلت کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے اور بلاشبہ اس حدیث کو جو طرق قوی کرتے ہیں ان میں سے اس کا قاعدۂ مسلم کے موافق ہونا بھی ہے۔ حافظ ابن ناصرالدین دمشقی کہتے ہیں۔

حبا الله النبی مزید فضل   علی فضل وکان به رؤوفا

(اللہ تعالٰی نے اپنے نبی پر فضل در فضل فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے)

فاحیاء امه وکذاباه   لایمان به فضلا لطیفا

(آپ کی والدہ اور والد دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے زندہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسا لطف فرمایا)

فسلم فالقدیم بذا قدیر   وان کان الحدیث به ضعیفا

(اے مخاطب اسے مان لے وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

درجہ ثالثہ

یہ دونوں توحید اور دینِ ابراہیمی پر تھے جیسا کہ عرب کے کچھ اور لوگ بھی اس دین پر تھے مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، قس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل، عمیر بن حبیب جھنی اور عمرو بن عتبہ۔

یہ راہ امام فخرالدین رازی نے اپنائی ہے اور انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت آدم تک تمام آباء توحید پر تھے ان میں کوئی بھی مشرک نہیں۔

تمام کے موحد ہونے پر دلائل

جو دلائل اس پر دال ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی شرک نہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب	میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں
الطاہرین الی لارحام الطہرات	میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ۱=۵۷)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

انما المشرکون نجس	بلاشبہ تمام مشرک ناپاک ہیں۔

(التوبہ' ۲۸)

تو ضروری ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

الذی یرک حین تقوم	جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے
وتقلبک فی الساجدین	ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء' ۲۱۹'۲۱۸)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں اس تفصیل کی وجہ سے آیت دال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان ہیں' پھر کہا اس وجہ سے لازم ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کافر نہ ہوں بلکہ چچا ہوں' زیادہ سے زیادہ کوئی اس آیت مبارکہ کو اس کے دیگر معانی پر محمول کرے گا' لیکن تمام کے بارے میں روایات ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں تو آیت کو ان تمام پر محمول کر لیا جائے گا' اس سے یہ بھی آشکار ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہ تھے' رہے آزر تو وہ ان کے والدین نہیں بلکہ چچا ہیں۔ اس آیت سے اس استدلال پر امام رازی کے ساتھ ہمارے آئمہ میں سے صاحب الحاوی الکبیر امام ماوردی بھی ہیں۔

(اعلام النبوۃ' ۱۶۷)

مجمل و مفصل دلائل

مجھ پر اس بات کو تقویت دینے کے لئے دو طرح کے دلائل آشکار ہوئے ہیں مجمل اور مفصل، مجمل دلیل دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

ا۔احادیثِ صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں ہر ایک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ تک اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل و بہتر تھے۔

۲۔احادیثِ صحیحہ اور آثار اس پر بھی شاہد ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت تک یہ زمین اہلِ فطرت سے خالی نہیں رہی، یہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے، اسے واحد جانتے اور اس کی نماز ادا کرتے۔ان ہی کی وجہ سے زمین کی حفاظت ہوئی اگر یہ نہ ہوتے تو تمام زمین اوراس پر رہنے والے ہلاک ہو جاتے۔

پہلے مقدمہ پر دلائل

ا۔بخاری شریف کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت من خير قرون بني آدم قرنا فقرنا حتى بعثت من القرن الذی کنت فيه	میں حضرت آدم سے ہر دور میں بہتر سے بہتر خاندان کی طرف منتقل ہوتا رہا حتی کہ اس خاندان میں آیا جس میں ہوں۔

(البخاری، باب صفة النبی)

۲۔ بیہقی کی حدیث میں فرمایا جب بھی اللہ تعالی نے دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا حتی کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا تو کسی کو عہدِ جاہلیت کی کسی شے نے نہیں چھوا۔ میں حضرت آدم سے لے کر اپنے والد اور والدہ تک نکاح سے ہی پیدا ہوتا رہا نہ کہ بدکاری سے۔

فانا خیرکم نفسا وخیر کم ابآء (دلائل النبوۃ' ا-۱۱)	میں تم میں سے ہر ایک سے اپنی ذات کے حوالے سے افضل ہوں اور والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں۔

۳۔ ابونعیم وغیرہ کی حدیث جس میں فرمایا میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا جو مزکی اور مہذب تھے۔

لایشعب شعبتان الاکنت فی خیرھا (دلائل النبوۃ ا-۱۲)	جب بھی کسی گروہ کے دو شعبے ہوئے تو میں ان میں سے بہتر و افضل میں تھا

دوسرے مقدمہ پر دلائل

ا۔ امام عبدالرزاق نے مصنف میں' ابن منذر نے تفسیر میں سند صحیح (بخاری و مسلم کی شرط پر) کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

لم یزل علی وجہ الارض من یعبد اللہ علیھا	ہمیشہ زمین پر ایسے لوگ موجود رہے جو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے۔

۲۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں سند صحیح (شرائط بخاری و مسلم پر) کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة یدفع اللہ بھم العذاب عن اھل الارض	زمین حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ایسے سات آدمیوں سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ اہل زمین سے عذاب کو ٹالتا تھا۔

اسی طرح دیگر آثار میں بھی یہ بات موجود ہے۔

ان دونوں مقدمات کو جمع کرو تو اس سے قطعی نتیجہ یہی نکلے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی مشرک نہیں' اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا کہ ان میں سے ہر کوئی اپنے دور میں تمام سے افضل تھا۔ اب اگر اہلِ فترت لوگ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء ہیں تو یہی ہمارا دعویٰ و مدعا ہے۔ اور اگر وہ لوگ اور ہیں

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء مشرک تھے تو دو امور میں سے ایک ضرور لازم آئے گا۔

ا۔یا تو مشرک' مسلمان سے بہتر ہو جائے اور یہ بات نصِ قرآنی اور اجماع کے خلاف ہے۔

۲۔یا ان کے غیر ان سے افضل ٹھہریں گے اور یہ بات احادیثِ صحیح کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے تو قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ ان میں سے کوئی مشرک نہیں تاکہ وہ تمام اہل زمین سے افضل قرار پا سکیں۔

تفصیلی دلیل

ا۔امام بزار نے مسند میں' ابن جریر' ابن ابی حاتم' ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں' حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے

کان الناس امة واحدة	لوگ امت واحد ہی تھے۔

(البقرہ' ۲۱۳)

کے تحت نقل کیا۔

بین آدم و نوح علیهما السلام عشرة قرون کلهم علی شریعة من الحق فاختلفوا فبعث الله النبین	حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس پشتیں گزریں وہ تمام شریعت حقہ پر تھیں پھر لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالی نے انبیاء بھیجے۔

(المستدرک' ۲=۵۹۶)

۲۔امام ابن ابی حاتم نے آیت مبارکہ کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا کہ ہمیں بتایا گیا کہ حضرتِ آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس قرون تھے تمام کے تمام علماء و ہادی تھے اور شریعتِ حقہ پر تھے پھر اس کے بعد لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایاوہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔

۳۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا یوں منقول ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح ' ۲۸)	اے میرے رب: مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت نوح تک آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام اجداد مومن تھے۔ حضرت نوح کے صاحبزادے حضرت سام نصِ قرآن اور اجماع کی بنیاد پر مومن ہیں' انہوں نے کشتی میں اپنے والد کے ساتھ نجات پائی اور وہاں نجات صرف اہل ایمان کو ملی تھی۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے۔

وجعلنا ذریته هم الباقین (الصافات' ۷۷)	اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔

بلکہ بعض آثار میں ہے کہ وہ نبی تھے ان کے بیٹے ارفخشند کے ایمان پر اثرِ ابنِ عباس میں تصریح ہے جسے ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ہے کہ انہوں نے اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں نے ان کے لئے یہ دعا کی اے اللہ: ان کی اولاد کو ملک اور نبوت عطا فرما۔ ابن سعد نے طبقات میں بطریقِ کلبی ایک اثر نقل کیا ہے جس میں شارخ سے لے کر تارخ تک تمام کے اسلام پر تصریح ہے:

آزر چچا ہے

رہا معاملہ آزر کا تو اس میں مختار اور ارجح (جیسا کہ امام رازی نے کہا) یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں اور اسلاف کی پوری جماعت کی یہی تحقیق ہے۔[1]

---

[1] بلکہ امام ابنِ حجر مکی کے مطابق آزر کے والد نہ ہونے پر اجماع ہے۔(السیرۃ النبویۃ لزینی دحلان' ۱ = ۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہد، ابن جریج اور سدی سے آسانید کے ساتھ منقول ہے کہ تمام کی رائے یہی ہے۔

لیس آزر ابا ابراہیم انما ھو ابراہیم بن تارخ
کہ آزر حضرت ابراہیم کے والد نہیں بلکہ ان کے والد تارخ ہیں۔

ابن منذر کی تفسیر میں، میں نے ایک روایت دیکھی جس میں تصریح ہے کہ آزر چچا ہے۔

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت آدم سے لے کر حضرت ابراہیم تک تمام اجداد شریفہ کے ایمان پر نصوص اور اتفاق ہے ہاں آزر کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کے چچا ہیں یا والد، اگر تو وہ والد ہیں تو ان کو مستثنیٰ کر لیا جائے اور اگر وہ چچا ہیں تو وہ خارج ہیں اور آپ کا نسب سلامت و محفوظ ہے۔

عرب دینِ ابراہیمی پر تھے

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بعد احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ علماء اس پر متفق ہیں کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر رہے ان میں سے کسی نے کبھی کفر نہیں کیا اور نہ ہی کسی کی عبادت و پوجا کی۔ یہاں تک عمرو بن لحی خزاعی کا دور آیا یہ پہلا شخص ہے جس نے دینِ ابراہیمی کو تبدیل کیا، بتوں کی عبادت شروع کی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دوزخ میں آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ پہلا شخص تھا جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

ابن جریر نے تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو آگ میں

آنتیں کھینچتے ہوئے دیکھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابراہیم کے دین میں تبدیلی کی۔ (جامع البیان)

امام احمد نے مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے اور بتوں کی پوجا کی اس کا نام ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہے اور میں نے اسے دوزخ میں آنتیں کھینچتے دیکھا ہے۔

شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین قائم رہا اس طرح توحید بھی عربوں میں ابتداء سے معروف و شائع تھی۔ جس شخص نے اس میں تبدیلی کی اور بتوں کی عبادت شروع کروائی' اس کا نام عمرو بن لحی ہے۔

(الملل والنحل' ۲=۲۴۴)

حافظ ابنِ کثیر کی شہادت

حافظ عماد الدین بن کثیر کہتے ہیں عرب دینِ ابراہیمی پر ہی تھے' یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ کا والی بنا' اس نے بیت اللہ کی تولیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد سے چھین لی' اس نے بتوں کی عبادت ایجاد کی اور عربوں میں گمراہیاں شروع کروائیں تلبیہ میں

"لاشریک لک" کے بعد	مگر تیرا ایک شریک ہے تو اس
الاشریکا ھولک	کا بھی مالک ہے اور اس کا بھی
تملکہ وماملک	جس کا وہ مالک ہے۔

جس نے سب سے پہلے یہ کلمات پڑھے وہ یہی شخص تھا عربوں نے شرک میں اس کی اتباع کی' کفر پیدا کرنے میں یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مشابہ ٹھہرے' اس کے بعد ان کے اسلاف ایمان پر تھے بلکہ پھر بھی ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جو دینِ ابراہیمی پر رہے۔

ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔

كان عدنان ومعد وربيعة ومضر وخزيمة والا على ملة ابراہیم فلا تذکروھم الابخیر	عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور اسد تمام ملت ابراہیمی پر تھےان کا ذکر خیر سے ہی کیا کرو۔

مضر مسلمان تھے

ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ بن خالد سے مرسلًا روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لاتسبوا مضر فانہ کان اسلم	مضر کو برا نہ کہو وہ تو مسلمان تھے

(الطبقات' ۱=۵۸)

الیاس مومن تھے

امام سہیلی نے روض الانف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد عالی ذکر کیا۔

لاتسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا	الیاس کو برا نہ کہو وہ صاحب ایمان تھے

(الروض الانف' ۱=۸)

یہ بھی منقول ہے کہ ان کی مبارک پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلبیہ سنا جاتا تھا۔ (الروض الانف' ۱=۸)

کعب بن لوئی اور جمعہ کا خطاب

اس میں یہ بھی ہے کہ کعب بن لوئی نے سب سے پہلے جمعہ کے دن اجتماع شروع کیا' قریش اس دن ان کے ہاں جمع ہوتے وہ خطاب کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور مقام بعثت کا تذکرہ کرتے اور بتاتے وہ میری اولاد میں سے ہونگے' انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر ایمان لانے کی تعلیم دیتے *اس بارے میں ان سے کچھ اشعار بھی منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

یالیتنی شاھدا نجواء دعوته
اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں ان کی دعوت و تبلیغ کے موقعہ پر موجود ہو تا جب قریش حق کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہونگے) (الروض الانف '۱=۶)

امام سہیلی نے لکھا امام ماوردی نے یہی روایت کتاب الاعلام میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے۔ (اعلام النبوة '۱۵۵)

میں کہتا ہوں ابو نعیم نے بھی اسے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا۔ (دلائل النبوة '۱=۹۰)

اس تمام تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر کعب بن لوئی اور ان کے بیٹے مرۃ تک کے ایمان پر نصوص ہیں اس میں امت کے دو افراد میں بھی اختلاف نہیں۔

چار آباؤ اجداد

رہا معاملہ مرۃ اور عبدالمطلب کے درمیان چار آباء کلاب' قصی' عبدِ مناف' اور ہاشم کا تو میں ان کے بارے میں کسی نص پر مطلع نہ ہوا' ان کے ایمان پر اور نہ عدمِ ایمان پر لے

تین دلائل

یہاں تین دلائل باقی ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس اولاد کے بارے میں ہیں جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے ہے۔

لے ان چاروں کے تفصیلی حالات کے لئے شیخ محمود شکری کی کتاب بلوغ الارب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔(قادری غفرلہ)

الاخلاص والتوحید لایزال فی ذریتہ من یوحد اللہ ویعبدہ	اخلاص اور توحید مراد ہے' حضرت ابراہیم کی اولاد میں ایسے لوگ موجود رہے جو اللہ کو واحد جانتے اور اس کی عبادت کرتے۔

۲۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی	اے میرے رب: مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔

(ابراہیم' ۴۰)

مفسرین نے اس کے تحت کہا۔

فلن یزال من ذریۃ ابراہیم اناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ	سیدنا ابراہیم کی اولاد میں سے کچھ لوگ فطرت پر تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

۳۔اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

واذقال ابراہیم رب اجعل ھذاالبلد آمناواجنبی وبنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم' ۳۵)	اور جب ابراہیم نے عرض کیااے میرے رب: اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔

سیدنا ابراہیم کی دعا

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیااللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا ان کی اولاد کے بارے میں قبول فرمائی' ان کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے اس شہر کو امن والا بنایا' آپ کے اہل کو ثمرات عطا فرمائے اور آپ کو امامت کا درجہ دیا اور آپ کی اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنایا۔ (جامع البیان' ۸=۹۹)

امام ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ کے بارے میں نقل کیا ان سے سوال ہوا، کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد نے بت پرستی کی؟ تو فرمایا ہرگز نہیں کیا تم نے ان کی یہ دعا نہیں سنی۔

واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔

سوال ہوا اس میں حضرت اسحاق کی اور سیدنا ابراہیم علیہما السلام کی بقیہ اولاد کیوں شامل نہیں؟ فرمایا اس خاص شہر کے بسنے والے اہل کے لئے دعا تھی کہ وہ جب یہاں ٹھہریں تو بت پرستی نہ کریں عرض کیا۔

اجعل هذا البلد امنا — اے اللہ: اس شہر کو امن والا بنادے۔

اس میں تمام شہروں کے لئے دعا نہیں تھی ان کے الفاظ یہ ہیں۔

واجنبنی وبنی ان نعبدالاصنام — اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھنا۔ (ابراہیم' ۳۵)

اس میں انہوں نے اپنے اہل کو مخصوص فرمایا ہے۔

اس تمام گفتگو سے وہی کچھ ثابت ہو رہا ہے جو امام فخرالدین رازی نے کہا ہے۔

حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔

تنقل احمد نورا عظیما تلألأ فی جباه الساجدینا

تقلب فیهم قرنا فقرنا الی ان جاء خیرالمرسلینا

(حضور علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا ہوا منتقل ہوتا رہا ہے۔ اور ان میں سے بہتر سے بہتر کی طرف بڑھا حتی کہ خیرالمرسلین کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)

حضرت عبدالمطلب کا معاملہ

اب صرف معاملہ حضرت عبدالمطلب کا رہ جاتا ہے ان کے بارے میں دونوں کا اختلاف ہے۔ مختار قول یہی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی۔

امام شہرستانی کہتے ہیں' حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا ظہور تھا' اس نور کی برکت سے بیٹے کے ذبح کی نذر الہام ہوئی اس کی برکت سے انہوں نے ابرہہ سے کہا

ان لهذا البيت ربا يحفظه	اس گھر کا مالک ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔

اس کی تائید کرتا ہے وہ واقعہ کہ وہ ابو قیس پر چڑھے اور کہا۔

لاهم ان المرء يمنع رحله فامنع رحالك
لا يغلبن صليبهم ومحالهم عدوامحالك

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی کعبہ کی حفاظت فرما' ان کی صلیب تیرے گھر پر کبھی غالب نہیں ہو گی۔)

اس نور کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ظلم و سرکشی سے منع فرماتے' انہیں اچھے اخلاق اپنانے پر ابھارتے اور گھٹیا امور سے منع کرتے 'اس نور کی برکت سے انہوں نے اپنی وصیتوں میں کہا جو دنیا سے ظالم جائے گا اس سے بدلا لیا جائے گا اور اسے ضرور سزا ملے گی یہاں تک کہ آپ سے عرض کیا گیا ایک ظالم فوت ہو گیا مگر اس کے ظلم کی سزا اسے نہیں ملی

حضرت عبدالمطلب نے غور فرما کر کہا۔

والله ان وراء هذه الدار دار يجزى فيها المحسن باحسانه ويعاقب فيها المسئى باسائه	اللہ کی قسم اس دارِ دنیا کے بعد ایک ایسی دارِ آخرت ہے جس میں محسن کو اس کے احسان کا اور برے کو اس کی برائی کا بدلہ ضرور ملے گا۔ (الملل والنحل ' ۲=۲۴۸)

یہ باتیں واضح کر رہی ہیں کہ انہیں تفصیلاً دعوت نہیں پہنچی اور نہ ہی انہیں کوئی شخص ملا جو انہیں ان حقائق سے آگاہ کرتا جو رسول لے کر آتے ہیں کیونکہ انہیں انبیاء کے حوالے سے حشر و نشر کی اطلاع ہو جاتی تو وہ اس سے غافل نہ ہوتے اور نہ ہی یہ واقعہ پیش آتا کہ غور کر کے کہا کہ دوسرا جہاں ہے (یعنی نظر و استدلال کی حاجت ہی نہ تھی)

قولِ ساقط

ان کے بارے میں ایک قولِ ساقط بھی ہے کہ اللہ تعالٰی نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے' اسے ابنِ سیدالناس نے سیرت میں نقل کیا۔

لیکن یہ مردود ہے میں نے اسے کسی اہلِ سنت کے امام کا قول نہیں پایا بلکہ یہ شیعہ کی طرف سے آیا ہے اور یہ ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں' اس بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں' نہ ضعیف اور نہ غیر ضعیف۔

اس سے امام فخرالدین رازی اور قائل کے درمیان فرق بھی واضح ہو گیا کہ قائل کا دعویٰ یہ ہے کہ عبدالمطلب زندہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر ہو گئے امام فخرالدین رازی یہ نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں وہ اصلاً ملتِ ابراہیمی پر تھے' انہیں اس ملت میں داخلہ حاصل نہیں ہوا۔

ضمیمہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے موحدہ ہونے پر یہ روایت دلالت کر رہی ہے' جسے امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں سندِ ضعیف کے ساتھ بطریقِ زہری حضرت اُمِ سلمہ بنت ابی رھم سے "انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا میں سیدہ آمنہ کے مرضِ وصال کے وقت ان کی پاس تھی' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی عمر پانچ سال تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سراقدس کے پاس تشریف فرما تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بارک اللہ فیک من غلام یا ابن الذی من حومۃ الحمام

(اے نوجوان: تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی)

نجا بعون الملک المنعام فودی غداۃ الضرب بالسھام

(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)

بمائۃ من ابل سوام ان صح مابصرت فی المنام

(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عندی ذی الجلال والاکرام

(تم لوگوں کی طرف رسول ہو اللہ صاحب جمال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل وفی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام

(تم حرم اور غیرِ حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا)

دین ابیک البرا ابراھام فاللہ انھاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع فرمایا)

ان لاتوالیھامع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے فرمایا ہر زندہ مرنے والا ہے، ہر جدید پرانا ہونے والا ہے، ہر صاحبِ کثرت فنا ہو جائے گا، میں جا رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی ہے۔ میں نے خیر چھوڑی ہے اور پاکیزہ کو جنم دیا ہے اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا ہم نے ان کے وصال پر جنات کا نوحہ سنا اور ان کے کلام میں سے ہمیں یہ یاد

تبکی الفتاۃ البرۃ الامنیہ
ذات الجمال العفۃ الرزینہ

(نوجوان صالح صاحبِ امانت خاتون پر آنسو بہانے چاہیں جو صاحب جمال اور عفیفہ تھیں)

زوجۃ عبداللّٰہ والقرینہ
ام نبی اللہ ذی السکینہ

(وہ حضرت عبداللہ کی بیوی اور صاحبِ سکینہ اللہ کے نبی کی والدہ ہیں۔)

وصاحب المنبر بالمدینہ
صارت لدی · حفرتھا رھینہ

(وہ نبی مدینہ کے منبر کے تاجدار ہیں اب وہ قبر میں مدفون ہیں۔)

تم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا کلام پڑھا' اس میں صراحۃً بتوں کی عبادت سے منع موجود ہے' دینِ ابراہیمی کا اعتراف ہے' اپنے بیٹے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ہونے کا تذکرہ اور اعتراف ہے' یہ تمام الفاظ شرک کے منافی ہیں۔

تمام انبیاء کی مائیں

پھر میں نے انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں تحقیق کی تو ان میں سے اکثر کے ایمان پر تصریح پائی اور جن پر نص نہ تھی ان پر سکوت تھا' کوئی شے ان کے بارے میں ہرگز منقول نہیں' اور ظاہر یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صاحبِ ایمان ہوں گی' اس کی وجہ اور راز یہ ہے کہ ان تمام نے نورِ الٰہی کا مشاہدہ کیا تھا جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے۔

امام احمد' بزار' طبرانی' حاکم اور بیہقی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین تھا اور آدم اپنی تیاری میں تھے' میں تمہیں یہ بھی بتادوں میں اپنے والد حضرت ابراہیم کی دعا' حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں اور اس طرح

تمام انبیاء کی مائیں ایسا خواب دیکھتیں ہیں۔ (المستدرک' ۲=۶۵۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے حمل اور ولادت کے دنوں میں بہت سی ایسی نشانیاں دیکھیں جو انبیاء کی مائیں دیکھا کرتیں ہیں' اس پر تفصیلاً احادیث ہم نے کتاب المعجزات میں ذکر کی ہیں۔

اس مسئلہ پر یہ تیسری تصنیف ہے جو نہایت مختصر ہے' میں نے اس موضوع پر چوتھی کتاب بھی لکھی ہے جس میں حدیث احیا (زندہ ہو کر ایمان لانا) پر اصولِ حدیث کے اعتبار سے گفتگو کی ہے۔ اب میں پانچویں تصنیف کی طرف بڑھتا ہوں جو نثر کی صورت میں بطریقِ انشاء مقالہ ہے۔[1]

خاتمہ

ہمارے استاذ امام تقی الدین کے والد امام کمال الدین شمنی کی مجموعہ تحریر میں ہے کہ قاضی ابوبکر بن العربی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد دوزخ میں ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ ملعون ہے اور اس پر یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (الاحزاب' ۵۷)

بلاشبہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی' ان پر اللہ کی لعنت دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے اس نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

[1] چوتھی کا ترجمہ بنام "والدینِ مصطفیٰ کا زندہ ہو کر ایمان لانا" اور پانچویں کا ترجمہ بنام "نسبِ نبوی کا مقام" شائع ہو چکا ہے۔ (قادری غفرلہ)

پھر فرمایا۔

اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ فلاں کا والد دوزخ میں ہے۔

امام محب طبری نے ذخائر العقبیٰ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا سبیعہ بنتِ ابی لہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ کہتے ہیں تو دوزخی کی بیٹی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا

مابال اقوام یؤذوننی فی قرابتی من اذی قرابتی فقد آذانی ومن آذانی فقد اذی اللہ

(الذخائر العقبیٰ' ۱۷)

ان لوگوں کا حال کیا ہو گا جو مجھے قرابت داروں کے حوالے سے اذیت دیتے ہیں جس نے میرے کسی رشتہ دار کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔

امام ابونعیم نے حلیہ میں بطریق عبداللہ بن یونس کہا کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک منشی لایا گیا جو مسلمان تھا لیکن اس کا والد کافر تھا' آپ نے لانے والے سے فرمایا تم مہاجرین کی اولاد میں سے کسی کو لاتے' اس پر منشی بول پڑا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بھی .... تو ہم وہ کلمہ ذکر نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے اور فرمایا یہاں سے دفعہ ہو جا تو کبھی بھی ہمارے ہاں نہیں رہ سکتا۔

(الشفاء' ۲=۹۹۴)

شیخ الاسلام ہروی نے ذم الکلام میں ابن ابی جبلہ سے نقل کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن سعد سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے تیرا والد فلاں فلاں جگہ پر ہمارا

عاِل رہا ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھا اس نے آگے سے کہا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے والد.......... ہم وہ کلمات ذکر نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور اسے دیوان سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

امام شافعی کا ادب

قاضی تاج الدین سبکی نے الترشیح میں کہا' امام شافعی نے جب یہ روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ایک بڑے خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹا تو لوگوں نے باتیں کیں تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اگر فلاں خاتون بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا' ابن سبکی کہتے ہیں غور کرو امام شافعی نے اس مقام کا ادب کرتے ہوئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نام نہیں لیا۔ بلکہ فلانۃ کہہ دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے نام لیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے لئے یہ چیز زیب دیتی ہے مگر دوسروں کے لئے یہ کہاں جائز؟

امام ابوداؤد کا ادب

صاحب سنن امام ابوداؤد نے بھی ادب ہی کا طریقہ اپناتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کے حوالے سے حدیث نقل کی مگران کے بارے میں جو سخت الفاظ تھے ان کی تصریح نہ کی' (ابوداؤد' ۲=۸۹)

حالانکہ وہ حدیث مسند احمد اور نسائی میں موجود ہے۔ یہ اور دیگران آئمہ کے آداب کی مثالیں ہمارے لئے رہنمائی و تعلیم ہیں کہ ہم ادب کرتے ہوئے ایسے معاملات میں خاموشی اختیار کریں۔اس لئے میں نے اس کتاب بلکہ بقیہ کتب میں بھی چوتھے گروہ کا قول(کفروالا) ذکر ہی نہیں کیا بس صرف تین گروہ (جو ناجی مانتے ہیں) کا ہی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالی ہی مددگار ہے۔



تصنیف

امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق

مفتی محمد خان قادری



﴿ جملہ حقوق محفوظ ہیں ﴾

نام کتاب	المقامة السندسية في النسبة المصطفوية
مصنف	امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	نسب نبوی ﷺ کا مقام
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

سلطان العلماء علامہ سلطان احمد گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ خاصلانوالہ

کے نام

۱- جو سراپا اخلاص وللہیت تھے۔

۲- جو رات کے پچھلے پہر درسیات کے بڑے اسباق پڑھاتے بلکہ چاشت سے پہلے پہلے اسباق سے فارغ ہو جاتے۔

۳- حضور ﷺ کے فرمان مبارک "اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے"- پر عمل پیرا ہو کر سارا دن تجارت و حکمت میں بسر کرتے۔

۴- مدرسہ کے نام پر لینا تو کجا اپنے گھر سے طلبہ کی خدمت کرتے۔

محمد خان قادری

٥

المقامة السندسية

في

النسبة المصطفوية

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى سنة ٩١١هـ/١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه

الدكتور محمد عز الدين السعيدي

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اس اہم اور قیمتی مقالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے اسلام پر دلائل فراہم کر کے بہت سے مخفی گوشوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اس کا نام "المقامۃ السندسیۃ فی النسبۃ المصطفویہ" ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم (التوبہ ۱۲۸)	بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب شرف نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدرومنزلت نہایت بلند، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل نہایت روشن، مخلوق میں ماں اور والد کے حوالے سے سب سے افضل، حسب و نسب میں سب سے پاکیزہ ہیں۔

خلق اللہ لاجلہ الکونین	اللہ تعالی نے ان کی خاطر دو جہانوں کو پیدا فرمایا۔

تمام اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے، اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت انبیاء کا نبی بنایا، ابھی حضرت آدم کا وجود تیار نہ ہوا تھا۔ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک عرش پر اس اطلاع کے لئے لکھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا مرتبہ اور فضیلت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنایا تو ان کی توبہ قبول ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اگر یہ نہ

ہوتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پیدا نہ فرماتا' اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہو سکتی ہے؟

بنی خص بالتقدیم قدما   وآدم بعد فی طین وماء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پہلے نبی کا درجہ دیا گیا تھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے)

کریم بالحیا من راحتیه   یجود وفی المحیا بالحیاء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیوں کی برکت اور چہرہ اقدس کی برکت سے بارش کا نزول ہوا کرتا)

جنت کا مالک

امام غزالی اور دیگر اہل علم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں لکھا ہے۔

ان اللہ ملکه الجنة واذن له ان یقطع منها من یشاء مایشاء (مرقاۃ المفاتیح' ۳ = ۲۲۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت کا مالک بنادیا ہے' اس میں سے جتنی جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس سے بھی بڑھ کر احسان ہے' تعظیم شان کے لئے نسب کی خصوصی طہارت عطا فرمائی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل برہان بنانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کو ہر قسم کی میل سے پاک رکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر اصل کو اپنے دور میں سب سے بہتر بنایا' جیسا کہ بخاری کی روایت میں ذکر ہے اور اس میں بیان کردہ مضمون پر ہمارا یقین ہے۔

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت فیه

(البخاری باب صفة النبی)

مجھے اولاد آدم کے ہر دور کے بہتر خاندانوں میں پیدا کیا گیا حتی کہ میں اس خاندان میں ہوا جس میں اب ہوں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے۔

انا خیرکم انفسکم نسبا وصھراوحسبا (الشفاء' ۱=۱۷) میں تم میں نسب سسرال اور حسب کے اعتبار سے نفیس و اعلیٰ ہوں۔

یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا وہ تمام مزکی اور مہذب تھے۔ جب بھی ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا گیا۔

فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا (دلائل النبوۃ' ۱-۵۸) میں تم سے اپنی ذات کے حوالے سے بھی افضل ہوں اور والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں۔

صاحب بردہ نے کیا خوب کہا اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت انعام عطا فرمائے۔

وبدالوجود منک کریم من کریم آباءہ کرماء

نسب تحسب العلی بحلاہ قلدتھا نجومھا الجوزاء

حبذا عقد سوددوفخار انت فیہ الیتیمۃ العصماء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود صاحب شرف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء بھی صاحب کرم و شرف ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب عالی اور خوبصورت ہے' جیسا کہ آسمان کے وسط میں ستارہ ہے' اس قدر بلندی مبارک ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام میں بے مثل ہیں۔(قصیدہ ہمزیہ ۶ ا

اس طریقہ سے نظم کرتے ہوئے حافظ العصر ابوالفضل بن حجر کہتے ہیں۔

نبی الھدی المختار من آل ہاشم

فعن فخر ھم فلیقصر المتطاول

تنقل فی اصلاب قوم تشرفوا

بہ مثل ماللبدر تلک المنازل

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہادی ہیں اور آل ہاشم سے منتخب' وہ فخر کی وجہ سے بہت بلند ہیں' جن ہستیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتقل ہوتے رہے'

ان کی مثل تو بدر نے بھی منازل نہیں پائیں)

قریش کی تخلیق

یہ بھی منقول ہے کہ قریش حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بصورت نور تھے اور وہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتا' ملائکہ ان کی تسبیح پر تسبیح کہتے پھر وہ نور صلب آدم میں رکھا گیا اور وہ سب سے قیمتی جوہر تھا' فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا' اس کی تائید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی — مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لابشر — انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد — الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم — اذا مضی عالم بدا طبق
حتی احتوی بیتک المهیمن من — خندف علیاء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت الارض — وضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور — وسبل الرشاد نخترق

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی موجود تھے جب حضرت آدم نے اپنے جسم پر پتے بکے' پھر آپ زمین پر تشریف لائے اس وقت نہ کوئی بشر تھا اور نہ کوئی رحم مادر میں' آپ کشتی نوح میں سوار ہوئے اور ان کے مخالف لوگ غرق ہو گئے' آپ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنے مبارک گھر میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کا نسب سب سے اعلیٰ ہے' جب آپ کی ولادت ہوئی تو تمام زمین و آسمان روشن ہو گئے اور ہم اس ضیاء و روشنی میں راستہ و منزل پا رہے ہیں) (الوفاء ۱=۳۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام سے عہد

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد پر ان پر ایمان لاؤ گے 'اور ان کی مدد کرو گے' اگر تم ان کو پالو تو پھر ان کی اتباع اور تعظیم و توقیر کریں' آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا' خواہ وہ انسان ہیں یا جنات یا ملائکہ شیخ بارزی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دائرۂ دعوت میں حیوانات 'جمادات' حجر اور شجر بھی شامل ہیں۔

امام سبکی کا کہنا ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سابقہ تمام امتوں کے بھی رسول ہیں' پھر فرمایا تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی تمام امتیں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے دائرہ کے اندر ہیں' اسی وجہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام آخری زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت پر آئیں گے۔ جو شریعتیں سابقہ انبیاء علیہم السلام لے کر آئے وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی طرف منسوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' انبیاء علیہم السلام کے بھی نبی ہیں۔ اور وہ جو کچھ اپنی امتوں کی طرف لے کر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے بھی نبی ہیں۔'

مذکورہ ماہر امام نے جو شاندار گفتگو کی اس کی نظیر سننے میں نہیں آئی' انہوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب "التعظیم والمنہ" لکھی' حق یہ ہے کہ اسے ریشم کے کپڑے پر سنہری حروف سے لکھا جائے' اس بے مثل گفتگو کے مطابق امام بوصیری کا قول بھی ہے۔

وکل آی اتی الرسل الکرام بھا　　فانما اتصلت من نورہ بھم

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا　　یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

وکلھم من رسول اللّٰہ ملتمس　　غرفا من البحرا ورشفامن الدیم

وواقفون لدیہ عند حدھم　　من نقطۃ العلم اومن شکلۃ الحکم

جو جو کمالات رسولان کرام کو ملے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے وسیلہ سے تھے' آپ بزرگی میں سورج اور انبیاء ستارے ہیں جو لوگوں کی تاریکیوں میں رہنمائی کرتے ہیں' تمام رسل حضور سے حاصل کرنے والے ہیں' جیسے سمندر سے چلو یا شبنم سے قطرہ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ایسے ہیں جیسے علم کے مقابلہ میں ایک نقطہ ہو۔ (قصیدہ بردہ)

ہزار ہا معجزات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر ہزار ہا معجزات کا ظہور ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے خصائص عطا ہوئے جو پہلے کسی بھی نبی کو نہیں ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و معجزات میں سے اپنے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا بھی ہے۔ ہمیشہ سے اہل علم اور محدثین متقدمین و متاخرین نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے اسے نقل کیا۔ اس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اسے چھپایا نہیں' بلکہ لوگوں کے درمیان اسے آشکار کیا اور پھیلایا۔ اسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات' خصائص اور مناقب و فضائل میں شمار کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا اس مقام پر سند کا ضعف نہیں دیکھا جاتا بلکہ فضائل و مناقب میں ضعیف روایت معتبر ہوتی ہے۔ آئمۂ محدثین نے ابواب مناقب میں اس سے بھی زیادہ ضعیف روایات ذکر کی ہیں بلکہ جو اس کے رتبہ کو نہیں پہنچیں ان کے ذکر میں بھی تسامح سے کام لیا اور ان کی مختلف توجیہات کیں۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات و خصائص' وصال تک تسلسل کے ساتھ بڑھتے رہے تو یہ (احیاء والدین) بھی اللہ تعالی کے ان انعامات اور فضل میں سے ہے اور والدین کا زندہ ہونا شرعاً اور عقلاً محال نہیں۔

(التذکرہ' ۱۷)

اسی طرح ابن سید الناس کہتے ہیں بعض اہل علم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقامات مبارکہ اور درجات عالیہ 'روح طیبہ کے قبض ہونے اور رفیق اعلیٰ سے ملاقات سے پہلے بڑھتے رہے۔ ممکن ہے یہ شان آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہلے حاصل نہ ہو اور پھر عطا کر دی گئی' تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا دیگر مخالف احادیث کے بعد ہو۔ (عیون الاثر '۱۷۳/۱)

حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی نے خوب کہا

حباالله النبی مزید فضل علی فضل وکان به رؤوفا

فاحیا امه وکذا اباه لایمان به فضلا لطیفا

فسلم فالقدیم بذاقدیر وان کان الحدیث به ضعیفا

(اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی پر خصوصی کرم فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے' اس نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا' وہ (آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لائے یہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کس قدر لطف ہے۔ اے لوگو تسلیم کرو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

ایک اہم ضابطہ

بعض اہل علم نے اسے یوں مؤید' قوی' پختہ' مضبوط اور ثقہ کرنے کے لئے کہا کہ یہ ایک امت کے متفقہ و مسلمہ قاعدہ کے مطابق ہے کہ کسی نبی کو جو بھی خصوصیت و معجزہ عطا کیا گیا ہے اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ضرور حاصل ہوئی' تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو قبور سے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ نصیب ہوا تو اب اس کی نظیر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے بھی ہو گی اور وہ یہی مشہور و منقول واقعہ ہے۔ اگرچہ دیگر واقعات بھی اس طرح کے واقع ہوئے، مثلاً گوشت کا بولنا' کھجور کے تنے کا فراق نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں رونا' لیکن

والدین کا زندہ ہونا اس کے زیادہ مماثل و مشابہ ہے' اور مسلمہ ضابطہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف قاعدہ مقررہ کے مطابق ہونے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے۔

محققین علماء کی رائے

محققین علماء نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کے حوالے سے اس (احیاء والدین) سے بھی زیادہ قوی اور اصح راستہ اختیار کیا ہے۔ کہ وہ ان اہل فترت میں سے ہیں جنہیں دین کی دعوت پہنچی ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ہرگز ثابت نہیں کہ ان تک دعوت پہنچی اور انہوں نے اس کا انکار کیا۔ حالانکہ ہر بچہ فطرت دین پر ہی پیدا ہوتا ہے اور ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ وہ دونوں ابتداء جوانی میں رحلت فرما گئے۔ انہوں نے بڑھاپا نہیں دیکھا' انہوں نے اتنی عمر نہیں پائی کہ وہ علماء کی تعلیمات سے باخبر ہوتے یا وہ سفر کے ذریعہ اہل علم کی مجالس اور صحبتوں میں استفادہ کرتے۔

اہل فترت کا حکم

اہل فترت کے بارے میں صحیح اور حسن احادیث ہیں کہ روز قیامت باری تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے امتحان تک ان کا معاملہ موقوف رہے گا' جس کے نصیب میں سعادت مندی ہو گی وہ طاعت کر کے جنت میں جائے گا۔ اور جو شقی ہو گا وہ نافرمانی کر کے دوزخ میں چلا جائے گا۔ اسی سے یہ قاعدہ سامنے آیا کہ جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں عذاب نہیں ہو گا اب جس کا مذہب بھی امام شافعی اور امام اشعری کے مطابق ہے وہ ان کی نجات کا قائل ہے۔

روایات کا جواب

مخالف روایات جو مسلم وغیرہ میں ہیں ان کے جواب میں محققین نے فرمایا یہ ان دلائل کی بنا پر منسوخ ہیں جن پر شکر منعم کا قاعدہ مبنی ہے اور اس پر انہوں نے قرآن مجید

سے یہ آیات بطور استدلال ذکر کی ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسرا: ۱۵)	ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ ایک مقام پر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ دعوت پہنچنے سے پہلے کسی کو عذاب و ثواب نہ ہوگا ارشاد ہوتا ہے۔

ولو انا اہلکنھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک من قبل ان نذل ونخزی (طٰہٰ: ۱۳۴)	اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

۳۔ سورۃ القصص میں فرمایا

ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص: ۴۷)	اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے، اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۴۔ اسی سورت میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا جس سے اہل علم نے استدلال کیا۔

وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا وماکنا مھلکی القری الاواہلھا ظلمون (القصص' ۵۹)	اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتاجب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

۵۔اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جاہل مکلف نہیں' اور اہل نقل نے یہی بات اس آیت سے استنباط کی۔

ذلک ان لم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غفلون (الانعام' ۱۳۱)	یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

۶۔اسی سورت میں سب سے سچے قول والے نے فرمایا

ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین (الانعام' ۱۵۶)	کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷۔سورۂ شعراء میں اہل جہاں کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکری وماکنا ظلمین (الشعراء' ۲۰۹'۲۰۸)	اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی مگر جسے ڈر سنانے والے ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے عذر کو ختم کر دیا کہ وہ دوزخ میں کوئی مددگار نہیں پائیں گے کے بارے میں فرمایا۔

وهم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صٰلحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم مایتذکر فیہ من تذکرو جاء کم النذیر (الفاطر' ۳۷)	وہ اس میں چلاتے ہوں گے' اے ہمارے رب 'ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

الغرض مذکورہ قاعدہ ہمارے فقہ و اصول میں قطعی اور مسلمہ ہے اور یہ اس کا محتاج نہیں کہ اس پر کوئی نقل پیش کی جائے۔

اس کی نظیر مشرکین کے بچوں کا عذاب میں ہونے والی روایات کا منسوخ ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ناسخ ہے۔

ولاتزروازرۃ وزراخری (الاسراء' ۱۵)	اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

اس استدلال پر وہ حدیث بھی دال ہے جسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والدین کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ماسألتھما ربی فیعطینی فیھما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود (المستدرک' ۲/۳۹۷)	میں نے اپنے رب سے جو کچھ ان کے بارے میں مانگا اس نے مجھے عطا فرمایا تو میں مقام محمود پر کھڑا ہونگا۔

جو واضح کر رہا ہے کہ اس مقام پر انہیں شفاعت نصیب ہو گی اور یہ امتحان کے موقعہ پر طاعت کی صورت میں ہی ہو گی' اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی روایت کو محمول کیا جائے گا جسے تمام رازی نے فوائد میں ذکر کیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی واخ لی کان فی الجاہلیۃ (ذخائر العقبی' ۱۷)	روز قیامت میں اپنے والد' والدہ' چچا اور جاہلیت کے بھائی کی شفاعت کروں گا۔

اس سے مراد رضاعی بھائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے صاحبزادے ہیں۔ امام محب طبری نے چچا کے حوالے سے مذکور فرمان کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف کی شفاعت ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔ (ایضاً' ۱۷)

ہاں یہ تاویل ان کے حق میں ضروری ہے کیونکہ انہوں نے بعثت کا دور پایا لیکن وہ اسلام نہ لائے۔

امام فخرالدین رازی کا خوبصورت مسلک

امام فخرالدین رازی نے ایک اور مسلک اختیار کیا ہے جو نہایت ہی خوبصورت اور تعظیم و تکریم پر مشتمل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مشرک نہیں تھے۔ بلکہ وہ اہل توحید اور دین ابراہیمی پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت آدم تک توحید پر ہی رہے۔ انہوں نے اس پر قرآن سے استدلال کیا جو تمام عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی السجدین (الشعراء ۲۱۸'۲۱۹)	جو تجھے دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور تمہارا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا۔

دوسرے مقام پر فرمایا

انما المشرکون نجس (التوبہ' ۲۸)	مشرک نرے ناپاک ہیں۔

یہ کفار کا حکم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین	میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ا' ۵۷)

سیوطی کی تحقیق

میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کے بارے میں مطالعہ کیا میں نے انہیں حضرت آدم سے لیکر مرۃ بن کعب بن لوئی تک' تمام کو صاحب تقویٰ اور اہل ایمان پایا۔ ہاں ان میں آزر کو مستثنیٰ کیا جائے گا بشرطیکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہوں اگر وہ آپ کے چچا ہیں جیسا کہ امام رازی اور اسلاف کی پوری جماعت کا موقف ہے تو حکم تمام کو شامل ہو گا۔

آثار کی شہادت

اور اس پر صحیح آثار شاہد ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان کوئی کافر نہیں' اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی کا یہ معنیٰ ہے۔

کان الناس امۃ واحدۃ	لوگ امت واحدہ ہی تھے۔

(البقرہ' ۲۱۳)

تو ان میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح-۲۸' ۱)	اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

حضرت سام بن نوح کے بارے میں ہے کہ وہ نبی تھے آگے ان کے بیٹے ارفخشند صدیق تھے' انہوں نے اپنے جد حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں نے ان کے لئے دعا بھی کی اور یہ بہترین ساتھی تھے۔

عربوں میں کوئی مشرک نہ تھا

طبقات ابن سعد میں ہے کہ بابل میں عہد نوح سے لوگ اسلام پر ہی تھے۔ یہاں تک کہ نمرود بن کوش بن کنعان وہاں کا بادشاہ بنا تو اس نے انہیں بت پرستی کی دعوت دی۔ (الطبقات' ۱=۴۴)

رہا معاملہ عربوں کا تو بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عہد ابراہیمی سے لے کر عہد عمرو بن عامر خزاعی تک ان میں کوئی مشرک نہ تھا' یہ پہلا شخص ہے جس نے بت پرستی شروع کی اور دین ابراہیمی میں تبدیلی کی' اس سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچتے ہوئے دیکھا۔

اس بات کی متعدد علماء نے تصریح کی ہے اور مختلف محدثین نے اسے نقل کیا ہے۔ ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا۔

كان عدنان ومعد وربيعة ومضر وخزيمة واسد على ملة ابراہيم فلا تذكرو هم الا بخير	عدنان'معد' ربیعہ'مضر'خزیمہ اور اسد تمام ملت ابراہیمی پہ تھے۔ ان کا تذکرہ اچھا ہی کیا کرو۔

الروض الانف میں ہے

لاتسبوا الیاس فانه کان مؤمنا	الیاس کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اہل ایمان ہیں۔

(الروض' ۸)

دلائل النبوۃ از امام ابو نعیم میں ہے' حضرت کعب بن لوئی نے اپنی اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وصیت کی اور ساتھ کہا۔

یالیتنی شاهد نجواء دعوته
اذا قریش تبغی الحق خذلانا

کاش میں اس وقت حاضر ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کی دعوت دیتے اور قریش اسے نیچا کرنے کی کوشش کرتے۔(دلائل النبوۃ: ۱'۹۰)

چار کا معاملہ

رہا کلاب، قصی، عبد مناف اور ہاشم کا معاملہ ان کے بارے میں بندہ کسی نص سے آگاہ نہ ہو سکا، باقی عبدالمطلب تو ان میں اختلاف ہے، مختار یہی ہے کہ وہ ان اہل فترت میں سے ہیں جنہیں دعوت نہیں پہنچی، قصۂ اصحاب فیل میں ان کا یہ قول اس کی تائید کر رہا ہے۔

لاھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع حلالک
وانصر علی آل الصلیب وعابدیہ الیوم آلک

(اے اللہ! آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، ان کی صلیب اور اسلحہ تیرے گھر پر غالب نہیں آ سکتے) (الطبقات۔ ۹۲/۱)

حضرت مجاہد اور سفیان بن عیینہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے اسلام پر ہونے پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

واذ قال ابراہیم رب اجعل	یاد کرو جب ابراہیم نے کہا میرے رب بنا
ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان	دے اس شہر کو امن والا اور مجھے بچا اور
نعبد الاصنام (ابراہیم، ۳۵)	میرے بیٹوں کو بت پرستی سے۔

ابن منذر نے تفسیر میں عالم کبیر ابن جریج سے صحت کے ساتھ اس فرمان باری تعالیٰ

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ	اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا
ومن ذریتی (ابراہیم، ۴۰)	بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت نقل کیا ہے۔

فلن یزال من ذریۃ ابراہیم ناس	حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ کچھ لوگ
علی الفترۃ یعبدون اللّٰہ	فترت پر رہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس، مجاہد اور قتادہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی

وجعلها کلمة باقیة فی عقبه لعلهم یرجعون (الزخرف، ۲۸)
اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا تاکہ وہ باز آئیں۔

کی تفسیریوں منقول کی ہے۔

الاخلاص والتوحید لایزال فی ذریته من یوحدالله ویعبده (جامع البیان، ۱۳=۸۱)
اخلاص اور توحید مراد ہے ہمیشہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں ایسے لوگ رہے جو اللہ کو واحد مانتے اور اس کی عبادت کیا کرتے۔

حافظ ابن ناصرالدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔

تنقل احمد نورا عظیما تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا

(نور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا اور ہر بہتر سے بہتر خاندان میں ہوتا ہوا خیرالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)

یہ منقول ادلہ کا خلاصہ ہے، یہ چمکتے ہوئے بدر و قمر ہیں نہ کہ ستارے، ان سے سینوں کو شرح نصیب ہوا ہے، مسئلہ سورج کی طرح چمک اٹھا ہے، جو بھی اس مسئلہ میں فکر و نظر کرے گا، اس کے تمام گوشوں کا مطالعہ کرے گا، اس پر مخفی معاملہ آشکار ہو جائے گا اور جس کے ہاں اس کا موقف قوی ہے اور اس کے ہاں دوسرا موقف قوی ہے تو وہ اسے اپنائے، ہمارا ان پر جبر نہیں، ہاں وہ آدمی ایسا ہو کہ دلائل کی بنیاد پر چلتا ہو تو ایسا آدمی جو قول بھی اختیار کرے اور جس ترجیح کو اپنائے درست ہے اور اپنے قول پر دلائل ذکر بھی کر سکتا ہے۔ لیکن جس کا مطالعہ بھی کم ہو اور پھر وہ فحش کلامی اور گالی میں زبان دراز کرے تو "انا لله ولا حول ولا قوة الابذی الطول" اگرچہ وہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ میں نے اپنی تحقیق میں ترجیح دی ہے اور میرا مقصد اصلاح

کے سوا کچھ نہیں۔

مجھے کسی نے ایک اہل حدیث کے بارے میں بتایا جس نے ساری عمر جلد بازی میں گزار دی ہے کہ ان کے پاس میرے دلائل کا تذکرہ ہوا تو وہ چیخ پڑے اور نفرت کرتے ہوئے منہ پھیر لیا اور ان کے منہ سے پانی بہنا شروع ہو گیا زبان نکل آئی۔ چہرہ رات کی طرح سیاہ ہو گیا قریب تھا کہ وہ ستاروں کی طرف اڑتا وحشیوں کی طرح دوڑا' پھر اس کے منہ میں جو کچھ آیا اس نے کہا' جو فحش کلام و گفتگو اس نے کی' ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس نے یہ بھی تذکرہ کیا کہ والدین کے بارے میں قرآن عظیم میں نازل ہوا ہے۔

ولاتسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ' ۱۱۹)	تم سے اصحاب دوزخ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

میں نے ناقل سے کہا تم نے اس کے شیخ کے کلام سے اس کا منہ بند کرنا تھا جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم محدث (ابن حجر) ہیں اور اس کی جلائی ہوئی آگ کو وہاں ہی ٹھنڈا کر دینا تھا۔

اگر وہ بے وقوفی کے بغیر وہی نقل کر دیتا جو منقول ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ قصور تو ان لوگوں کا ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں یا تو بلندی پر اترانے کی بنا پر یا حد غلو کی طرف تجاوز کرتے ہوئے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے یا دوسرے کو حقیر و ذلیل جانتے ہوئے یا مجھ جیسے آدمی پر حملہ آور ہوئے ایسا کوئی کرے۔

کیا یہ قواعد مسلم نہیں؟

کیا اس کے نزدیک وہ قاعدہ شکر منعم پکا نہیں جس پر یہ مسئلہ مبنی ہے۔ کیا قاعدہ حسن و قبیح مضبوط نہیں جو اسے مستحکم بنا رہا ہے' کیا وہ نہیں جانتا کہ غافل' مکلف

نہیں ہوتا: کیا بعثت سے پہلے افعل کے بارے میں نہیں جانتا کہ ان پر تشدد ہے یا تخفیف: کیا وہ فن اصول' قواعد استدلال اور متعارض نقول کے ترجیح سے آگاہ نہیں ؛

لاتحسب المجد تمرا انت آکله
لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

کھجور کھانے سے انسان بزرگ نہیں ہوتا جب تک مقام صبر حاصل نہ ہو انسان بزرگی نہیں پا سکتا۔

کیا پہلا معاملہ بھول گیا ہے ؟

کیا اسے وہ پہلا معاملہ بھول گیا جب میں نے لکھا تھا کہ انبیاء کی زیارت بیداری میں ممکن ہے اور اس پر آئمہ اور حفاظ کی تصریح ہے تو اس پر وہ بپھر اٹھا اور مجھے برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگا یہ تو محال ہے۔ کثرت قیل و قال سے خوش ہونے لگا۔

جب اس پر تشدید بڑھی اور اسے اطلاع ملی کہ تجھ پر تو تکفیر لازم آرہی ہے تو اس نے اپنے الفاظ بدلتے ہوئے کہا میں نے تو دعوئ اجماع کا انکار کیا تو اس کا قول ثانی پہلے سے بھی بدتر ٹھہرا کیونکہ ممکنات میں باری تعالی کی قدرت کے بارے میں کسی کو اختلاف ہے ہی نہیں' تو جو جائز اور محال میں فرق نہیں کر سکتا اس کے لئے خاموشی ہی بہتر و مناسب ہوتی ہے۔ میں نے اسی واقعہ کے متعلق کہا تھا۔

رؤیۃ الانبیاء بعد الممات ادخلوها فی حیز الممکنات
قل لمن قال انه مستحیل اترک الخوض عنک فی الغمرات
انت لاتعرف المحال ولاالممکن لاماہا لغیر او بالذات
فاحترز ان نزل زلۃ کفر وتوق مواقع الزلات

(حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت وصال کے بعد ممکنات میں سے ہے۔ جو کہتا ہے محال ہے اسے کہیں تو ان گہرائیوں میں غوطہ زن نہ ہو۔ کیونکہ تجھے محال و ممکن کا علم نہیں اور نہ تو جانتا ہے کہ بالغیر محال کون ہے اور کون بالذات ہے' بچ جا کہیں کفر میں نہ گر جانا اور پھسلنے والے مقامات سے بچ کر رہو

میرا قصور صرف یہ ہے

اس نے مجھے جو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا اور مجھے برا بھلا کہا اس کی وجہ صرف یہ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات والے قول کو ترجیح دی ہے اور میرے سامنے اسلاف صالح کا اسوہ ہے' کیا مجھ سے پہلے یہ بات ایسے علماء نے نہیں کہی کہ اگر ان کا وزن پہاڑوں سے کرایا جائے تو وہ پھر بھی بھاری ٹھہریں گے۔ ہاں اگر وہ عدم اطلاع کی بات کرے تو عذر مقبول ہے یا نسیان کا قول کرے تو کوئی بات نہیں' انسان بھول سکتا ہے۔

وماسمی الانسان لا لنسیہ
ولا القلب الا انہ یتقلب

(انسان کہنے کی وجہ اس کا نسیان ہے اور قلب کی وجہ اس کا بدلنا ہے)

یہ بعید کیوں؟

کیا بعید ہے جس کے وسیلہ سے اللہ تعالی دونوں جہانوں کو نجات عطا فرمائے کہ وہ اس کے وسیلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو نجات دے اور اگر یہ بعید ہے تو میرے نزدیک وہ شدت کے بجائے نرمی کا راستہ بہتر ہے اور اگر وہ اس پر ڈٹا رہے گا تو وہ بخیل ہے۔ جس نے راہ سخاوت کو ترک کر دیا۔

شح السخاوی بالانحاء یذکرہ عن والدی سیدالانبیاء والامم
ان عزان یبلغ البحر الخضم یالیتہ یستقی من وابل الدیم

(سخاوی نے نجات والدین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے بخل کیا اگر وہ محسوس کرتا کہ وہ بحر عظیم پر ہے تو کاش اس دائمی برسات سے سیراب ہو جاتا)

کیا میرے پاس دلیل نہیں؟

کیا مخالف یہ سمجھتا ہے کہ ترجیح پر میرے پاس دلیل نہیں' میں نے محض خواہش

نفس کی بناء پر بغیر دلیل ترجیح دی ہے! معاذ اللہ! میرے سامنے دلائل قاطعہ' ساطعہ' خالصہ' روشن' جامع مانع' پختہ' مضبوط' مستحکم اور پکے' نفیس و اعلیٰ' جازم و لازم' مثبت' صحیح' صریح' تامہ و شاملہ ہیں جو دوسرے کی شکست کا سبب بن سکتے جیسا کہ کہا گیا۔

اتحس القوافی تحت غیر لوئنا ونحن علی قوالہا امراء

یا مجھ پر اس لئے برس رہا ہے کہ میں نے دوسرے قول پر سکوت کیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ میں بھی اسے زبانوں پر جاری کرواؤں تو سبحان اللہ مجھے اس قول کی حکایت سے کیا نسبت؟ کیا میں حالت نیند میں ہوں یا اونگھ رہا ہوں' کیا ان میں سے نہ بنوں جو اچھا قول سنتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں' کیا مجھے حق نہیں کہ اپنے اور اس کے درمیان دیوار بنا دوں جس میں دروازہ ہو اس کے اندر رحمت اور باہر عذاب ہو۔

سکوت پر دلائل

ا۔ علماء نے اس خاموشی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے اسے حسن ادب اور احسن طریقہ قرار دیا ہے۔

۲۔ سائل ان لوگوں میں سے ہے جو آخرت کا مقر ہے اور اس کی مجلس میں خواتین و عوام اور کم فہم بلکہ نئے نئے مسلمان ہونے والے لوگ بھی آتے ہیں' کیا ہم ان تک یہ بات پہنچانے والے بن جائیں' پھر ان کے فہم بھی کم اور طبائع بھی بہتر نہیں تو ہمیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے' ہر مقام کے لئے مقال ہوتا ہے اور ہر معلوم کا بیان بھی کہاں ضروری ہوتا ہے؟

امام بیہقی نے شعب الایمان میں بعض اسلاف سے نقل کیا۔ جس کی عقل اس کے علم سے چھوٹی ہے اس کا علم اسے قتل کردے گا۔ (شعب الایمان ۱۹۲۴)

اور جس نے کلام کیا اس کا خون مباح اور مذمت کثیر ہوئی پھر اس سے میری کیا غرض متعلق ہے؟ کیا اس مسئلہ کا تعلق اصول دین سے ہے کہ اس سے خاموشی سے

ضیاع کا خطرہ ہے یا کوئی ایسی عبادت ہے کہ خاموشی کی وجہ سے اس میں خلل و فساد آ جائے گا۔ یا عقد مالی ہے جس میں نقص آ جائے گا یا مسئلہ نکاح ہے کہ اس میں حرام کو حلال بنایا جا رہا ہے یا قصاص کا معاملہ کہ وہاں خاموشی سے حق چھن جائے گا یا اس سے کسی کی ہتک عزت لازم آ رہی ہے، بلکہ یہاں تو ادب مطلوب ہے اور بہت سے مقامات پر خاموشی واجب و مستحب ہوتی ہے۔

ترک الامور التی تخش عواقبها　　فی الله احسن فی الدنیا وفی الدین

(اللہ کی خاطر ان امور کا ترک کر دینا جن کے انجام سے خوف ہو' دنیا و دین میں احسن طریقہ ہے)

آیت سے استدلال

رہا منکر کا آیت سے استدلال کہ

ولاتسئل عن اصحاب الجحيم (البقرہ' ۱۱۹)　　اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہو گا۔

ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تو ہم اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ علوم حدیث میں یہ ثابت ہے کہ سبب نزول کا حکم' حدیث مرفوع والا ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں صحیح اور متصل حدیث ہی مقبول ہو گی نہ کہ ضعیف و مقطوع۔ مذکورہ سبب نزول کے بارے پوری دنیا میں کہیں بھی متصل اور صحیح سند ثابت نہیں۔ اور اس کے منکر کو بھی اعتراف ہے کیونکہ جب بات اس سے کی گئی تو اس نے انکار نہیں کیا اور اگر وہ حدیث ضعیف سے عذاب کا قول کر رہا ہے تو احادیث نجات کو بطریق اولیٰ مقبول ہونا چاہئے کیونکہ یہ اس سے افضل ہیں۔ جب وہ اس مقطوع روایت سے دوزخ ثابت کر رہا ہے تو اس متصل روایت سے جنت کیوں ثابت نہ ہو گی؟

یہاں خطاب کس کو ہے؟

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سامنے رکھا جائے کہ یہاں خطاب کس کو ہے؟ اس آیت کے آگے پیچھے ملاحظہ کرلو۔

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوبعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون (البقرۃ ۴۰)

اے یعقوب کی اولاد' یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

وہاں سے لے کر دوسرے مقام

یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین (البقرہ' ۴۷)

اے اولاد یعقوب' یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔

تمام کا تمام خطاب اہل کتاب کو ہے یہی وجہ ہے کہ جب یہ طویل بات ختم کرنے کا مرحلہ آیا تو پھر بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا تاکہ واضح ہو جائے کہ ابتداء و انتہا میں وہی مراد ہیں' تو اصحاب جحیم سے مراد اہل کتاب کے وہ کفار ہیں جنہوں نے دین کی دعوت قبول نہ کی۔

ہمارے مؤقف کی تائید

ہمارے مؤقف کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اس میں بنی اسرائیل کی اولاد' خصوصاً یہود اور تورات میں تحریف و کمی کرنے والوں سے خطاب ہے اس پر یہ قول شاہد ہے جسے امام فریابی' اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد (جو تفسیر قرآن کے امام ہیں) سے نقل کیا۔

من اربعين اية من سورة البقرة الى عشرين ومائة في بني اسرائيل	سورۃ البقرہ کی آیت چالیس سے ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کے بارے میں ہیں۔

اس پر آیت کے الفاظ و معانی کی بھی دلالت ہے مثلاً جحیم عظیم آگ کو کہا جاتا ہے اس پر لغت اور آثار عادل ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابومالک (جو معروف تابعی ہیں) سے نقل کیا ہے کہ اصحاب الجحیم میں جحیم سے بڑی آگ مراد ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

لها سبعة ابواب	جہنم کے سات طبقات ہیں۔

کی تشریح میں نقل کیا سب سے پہلا جہنم' دوسرا لظیٰ تیسرا حطمہ چوتھا سعیر' پانچواں سقر چھٹا جحیم' ساتواں ھاویہ' پھر فرمایا۔

الجحيم فيها ابو جهل الجواب	جحیم میں ابوجہل پاپی ہو گا۔

(جامع البیان' ۱۴' ۴۷)

اس مقام پر وہی ہو گا جس کا کفر بھی بڑا ہو' جس کا گناہ بھی بڑا اور وہ علم و یقین کے بعد انکار کرنے والا ہو گا' جس نے آیات کتاب میں تبدیلی کی ہو گی' جانتے ہوئے انکار و مذمت کی ہو گی اور تورات کو بدل ڈالا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کی اس نے تکذیب کی ہو گی' حالانکہ اسے اس کی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق' اتباع اور طاعت کا حکم تھا۔

یہ حکم اہل فترت کا نہیں ہو سکتا

لیکن ایسا اہل فترت کے لئے نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے پاس نہ علم آیا اور نہ کتاب' نہ انہوں نے کسی کا انکار کیا اور نہ انہوں نے کسی کتاب میں تبدیلی کی' یہ لوگ اس قبیل سے نہیں' خصوصاً وہ اشخاص و افراد جن میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منتقل ہوتا رہا۔

حضرت ابوطالب کا سنئے

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابوطالب پر سب سے کم عذاب ہو رہا ہے' وجہ اس کی فقط یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی اور اپنی قرابت کا احساس کیا' باوجود اس کے انہوں نے لمبی عمر پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت و دعوت سے انکار بھی کیا۔

فماظنک بابویہ اللذین ھما اشد قربًا و آکدحبًا واقصر عمرًا اوابسط عذرًا	اب تمہارا کیا خیال ہے آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں جن کے قرب سے بڑھ کر کسی کا قرب نہیں' ان سے بڑھ کر آپ ﷺ کا محب کون ہے' انہوں نے کم عمر پائی اور ان کا عذر بھی نہایت ہی معقول ہے۔

معاذ اللہ! وہ طبقہ جحیم میں کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان پر اسقدر عظیم عذاب کیوں؟ یہ بات اسے ہرگز سمجھ نہیں آسکتی جو ذوق سلیم رکھتا ہے۔

منکر کا رد

منکر کا یہ کہنا کہ ان کے عذاب کے بارے میں متعدد احادیث ہیں' تو میں ان تمام سے واقف ہوں' میں نے تمام کو جمع کر کے تحقیق کی ہے ان میں سے اکثر ضعیف و معلول ہیں اور جو صحیح ہیں' وہ یا تو سابقہ دلائل کی وجہ سے منسوخ ہیں اور ان کے معارض ہیں' تو پھر ان میں اصول کے مطابق ترجیح دینا ہو گی۔

آئمہ مالکیہ کا جواب

آئمہ مالکیہ میں سے بعض نے یہ روشن جواب دیا ہے کہ یہ عذاب والی روایات اخبار آحاد ہیں اور یہ دلائل قطعی (جن میں نجات کا ذکر ہے) کے معارض و مقابل نہیں ہو سکتیں۔

قل للسخاوی لن تعروک مشکلۃ .
علمي کبحر من الامواج ملتطم

(سخاوی سے کہہ دو اگر تجھے کوئی مشکل عارض آجائے تو میرا علم سمندر کی موجوں کی طرح ہے)

سوال و جواب

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس دور میں دعوت عیسٰی علیہ السلام موجود تھی تو ہم کہتے ہیں والدین کریمین تک اس دعوت کا پہنچنا ہرگز ثابت نہیں نہ ہی انہیں کسی نے اس کی خبر دی اور نہ یہ معاملہ ان پر کسی نے واضح کیا' اگر کوئی یہ بات تسلیم نہیں کرتا تو پھر تمام دنیا میں اہل فترت کا وجود ہی نہ ہو گا کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پہلے بھی تمام کائنات میں رسول آئے اور جو بھی فترت کا زمانہ ہوتا ہے اس سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نبی تشریف لائے ہوئے ہیں اور حضرت آدم سے پہلے بشر تھے نہیں کہ ان سے احکام متعلق ہوں مثلاً کفر و اسلام یا حلال و حرام۔

اگر ہم ہر بعثت کا اعتبار کریں خواہ اس کا پیغام لوگوں تک نہ پہنچا ہو تو پھر احادیث اہلِ فترت کا محال ہونا لازم آئے گا کیونکہ پھر ایسا وصف کسی قوم میں ہے ہی نہیں کہ ان پر یہ حکم (احادیث والا) لگایا جائے' حالانکہ بلاشبہ الفاظ حدیث صراحۃً ان کے وجود پر دال ہیں اور واضح کر رہے ہیں کہ اہل فترت سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شریعت کے مٹ جانے اور رسول کریم سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شاہد ہے۔

یاھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترۃ	اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر

من الرسل ان تقولوا ماجاءنا من بشير ولانذير فقد جاءکم بشیر ونذیر (المائدہ ۱۹)

ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا' تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے۔

مفسرین نے اعلانیہ کہا ہے کہ دو نبیوں کے درمیان کا زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ امام ابن جریر نے اس آیت کے تحت فرمایا

الفترۃ انقطاع الرسل بعد مجیئھم من فترالامر اذا ھدأ وسکن (جامع البیان' ۶-۲۲۷)

انبیاء کی تشریف آوری میں انقطاع آجانا فترت کہلاتا ہے۔ یہ فتر سے مشتق ہے جس کا معنیٰ خاموش وساکن ہونا ہے۔

جوہری نے صحاح میں کہا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دو رسولوں کے درمیان فاصلہ فترت ہوتا ہے۔ اب فترت کا زمانہ ہو گا کہ پہلے رسول دعوت لے کر آئے پھر اس کی دعوت کو بہت عرصہ گزر جائے اور ان کی شریعت مٹ جائے۔

امام حاکم نے شرائط بخاری و مسلم پر صحیح حدیث نقل کی ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ جاء اھل الجاہلیۃ یحملون اوثانھم علی ظھورھم (المستدرک' ۲-۴۹۷)

روز قیامت اہل جاہلیت بتوں کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

پھر حدیث کا بقیہ حصہ کہ ان کا امتحان ہو گا جو واضح ہے' یہ زمانہ فترت پر دال ہے۔

امام شافعی کی تصریح

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح کی ہے' زمانہ فترت بعثت سے دو سو سال کے بعد آتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علاوہ ازیں ان کی ظاہری حیات میں ایسی قوم تھی جن تک دعوت نہ پہنچی وہ علاقہ چین میں تھی' جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دو سو سال بعد ایسے لوگ ہیں جنہیں دعوت اسلام نہیں پہنچی جبکہ دین اسلام کا غلبہ رہا تو تمہارا کیا خیال ہے زمانہ جاہلیت کے ان لوگوں کے بارے میں جہاں تمام زمین پر کفر ہی کفر تھا۔ اور کفار کا غلبہ تھا' تو مدار دعوت کے پہنچنے اور نہ پہنچنے پر ہے جس کو دعوت نہیں پہنچی وہ نجات پانے والا ہے وہ بعثت محمدی سے پہلے تھا یا بعد میں۔ اور جس نے زمانہ فترت پایا اور اسے دعوت پہنچی لیکن اس نے انکار و رد پر اصرار کیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

یہ آخری قسم محل اجماع ہے اس میں کسی کا بھی نزاع نہیں۔ اس طرف امام نووی نے مسلم میں اشارہ کیا تو جس کو اللہ اور اس کا رسول معذور سمجھے وہ معذور ہے اور جسے وہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

امام ابی نے شرح مسلم میں زیر بحث مسئلہ پر بڑی تفصیلی اور پختہ گفتگو کی ہے کہ اہل فترت سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسلان کرام کے زمانے کے درمیان ہوتے ہیں' نہ تو پہلے رسول ان کی طرف آئے اور نہ انہوں نے دوسرے رسول کو پایا' مثلاً اعراب جن کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رسول نہ تھے اور نہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا۔

اہل فترت کی اقسام

پھر لکھا کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل فترت تین طرح کے ہوتے ہیں۔

ا۔ جنہوں نے اپنی بصیرت کی بنیاد پر توحید پائی خواہ وہ شریعت میں داخل نہ تھے مثلاً زید

بن عمرو بن نفیل یا وہ شریعت عیسوی میں داخل تھے۔

۲۔انہوں نے نہ تو شرک کیا اور وہ اہل توحید تھے۔ اور نہ وہ کسی نبی کی شریعت کے تابع تھے۔ اور نہ انہوں نے اپنے لئے شریعت کا انتخاب کیا اور نہ انہوں نے اپنے کسی دین کو گھڑا' تمام عمر غفلت میں بسر ہو گئی۔

پھر لکھا زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کا حال یہ تھا وہ حقیقتہً اہل فترت ہیں۔

۳۔جنھوں نے شرک کیا اور توحید کا راستہ اختیار نہ کیا بلکہ اس میں تبدیلی کی کوشش کی اور اپنی ذات کے لئے نئی شریعت بنالی' خود ہی حرام و حلال کر لیا اور ایسے لوگ اکثر ہیں۔ (اکمال المعلم' ۱=۶۸۸)

آگے لکھا جن لوگوں نے کہا اہل فترت پر عذاب ہے ان کی مراد یہی لوگ ہیں' یا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اخبار آحاد ہیں اور یہ دلائل قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں' جیسا کہ تفصیلاً پیچھے گزر چکا ہے بعض متاخرین اہل علم نے فرمایا۔

انه یجب اخراج الابوین الشریفین من هذا القسم

حضور ﷺ کے والدین شریفین کو اس قسم سے خارج قرار دینا لازم و فرض ہے۔

دیگر دلائل سے تائید

کچھ دیگر دلائل بھی ہیں جو اگرچہ صراحتہً نہیں مگر تائید کرتے ہیں مثلاً امام ابن جریر نے

ولسوف یعطیک ربک فترضی (الضحیٰ' ۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

کے تحت حضرت ابن عباس نے نقل کیا

من رضی محمد صلی الله

حضور ﷺ کی رضا یہ بھی ہے کہ

علیہ و آلہ وسلم ان لایدخل احدامن اھل بتیہ النار	اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو۔

اس کا عموم شاہد ہے۔

۲۔امام ابوسعید نے شرف النبوۃ وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا۔

سألت ربی ان لایدخل النار احدامن اھل بیتی فاعطانی ذلک	میں نے اپنے رب سے عرض کیا میری اہل بیت میں سے کسی کو بھی دوزخ میں داخل نہ کرنا اس نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔

اس کے الفاظ بھی عام ہیں اور اس کی توجیہ کی طرف ہم نے ابتداءِ مقالہ میں حدیث ابن عمر کے تحت گفتگو کی ہے۔

اس لئے حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر نے اصول و آثار کی رعایت کرتے ہوئے نہایت جامع طور پر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء و اجداد کے بارے میں یہ حسن ظن (عقیدہ) رکھا جائے کہ روز قیامت بوقت امتحان ان کو اطاعت نصیب ہو جائے گی' تاکہ اس سے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔

اور اگر ہم موضوع روایات لانا چاہتے جیسا کہ کچھ لوگوں نے کیا تو ہم یہ حدیث ذکر کرتے کہ اللہ تعالٰی مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ میں نے ہر اس پشت و بطن پر آگ حرام کر دی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے' لیکن ہم اسے دلیل نہیں بناتے اور نہ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں' کیونکہ دلائل قویہ کے ہوتے ہوئے موضوع روایات کی کیا ضرورت؟ جیسے بدر کے طلوع ہوتے ہوئے ستاروں کی کیا ضرورت ہے' یا پانی کی موجودگی میں تیمم باطل ہو جاتا ہے۔ جو کچھ میں نے اس منکر بھائی کے لئے لکھا ہے اسے وہ حدیث اور دین کی بنیاد پر رد نہیں کر سکتا اور یہ درجہ حفظ سے دور نہیں' ہاں ہم نے زبان درازی کی کوشش نہیں کی۔ اچھے معانی کو تبدیل نہیں کیا'کیونکہ

اچھے کلام اور حفظ زبان کے بارے میں حکم ہے۔

ولا تستوی السیئة ولا الحسنة برائی اور نیکی برابر نہیں۔

اللہ تعالیٰ اسے بھی اور ہمیں بھی باعمل علماء میں سے بنادے ہمارے سینوں میں جو کچھ ہے اسے خارج کردے اور جنت میں ہمیں جمع فرمادے۔

یہ ایک ادبی مقالہ تھا جس کے ذریعے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نسب کی خدمت کی ہے۔

اس کا نام "المقامة السندسية" رکھ رہا ہوں اور عرصہ ہوا میں اختلافی مسائل سے دور رہتا ہوں، مگر اس مسئلہ پر گفتگو کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں اس عمل کے ذریعے امیدوار ہوں کہ مجھے جنت نعیم نصیب ہوگی اور رسالت مآب ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوگی، آپ ﷺ پر بے حد و حساب صلوٰۃ سلام ہو، میں نے یہ ہر صحیح ذہن اور طبع سلیم رکھنے والے کو تحفہ دیا ہے، ہر علم والے پر علم والا ہوتا ہے،

فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم۔



تصنیف
م جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ وتحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاہور

نام کتاب	نشر العالمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین
مصنف	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	والدین مصطفی ﷺ کا زندہ ہوکر ایمان لانا
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ [illegible] دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنت پبلی کیشنز [illegible] جہلم [illegible] علم [illegible] [illegible] مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1 اسلامیہ [illegible] گائن رماں ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042.35300353 0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام الحافظ غلام احمد چشتی گولڑوی
المعروف باوا جی سلوئی والے
کے نام

۱- جنہوں نے تمام زندگی کلام الٰہی کی خدمت کے لیے وقف رکھی-

۲- جن کی سادگی اور فقر اسلاف کی یاد دلاتے-

۳- اخلاص کا یہ عالم کہ مدرسہ کا نام تک نہیں رکھا حالانکہ وہاں سے سینکڑوں افراد حفاظ بنے-

۴- مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ سماجی خدمات ان کا طرہ امتیاز تھا-

۵- بندہ نے اپنی زندگی میں ایسی مثالی شخصیت آج تک نہیں دیکھی-

محمد خانؒ قادری

٥

نشر العلمين المنيفين

في

إحياء الأبوين الشريفين

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
المتوفى سنة ٩١١هـ/ ١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عز الدين السعيدي

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اس رسالہ کا نام "نشر العلمین فی احیاء الابوین الشریفین" ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بطور حکایت بیان فرما رہا ہے۔

یاقوم مالی ادعوکم الی النجوۃ وتدعوننی الی النار (المؤمن ۴۱) (اے قوم کیا وجہ میں تمہیں نجات کی طرف اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو)

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ناجی ہونے پر متعدد مسائل تحریر کئے ہیں جن میں' میں نے اس بارے میں لوگوں کے مسالک کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان کے اقوال' دلائل اور ان کا استدلال بھی ذکر کیا ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی مخالفت میں کچھ روایات بھی وارد ہیں اور ان کے مطابق متعدد اہل علم کا قول بھی ہے لیکن میں ناجی قرار دینے والے اہل علم کی تائید درج ذیل امور کی بنا پر کرنا چاہتا ہوں۔

1- لوگ زبان بند رکھیں

تاکہ لوگ اس اہم اور دشوار ترین موضوع پر اپنی زبان بند رکھیں آئمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات نہ کی جائے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے مثلاً امت کے عظیم محدث امام سہیلی نے "الروض الانف" میں حدیث مسلم وغیرہ ذکر کرنے کے بعد کہا ہمیں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات کہیں (کہ وہ ناجی نہیں) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لاتؤذنوالاحیاء بالاموات — زندہ لوگوں کو فوت شدہ کے سبب سے تکلیف و اذیت نہ دو۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ (الاحزاب 57) — (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔)

وہ شخص ملعون ہے

آئمہ مالکیہ میں سے امام ابوبکر ابن العربی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو دوزخی کہتا تھا تو انہوں نے اسے ملعون قرار دیتے ہوئے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور کہا۔

ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار — اس سے بڑی اذیت کوئی نہیں کہ یہ کہا جائے اس کا والد دوزخ میں ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فیصلہ

قاضی عیاض نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے ان کے منشی نے کہہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کفر پر تھے تو انہوں نے اسے معزول کر دیا اور فرمایا آئندہ تو کبھی بھی میرا منشی نہیں بن سکتا۔ حلیہ ابونعیم اور ذم الکلام ہروی میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر سخت ناراض ہوئے اور اسے اپنے دیوان سے نکال دیا۔

2- اہل ایمان کی سینوں کی ٹھنڈک

اس سے متعدد اہل ایمان کے سینوں کو ٹھنڈک پہنچانا بھی مقصود ہے کیونکہ جو بھی علماء کے بارے سنے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات اور ان کے جنتی ہونے کو بیان کر رہے ہیں اور اس پر دلائل اور مسلمہ قواعد کے مطابق گفتگو

کر رہے ہیں تو اس کا سینہ یقیناً اس پر ٹھنڈا ہو گا دن فرحت سے معمور اور خوشی سے جھوم اٹھے گا اور اس عمل کو وہ نہایت ہی پسندیدگی سے دیکھے گا۔

جب مسائل اجتہادیہ میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ انسان اپنے مذہب کا قول چھوڑ کر دوسرے کے قول پر عمل کر سکتا ہے مثلاً شافعی مسلک کا آدمی حنابلہ کے موقف پر عمل کرتے ہوئے خلع کو فسخ قرار دیدے نہ کہ طلاق' اس طرح حنفی شافعی کے قول پر عمل پیرا ہو کر عدم صفت کا قول کر سکتا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نجات کا قول کرنے والوں کا ساتھ دینا بلاشبہ اولیٰ ہے اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔

وجوہ اولویت

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی

ان فقہی مسائل میں دوسرے کے قول کی طرف رجوع ذاتی تنگی کو دور اور آسانی کے حصول کے لئے ہو گا لیکن یہاں ایسے عمل کی طرف رجوع ہے جس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو گی ہاں اس میں ہمارا فائدہ بھی ہے۔

2۔ اس مسلک میں ایسی خوشی کا اظہار ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہونگے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاق گزرے اسے اپنانا نہایت ہی ناپسند ہے۔

3۔ اس مسلک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کی فضیلت و شرف بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور معجزہ کا ثبوت بھی ہے۔

4۔ یہ لوگوں کو اس قول سے دور لے جانے کا سبب بھی ہے جس سے علماء نے خاموش رہنے کی ترغیب دی ہے۔

5۔ پھر اس میں کسی کا کسی صورت میں کوئی نقصان نہیں نہ کسی کا حق فوت ہو رہا ہے اور نہ کسی کے ذمہ کوئی شے عائد ہو رہی ہے بخلاف فقہی مسائل کے وہاں تو کبھی

دوسرے مسلک کے قول پر تحریم کا ارتکاب لازم آرہا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مسائل اختلافیہ میں احوط پر عمل ہی تقویٰ قرار پاتا ہے۔

3- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب و توسل

اس مسلک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب' رضا و خوشی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے اسے دلائل کے ساتھ پختہ کرنے اور نقول و ادلہ کو تلاش کر کے جمع کرنے میں بہت بڑا اجر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ مسئلہ اجتہادی ہے اس میں کوشش کرنے والا ہر حال میں اجر کا مستحق ہے۔ خواہ اس نے نفس الامر میں حق پا لیا یا اس نے خطا کی ہاں حق پر پہنچنے کی صورت میں دو اجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر ہو گا۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک اہل حدیث نے اس مسئلہ پر میری مخالفت میں کتاب تحریر کی ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے دوزخی ہونے اور نجات کا قول کرنے والوں کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حمد اس ذات کی جو انعام و فضل فرمانے والا ہے۔ بلاشبہ اس کے تمام جوابات (جن سے قائلین نجات کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے) کا سقم ہمارے رسائل میں موجود ہے لہذا انہیں ہم یہاں زیر بحث نہیں لانا چاہتے۔

فن حدیث سے متعلق مسئلہ

ہاں ایک معاملہ باقی ہے جس کا تعلق فن حدیث سے ہے وہ یہ ہے کہ موصوف نے حدیث احیاء والدین کے بارے میں کہا کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر موضوع ہے ہم یہاں واضح کریں گے کہ درست رائے یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ آئمہ و حفاظ حدیث کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں وہ اس کے موضوع ہونے پر متفق نہیں بلکہ بعض نے اس موضوع اور بعض نے فقط اس کے ضعیف ہونے کا قول کیا ہے اور درست یہی (دوسری) رائے ہے بندہ نے اس کے ثبوت

ے لئے یہ رسالہ تالیف کیا ہے۔ واللہ الموفق! آیئے سنئے۔

امام ابو حفص ابن شاہین

امت کے عظیم محدث امام ابو حفص ابن شاہین المتوفی 385ھ نے اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں مکمل سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون پر غمگین حالت میں تشریف فرما ہوئے اور جتنا اللہ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں قیام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت خوشی میں واپس لوٹے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین حالت میں حجون میں تشریف فرما ہوئے وہاں سے خوش و مسرور واپس لوٹے معاملہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

سالت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا

میں نے اپنے رب بزرگ و برتر سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ کیا اور مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اس نے واپس لوٹا دیا۔

امام ابن شاہین نے اسی حدیث کو ان روایات کے لئے ناسخ قرار دیا جن میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہ ملی اس طرح وہ روایت جس میں فرمایا میری ماں بھی تمہاری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے۔

(الناسخ والمنسوخ 284)

ابن جوزی کا رد

شیخ ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں درج کر کے کہا محمد بن زیاد (نقاش) ثقہ نہیں احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات ۱، ۲۸۴)

میں کہتا ہوں محمد بن یحیی کا تذکرہ امام ذہبی نے میزان اور مغنی میں کرتے

ہوئے کہا یہ ابوغزیہ مدنی زہری ہیں' دار قطنی نے انہیں مجہول کہا اور شیخ ازدی نے کہا یہ ضعیف ہیں۔ یہ ضعف میں معروف ہے نہ کہ وضع میں تو جس راوی کو ان الفاظ میں یاد کیا جائے اس کی حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہوا کرتی ہے۔

امام ابن حجر کی شہادت

شیخ الاسلام ابوالفضل حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ابن جوزی کی گفتگو نقل کرنے کے بعد کہا محمد بن یحیی مجہول نہیں بلکہ وہ معروف ہیں ابوسعید بن یونس کی تاریخ مصر میں ان کا عمدہ تعارف یوں درج ہے۔ محمد بن یحیی بن محمد عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن عوف ابوعبداللہ ان کا لقب ابوغزیہ ہے مدنی ہیں مصر آئے۔ ان کی دو کنیتیں ہیں۔ اسحاق بن ابراہیم کناسی زکریا بن یحیی تغری' سہل بن سوادۃ خالتقی محمد بن عبداللہ بن حکیم اور محمد بن فیروز ان کے تلامذہ میں سے ہیں ان کا وصال یوم عاشورہ 258 میں ہوا' دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا ابوغزیہ صغیر) منکر الحدیث ہیں۔

امام ذہبی کی رائے

احمد بن یحیی حضرمی بھی مجہول نہیں امام ذہبی نے المیزان میں ان کا تذکرہ یوں کیا انہوں نے حرملہ تجیبی سے روایت لی ہے اور ابوسید بن یونس نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ تو جس پر محدثین کا مذکورہ تبصرہ ہو اس کی حدیث معتبر ہوا کرتی ہے رہا معاملہ محمد بن زیاد کا اگر وہ نقاش ہی ہیں (جیسا کہ ابن جوزی نے کہا) تو یہ علماء قرأت اور آئمہ تفسیر میں سے ہیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا باوجودیکہ ان میں ضعف ہے یہ اپنے دور کے قراء کے شیخ ہیں ان کی شیخ ابوعمرودانی نے بہت تعریف کی ہے ہاں ان سے منکر احادیث مروی ہیں۔

دیگر دو سندیں

میں کہتا ہوں اس کے باوجود اس حدیث میں نقاش اور احمد بن یحیی منفرد

نہیں بلکہ ابو غزیہ سے یہ روایت دیگر دو اسناد سے بھی ثابت ہے ہم ان کا تذکرہ کیئے دیتے ہیں۔

1- امام محب الدین طبری

حافظ محب الدین طبری نے السیرۃ میں اس سند سے روایت نقل کی ہے ہمیں ابوالحسن مقبری نے بتایا انہیں حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی نے انہیں حافظ زاہد ابو منصور محمد بن احمد بن علی بن عبدالرزاق نے انہیں قاضی ابوبکر محمد بن یحیی زہری نے انہیں عبدالوہاب بن موسی زہری نے انہیں عبدالرحمن بن ابی زناد نے انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون میں پریشان و غمگین حالت میں تشریف فرما ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا پھر بحالت خوشی واپس لوٹے اور فرمایا۔

سألت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا (خلاصۃ السیر 21)	میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

2- امام ابوبکر خطیب بغدادی

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے السابق والا حق میں اسے اس سند سے روایت کیا ہے ہمیں ابوالعلاء واسطی نے انہیں حسین بن علی بن محمد حلبی نے انہیں زاہد ابوطالب عمر بن ربیع نے انہیں علی بن ایوب کعبی نے انہیں محمد بن یحیی زہری ابو غزیہ نے انہیں عبدالوہاب بن موسی نے انہیں مالک بن انس نے انہیں ابو زناد نے انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر میرے ساتھ حجون کے

پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ہی مغموم و پریشان اور آنسو بہا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے میں بھی رو پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کود کر نیچے اترے۔

فرمایا حمیرا رک جاؤ میں نے لونٹ کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا لی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر تک وہاں تشریف فرما رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس میرے پاس تشریف لائے تو نہایت ہی خوش و متبسم تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ فدا ہوں جب میرے پاس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے تو نہایت ہی غمگین تھے مگر اب نہایت ہی خوش و خرم ہیں معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر پر حاضر ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے انہیں زندہ کرنے کے لئے عرض کیا

فاحیاھا فامنت بی وردھا (السابق والاحق)

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

اسی سند سے امام ابوالقاسم بن عساکر نے غرائب مالک میں نقل کیا اور کہا یہ روایت مذکور ہے۔

منکر متروک سے اعلیٰ ہوتی ہے

میں کہتا ہوں منکر روایت موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی اقسام میں سے ہوتی ہے اور اس کا مقام متروک سے اعلیٰ ہوتا ہے اور وہ بھی ضعیف ہوتی ہے نہ کہ موضوع جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے کعبی میں جہالت ہے دارقطنی نے ابوطالب عمر بن ربیع خشاب کو ضعیف کہا ہے سلمہ بن قاسم کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں بعض نے کلام (جرح) کیا ہے۔ لیکن دوسروں نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور یہ کثیر الحدیث ہیں ان کا انتقال 340 ھ کو مصر میں ہوا۔ واضح ہو گیا کہ اس روایت کا مدار ابوغزیہ پر ہے اور ضعیف ہیں ان کے شیخ عبدالوہاب بن موسیٰ زہری (جن کی کنیت ابوالعباس

ہے) کو خطیب نے امام مالک سے روایوں میں شامل کرتے ہوئے ان سے سعید بن ابی مریم مصری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہمیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے انہیں مالک بن انس نے انہیں عبداللہ بن دینار نے انہیں سعد بن حارث مولی عمر بن خطاب نے بیان کیا کہ حضرت کعب الاحبار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میں نے سابقہ کتب الہیہ میں تمہارے بارے میں دیکھا کہ تم جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو اور لوگوں کو اس سے گزرنے سے روک رہے ہو اور جب تم فوت ہو جاؤ گے تو لوگ تاقیامت اس میں گرتے رہیں گے۔ یہ اثر امام مالک کے حوالے سے معروف ہے۔ ابن سعد نے اسے طبقات میں معن بن عیسیٰ عن مالک سے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور متن دونوں کا ایک ہی ہے تو عبدالوہاب کے بارے میں وہ جہالت ختم ہو گئی جس کا گمان ذہبی نے ان سے دوسری روایت کی وجہ کیا ہے۔ ان سے حدیث ان دو سندوں سے مروی ہے۔

1- امام مالک انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے ہشام سے

2- عبدالرحمن بن ابی زناد نے ہشام سے

ایک روایت میں دوسری سے مختلف ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں کہا کہ عبدالوہاب بن موسیٰ کا تذکرہ خطیب نے مالک کے راویوں سے کیا ان کی کنیت ابوالعباس اور نسبًا انہیں زہری لکھا اور ان سے ایک موقوف اثر بھی ذکر کیا اور کہا اس میں وہ منفرد ہیں لیکن ان پر کوئی جرح نہیں کی۔ دار قطنی نے اسے غرائب مالک میں اسی سند سے ذکر کر کے کہا یہ امام مالک سے صحیح طور پر ثابت ہے اور عبدالوہاب بن موسیٰ ثقہ ہیں۔

حدیث کی دو علتیں

ذہبی نے حدیث احیاء میں دو علتوں کی نشاندہی کی ہے 1- عبدالوہاب کا مجہول ہونا 2- اس کا اس حدیث صحیح کے خلاف ہونا جس میں ہے کہ حضور کو استغفار کی اجازت نہیں ملی۔

عبدالوہاب کی جہالت کا ازالہ تو حافظ ابن حجر کی عبارت سے ہو جاتا ہے انہوں نے لسان میں فرمایا وہ معروف و ثقہ ہیں اور انہوں نے جرح کا ذکر تک نہیں کیا رہا حدیث صحیح کے مخالف ہونا تو اس کا جواب آئمہ نے دیا ہے جیسا کہ آرہا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان میں فرمایا ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا۔ اور انہوں نے نکت علی ابن صلاح میں کہا اس آدمی نے سخت غلطی کی ہے جس نے محض حدیث کی مخالفت کی بنا پر اسے موضوع قرار دیا اور جو زرقانی سے یہ عمل کتاب الاباطیل میں اکثر سرزد ہوا ہے حالانکہ کسی روایت کو موضوع قرار دینے کی صرف یہ صورت ہوتی ہے کہ کسی بھی صورت میں ان دو احادیث میں موافقت نہ ہو سکے اگر ان میں تطبیق ہو سکے تو پھر کسی روایت کو موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا۔

1- مثلاً" حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا) وہ شخص قوم کی امامت نہ کروائے جو دوسروں کو چھوڑ کر صرف اپنے لئے دعا کرے اسے بعض نے موضوع کہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ دعا کرنا ثابت ہے۔

اللهم باعد بيني وبين خطاياي — اے اللہ میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری پیدا فرما دے۔

حالانکہ ان میں تطبیق یوں ممکن ہے یہ دعا اس پر محمول ہے کہ ایسی دعاؤں میں مقتدی کو شامل کرنا شروع نہیں ہوتا۔

بخلاف اس صورت کے جب امام اور مقتدی اس میں شریک ہوں۔ (فتح المغیث 1/238)

2- اسی طرح شیخ ابن حبان نے صحیح میں کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان۔

انی لست کاحدکم انی اطعم واسقی — میں تمہاری مثل نہیں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔

نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ وہ روایات باطل ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ پر پتھر باندھنے کا تذکرہ ہے لیکن حافظ ضیاء الدین نے اس کا کافی و شافعی رد کیا یہ تمام گفتگو حافظ ابن حجر نے النکت میں کی ہے۔

شیخ بدرالدین کا قول

شیخ زرکشی نے حاشیہ ابن صلاح میں کہا بعض لوگوں نے کسی روایت کے صحیح روایت کے مخالف ہونے کو موضوع ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔ اور یہ ابن خزیمہ اور ابن حبان کا طریق ہے۔ حالانکہ یہ ضعیف طریقہ ہے خصوصاً" جب ان احادیث کے درمیان تطبیق ممکن ہو۔ ابن خزیمہ نے صحیح میں کہا یہ حدیث کہ وہ شخص قوم کی امامت نہ کروائے جو صرف اپنے لئے دعا کرے' اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے تو اس نے مقتدیوں کے ساتھ خیانت کی موضوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لئے مخصوص دعا منقول ہے۔

اللھم باعدبینی وبین خطایای

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے اسے حسن قرار دیا اور حدیث استفتاح(اللھم باعد) کے خلاف و معارض نہیں کیونکہ اسے اس پر محمول کیا جا سکتا ہے جو امام و مقتدی دونوں کے لئے (مشترکہ طور پر)مشروع نہ ہو۔

ابن حبان نے صحیح میں کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے میں تم سے کسی کی مانند نہیں ہوں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔ یہ دلالت کر رہا ہے کہ وہ تمام روایات باطل ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بطن پر پتھر باندھنے کا تذکرہ ہے۔ یہاں حجر یعنی پتھر نہیں بلکہ تہہ بند کی طرف مراد ہے۔

کیونکہ اللہ عزوجل وصال کے روزوں کی صورت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلاتا ہے تو عدم وصال کی صورت میں کیوں نہیں کھلائے گا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور ہوں حالانکہ پتھر بھوک کا ازالہ نہیں کر سکتا۔

انہوں نے اپنی کتاب الضعفاء میں ابوسفیان کے حالات میں کہا کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی سے نقل کیا کہ احد کے دن میرے سامنے کے دانت زخمی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے دانت لگوانے کی اجازت دی۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی روایت کیا کہ سونے والے یا باتیں کرنے والے کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہ کرو۔

ابن حبان نے کہا یہ دونوں روایات موضوع ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح سونے کے دانت لگوانے کا حکم دے سکتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے

ان الذهب والحرير محرمان علی ذکور امتی — سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

اس طرح سونے والے کی طرف رخ کر کے نماز سے منع کیسے فرما سکتے ہیں جبکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرماتے حالانکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتیں۔

یہ نکتہ محل نظر ہے حافظ ذہبی نے ابن حبان کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ان دونوں روایات پر موضوع کا حکم لگانا تمہاری رائے کے مطابق ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے خصوصاً سونے کے دانت لگوانے کا معاملہ۔

رفع تعارض احادیث

حافظ فتح الدین بن سیدالناس نے السیرۃ میں کہا۔ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

وان اللہ احیاھما لہ فامنابہ — اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ حضور ذات اقدس پر ایمان لائے۔

اور ایسی ہی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے بارے میں بھی ہے اور یہ روایات اس کے مخالف ہیں جسے امام احمد نے حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی والدہ کے حوالے سے پوچھا تو فرمایا تیری والدہ دوزخ میں ہے میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سابقہ اہل کہاں ہیں؟ فرمایا کیا تو خوش ہے تیری والدہ میری والدہ کے ساتھ ہو؟ آگے چل کر لکھا بعض اہل علم نے ان روایات میں تطبیق دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ میں وصال تک اضافہ و ترقی ہوتی رہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچنے کے قریب وقت تک خصوصی انعامات سے نوازا جاتا رہا تو ممکن ہے یہ درجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے حاصل نہ ہو لیکن بعد میں عطا کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا ان احادیث کے بعد ہو تو اب کوئی تعارض نہیں

امام سہیلی کا قول

امام ابوالقاسم سہیلی "الروض الانف" میں کہتے ہیں کہ ایک حدیث غریب مروی ہے لیکن ممکن ہے صحیح ہو میں نے اپنے جد ابو عمر احمد بن قاضی کے ہاتھ سے تحریری سند (جس میں مجہول راوی ہیں) میں پایا ذکر کیا کہ انہوں نے زاہد معوذ بن داؤد بن معوذ انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے حضرت عروہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کو زندہ کرنے کے لئے عرض کیا۔

فاحیاھما لہ فامنابہ ثم اماتھما

تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا وہ دونوں آپ پر ایمان لائے پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے موت دے دی۔

اس کے بعد امام سہیلی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و

قدرت کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ وہ ان پر جس قدر چاہے اپنے فضل و کرم اور انعام سے مخصوص فرمائے۔(الروض الانف 1-113)

حدیث کی تائید

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا اگر تو ان کے ساتھ قبرستان تک چلی جاتی تو جنت نہ دیکھتی حتی کہ اسے تیرے والد کا دادا نہ دیکھ لے اس کے تحت امام سہیلی فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "تیرے والد کا دادا فرمایا" "تیرا دادا" نہیں فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد گرامی کا تذکرہ نہیں فرمایا جس سے اس حدیث ضعیف کی تائید ہو جاتی ہے جس کا تذکرہ ہم نے پہلے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ایمان لائے۔

جس حدیث کا ذکر امام سہیلی نے احیاء والدین کے سلسلے میں کیا ہے اسے ابن جوزی نے موضوعات میں شمار نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی۔

علامہ ناصرالدین بن منذر کا قول

علامہ ناصر الدین بن منذر نے "شرف المصطفیٰ" میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں بھی مردوں کو زندہ فرمایا کیونکہ حدیث میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے لئے دعا سے منع فرما دیا۔

دعا الله ان یحی ابویه فاحیاهماله فامنابه وصدقا وماتا مؤمنین

(تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کے زندہ کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرما دیا حتی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے آپ کی
تصدیق کی اور پھر حالت ایمان پر وہ فوت
ہوئے۔

امام قرطبی نے تذکرہ میں حدیث احیاء والدہ از خطیب و ابن شاہین اور احیاء والدین از سہیلی نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں احادیث اور عدم اذن استغفار والی احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان کا زندہ کرنا معاملہ استغفار کے بعد کا ہے اس پر حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شاہد ہے جس میں حجتہ الوداع کا واقعہ (احیاء والدین) ہے اس لئے امام ابن شاہین نے اسے تمام سابقہ روایات کا ناسخ قرار دیا ہے۔

حافظ ابو خطاب بن دحیہ کا قول

ان کی رائے یہ ہے کہ حدیث احیاء موضوع ہے اور اس کی تردید قرآن مجید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ولاالذین یموتون وھم کفار — اور نہ وہ لوگ جو حالت کفر میں مر گئے
(النساء 18)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

فیمت وھو کافر (البقرہ 217) — اور وہ فوت ہوا حالانکہ کافر تھا

تو جو شخص حالت کفر میں فوت ہوا دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اسے ایمان نفع نہیں دے سکتا حتی کہ اگر موت کے فرشتوں وغیرہ کو دیکھنے کے بعد ایمان لاتا ہے۔ تو نافع نہیں تو دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان کس طرح نافع ہو سکتا ہے؟

تفسیر میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہو جائے میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ 119) — اصحاب دوزخ کے بارے میں تم سے سوال نہ ہوگا

ابن دحیہ کا رد

امام قرطبی فرماتے ہیں ابن دحیہ نے جو کچھ کہا یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص میں وصال تک اضافہ ہوتا رہا اور یہ واقعہ (زندہ ہو کر ایمان لانا) ان چیزوں میں سے ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضیلت و اکرام بخشا تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا عقلاً" و شرعاً" ہرگز ناممکن نہیں قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کے بارے میں بتانا موجود ہے اس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی مقام ہے جب یہ تمام حقائق ہیں۔

فما يمتنع من ايمانهما بعد احيائهما زيادة في كرامته وفضيلته	تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و فضیلت میں ترقی کی وجہ ان کا زندہ ہو کر ایمان لانا کے لئے ممکن ہو سکتا ہے۔

اور پھر حدیث میں بھی موجود ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہو گی۔

سورج کا لوٹ کر آنا

پھر ان کا کہنا کہ جو کفر پر مرتا ہے الخ یہ اس حدیث کی بنا پر مردود ہے جس میں آیا کہ غائب ہونے کے بعد سورج کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ادا کی امام طحاوی نے اس کا ذکر کر کے فرمایا یہ حدیث ثابت ہے اگر رجوع شمس نافع نہ ہوتا اور نہ ہی وقت لوٹ کر آتا تو سورج لوٹانے کا فائدہ کیا؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا معاملہ ہے۔

حضرت یونس کی قوم کی توبہ

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا ایمان اور توبہ اس وقت قبول

فرمائی جب وہ عذاب کے ساتھ ملتبس ہو چکے تھے۔ اس مقام کی تفسیر میں یہی قول سب سے زیادہ محبوب و مختار ہے اور قرآن کا ظاہر بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

رہا معاملہ آیت مبارکہ ولا تسئل الایۃ کا تو یہ ان کے ایمان لانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ 17)

میں کہتا ہوں کہ یہ قرطبی کی نہایت عمدہ تحقیق ہے اور ان کا سورج کے لوٹنے سے تجدد وقت پر استدلال بہت ہی خوبصورت ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس پر اداء نماز کا حکم مرتب کیا ہے۔ ورنہ رجوع کا کیا فائدہ کیونکہ عصر کی قضا غروب کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

اس سے زیادہ واضح استدلال

میرے سامنے اس سے بھی بڑھ کر واضح استدلال آرہا ہے تاریخ ابن عساکر میں حدیث ہے کہ اصحاب کہف آخری زمانے میں زندہ ہو کر حج کریں گے اور انہیں اس امت میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہو گا امام ابن مردویہ نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اصحاب الکہف اعوان المھدی	اصحاب کہف امام مہدی کے معاون بنیں گے

یہاں اصحاب کہف کے دوبارہ زندہ ہو کر عمل کرنے کا اعتبار کیا گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مقرر کی پھر اس نے پوری ہونے سے پہلے انہیں موت دیدی پھر انہیں بقیہ عمر کی تکمیل کے لئے دوبارہ زندہ فرمایا اور وہ اس میں ایمان لائے لہذا اس کا اعتبار کیا جائے گا اس بقیہ مدت کے درمیان فاصلہ حصول ایمان کے لئے ہو اور یہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام و فضیلت میں سے ہے جیسا کہ اصحاب کہف کے لئے اس قدر مدت کی تاخیر بھی ان کے اعزاز کے لئے ہے تاکہ وہ اس امت میں شمولیت کا شرف پا سکیں۔

سوال کا جواب

اگر کوئی کہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فاذاجاء اجلهم لایستاخرون ساعه ولا یستقدمون (الفاطر 34)

(جب ان کا وقت مقرر آئے گا تو وہ نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی پہلے ہو سکتے ہیں۔)

اس کے جواب میں گذارش یہ ہے کہ اس آیت میں عمومی مدت کا اصول بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ جسے زندہ رکھنا چاہے وہ اسے مخصوص فرما سکتا ہے جیسا کہ یہی معاملہ ہے جو زیر بحث ہے اسی طرح اصحاب کہف اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر زندہ فرمایا۔

پھر یہ بات جمہور کے اس قول پر ہے کہ عمر میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور اس پر میرے والد گرامی کا فتویٰ ہے لیکن دوسرے قول کے مطابق عمر میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ میرا مختار یہی ہے بلکہ میری اس پر مستقل کتاب ہے لہٰذا سوال اصلاً ہی ختم ہو گیا۔

امام صفدری کا قول

امام صفدی اور دیگر محدثین نے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام فرمانے کا ذکر کرنے کے بعد کہا

هذا جزاالام عن ارضاعه لكن جزا الله عنه عظيم

(یہ رضاعی ماں کا انعام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بڑھ کر جزا ہے۔)

وكذلك ارجو ان يكون لامه عن ذاك آمنه بللرنعيم

(اس طرح امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی والدہ سیدہ آمنہ کو جنت عطا ہو گی۔ . . .

ويكون احياها الاله وآمنت بمحمد فحد يثها معلوم

(اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور حضور پر ایمان لائیں اور اس بارے حدیث مشہور ہے۔)

فلربما سعدت به ایضا کما   سعدت به بعد الشفاء حلیم

(وہ بھی سعادت پائیں گے جیسا کہ حضرت شفاء کے بعد سیدہ حلیمہ نے پائی)

حافظ شمس الدین دمشقی کے اشعار

انہوں نے "مورد الصاوی فی مولد الہادی" میں حدیث احیاء ذکر کرنے کے بعد کہا

حبا اللہ النبی مزید فضل   علی فضل دکان به رؤوفا

(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر فضل در فضل فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے)

فاحیاء امه وکذاباه   لایمان به فضلا لطیفا

(آپ کی والدہ اور والد دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے زندہ فرماکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسا لطف فرمایا)

فسلم فالقدیم هذا قدیر   وان کان الحدیث به ضعیفا

(اے مخاطب اسے مان لے وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

دیکھا انہوں نے بھی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ نہ کہ موضوع اور یہ حفاظ حدیث میں سے شمار ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کا فتویٰ

مجھے ایک فاضل نے بتایا کہ میں نے حافظ ابن حجر کا اس سلسلہ میں فتویٰ پڑھا ہے جس میں انہوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ شرف و فضل میں بڑھتے رہے۔ الخ مگر میں نے اب تک فتویٰ نہیں دیکھا۔

خاتمہ

ابن جوزی نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں بہت تساہل و تسامح سے کام لیا ہے اس پر متعدد آئمہ نے تصریح کی ہے۔

1- ابن صلاح نے علوم الحدیث میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس دور میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب الموضوعات میں بہت سی ایسی احادیث کو موضوع قرار دے دیا گیا جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ حق یہ تھا کہ انہیں احادیث ضعیفہ میں شامل کر دیا جاتا۔(علوم الحدیث بحث معرفۃ الموضوع)

2- امام نووی نے التقریب میں فرمایا دو جلدوں میں موضوعات جمع کرنے والے نے دلیل نہ ہونے کے باوجود بہت سی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے ہاں وہ ضعیف ہیں۔(التقریب مع التدریب 1-278)

3- حافظ زین الدین عراقی نے الفیہ میں فرمایا

واکثر الجامع فیہ اذ خرج

لمطلق الضعیف عنی ابا الفرج

(شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے مطلق ضعیف احادیث کو بھی موضوعات میں جمع کر دیا ہے)
(الفیہ للعراقی بحث الموضوع)

4- قاضی القضاۃ بدرالدین بن جماعہ نے "المنہل الروی" میں کہا شیخ ابولفرج ابن جوزی نے موضوعات پر کتاب لکھی جس میں انہوں نے بہت سی ایسی احادیث کو ضعیف قرار دیدیا جن کے ضعف پر کوئی دلیل نہیں۔

5- شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی نے "محاسن الاصطلاح" میں یہی بات کہی ہے

متاخرین کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینا نہایت مشکل ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں متاخرین کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینا بہت ہی دشوار ہے کیونکہ یہ کام تب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کے تمام طرق جمع کر لئے جائیں اور کثرت مطالعہ سے واضح ہو جائے کہ اس متن حدیث کی فقط یہی ایک سند ہے اس میں فلاں راوی یقیناً متہم یا کذاب ہے اس کے علاوہ میں بھی متعدد قرائن کا ثبوت جن کا ہونا ایک معتبر حافظ حدیث کے لئے ضروری ہے تاکہ اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگا سکے۔ اس لئے اہل علم نے ابوالفرج ابن جوزی کی کتاب

الموضوعات پر سخت تنقید کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے غیر موضوع احادیث کو بھی موضوع قرار دیدیا ہے۔ اور ان کے بعد ایسے لوگ آئے جنہیں فن حدیث میں مہارت نہ تھی تو انہوں نے ابن جوزی کی تقلید کرتے ہوئے ان احادیث کو موضوع ہی سمجھا اس سے بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔

یہ طریقہ متقدمین آئمہ کا نہ تھا

لیکن متقدمین آئمہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس علم اور اس کے لفظ میں تبحر اور سعت عطا کی تھی انہوں نے ایسا نہیں کیا مثلاً" امام شعبہ' قطان' ابن مہدی وغیرہ پھر ان کے تلامذہ مثلاً" امام احمد' ابن مدینی' ابن معین' ابن راہویہ اور ایک پوری جماعت پھر ان کے تلامذہ امام بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اس طرح آگے امام دار قطنی اور بیہقی کے دور تک آ جایئے۔ ان کے بعد نہ تو کوئی ان کے برابر ہوا اور نہ ہم مثل تو اگر ان متقدمین کے کلام میں کسی روایت پر موضوع کا حکم ہے تو اس پر اعتماد کیا جائے گا کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل سے نوازا ہے۔ اور اگر ان کا آپس میں اس معاملہ میں اختلاف ہو تو پھر ترجیح کی طرف رجوع ہو گا۔(فتح المغیث 1-237)

امام زرکشی نے اس گفتگو کے بعد کہا متقدمین میں سے بعض نے کچھ احادیث کے بارے میں کہا ان کی کوئی اصل نہیں مگر تحقیق کے بعد اس کے خلاف ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے ہر صاحب علم پر علم والا ہوتا ہے۔

7- انہوں نے ابن صلاح کے قول (اس دور میں موضوعات جمع کرنے والے الخ) پر لکھا کہ ان کی مراد ابن جوزی ہے اور ان کا اعتراض بھی صحیح ہے کیونکہ جنہیں اس میں موضوع قرار دیا گیا ہے ان کے ضعف میں احتمال ہے ان کے ساتھ ترغیب و ترہیب میں استدلال کرنا درست ہے۔ بعض ان میں احادیث صحیح ہیں یا بعض آئمہ نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً" حدیث نماز تسبیح

8- امام محب طبری کہتے ہیں نماز تسبیح والی حدیث کو ابن جوزی کا موضوعات میں شامل کرنا غلط ہے یہ موضوع نہیں حفاظ حدیث نے اسے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اس

طرح فرائض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے والی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا حالانکہ اسے امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ شرائط صحیح کے مطابق روایت کیا ہے۔ حافظ مزی نے کہا ابن جوزی کا اسے موضوعات میں شمار کرنا نہایت برا ہے اس طرح کہ متعدد مثالیں اس کتاب سے دی جا سکتی ہیں۔

باقی محدثین کے قول "یہ حدیث صحیح نہیں" اور "یہ موضوع ہے" کے درمیان بہت فرق ہے کیونکہ کسی حدیث کا موضوع ہونے کا معنی کذب وافتراء ہوتا ہے جبکہ عدم صحت سے اثبات عدم لازم نہیں آتا یہ تو عدم ثبوت کی خبر ہوتی ہے ان دونوں معاملوں میں فرق ہے ممکن ہے وہ کسی دوسری سند سے ثابت ہو۔

دوسرے مقام پر

ایک اور مقام پر امام زرکشی کہتے ہیں بعض لوگوں نے معروف بالوضع راوی کی وجہ سے متعدد احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور یہی طریقہ ابن جوزی کا الموضوعات میں ہے لیکن یہ طریقہ صحیح نہیں کیونکہ کسی راوی کے معروف بالوضع ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کی تمام مرویات موضوع ہیں درست رائے یہ ہے کہ انہیں ضعیف کہا جائے نہ کہ خواہ مخواہ موضوع' آگے چل کر لکھا قاضی ابوالفرج النہروانی نے " الجلیس الصالح" میں کہا محدثین میں سے کچھ اور بہت سے ایسے لوگ جن کا اس فن میں مطالعہ نہیں یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کے راوی میں کوئی ضعف ہو وہ باطل ہے اور اس کا انکار کرنا لازم ہے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے بلکہ اگر راوی اپنی روایات میں معروف با لکذب بھی ہو اور وہ کسی حدیث کو متفردا" روایت کرے تو وہ حق بھی ہو سکتی ہے اور باطل بھی لہذا وہاں اس کو صحیح قرار دینے میں توقف و تحقیق سے کام لیا جائے گا لیکن قطعی طور پر کسی راوی کو کاذب قرار دینا اور اس کی ہر روایت کو کاذب کہنا درست نہیں اس کے تحت زرکشی لکھتے ہیں شیخ عبدالغنی بن سعید کی کتاب "ادب الحدیث" میں ہے جس نے مجھ سے روایت بنی اور اس کی تکذیب کی اس نے تین کی تکذیب کی اللہ' کی اس کے رسول کی اور اسے نقل کرنے والے کی۔

9۔حافظ ابن حجر النکت علی ابن صلاح میں رقمطراز ہیں حافظ علائی کہتے ہیں ابن جوزی کو یہ مرض لاحق ہو گیا کہ وہ احادیث کو موضوع قرار دینے میں وسیع ذہن رکھتے ہیں کیونکہ اس پر ان کے پاس دلیل راویوں کا ضعیف ہونا ہے پھر فرماتے ہیں انہوں نے ان آئمہ پر اعتماد کیا جنہوں نے بعض ساقط اور متفقہ راویوں کی وجہ سے بعض احادیث کو موضوع کہا حالانکہ ان کے کلام میں اس قید کا اعتبار کرنا ضروری تھا کہ وہ متن صرف اس سند سے مروی کیونکہ ممکن ہے وہ متن کسی اور سند سے بھی مروی ہو اور مصنف اس پر مطلع نہ ہو یا بوقت تصنیف وہ مستحضر نہ ہو تو اس عبارت آئمہ سے انہیں مغالطہ ہو گیا جس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں منکر و ضعیف کو شامل کر دیا جن سے ترغیب و ترہیب میں استدلال ہو سکتا ہے۔ بہت کم ہیں مگر حسن احادیث کو بھی موضوع قرار دیا مثلاً نماز تسبیح والی حدیث' فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت بلکہ یہ حدیث تو صحیح ہے اسے امام نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ابن جوزی کی کتاب میں اس قسم کی احادیث بہت کم ہیں ہاں مطلق ضعیف کو بہت زیادہ موضوعات میں شامل کیا ہے۔ میں نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے۔

حافظ ابن جوزی کے بعد جو بھی حافظ حدیث آیا اس نے ان کی بعض روایات پر تعاقب ضرور کیا۔

تعاقب ورد ابن جوزی میں حافظ ابن حجر کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً "القول المسدد فی الذب عن مسند احمد" اس میں ان چوبیس احادیث کا تذکرہ ہے جو مسند احمد کی ہیں اور انہیں ابن جوزی نے موضوع کہا حافظ نے بہت خوبصورتی سے ابن جوزی کے اعتراضات کا ازالہ کر کے ثابت کر دیا کہ یہ موضوع نہیں ابتداء کلام میں لکھتے ہیں۔

ہم پہلے بطریق اجمال جواب دیں گے کیونکہ ان میں سے کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں احکام مثلاً" حلال و حرام کا بیان ہو اور غیر احکامی احادیث میں تساہل کا ہونا معروف ہے۔

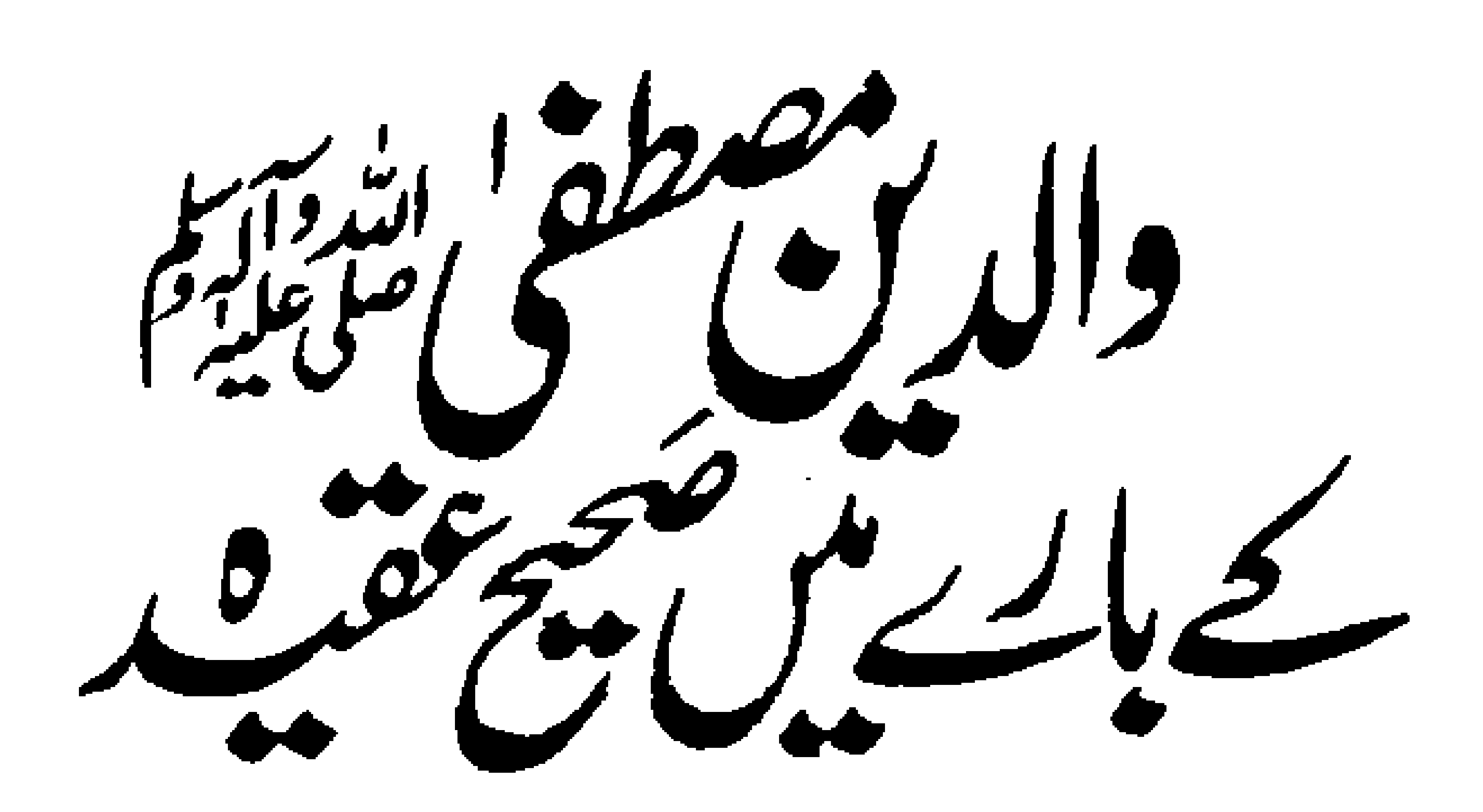
پھر فرمایا امام احمد اور دیگر آئمہ کا ارشاد ہے جب ہم حلال و حرام کے حوالے سے

حدیث نقل کرتے ہیں تو شدت اختیار کرتے ہیں لیکن جب فضائل وغیرہ سے متعلق روایت ہو تو ہم وہ شدت اختیار نہیں کرتے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولٰی ونعم المصیر

آخر میں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نفع دے اور ہمیں ہر اس عمل کی توفیق دے جو اسے محبوب و پسند ہے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین



تصنیف
جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ وتحقیق
مفتی محمد خان قادری



نام کتاب	السبل الجليلة فی الآباء العلية
مصنف	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۱، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

۱- جو طلبہ کو کتاب تک ہی محدود نہ رکھتے بلکہ انہیں معاشرتی انسان بنانے کی بھرپور کوشش کرتے۔

۲- وہ سیاست کو دین سے جدا نہیں بلکہ اس کے تابع تصور کرتے۔

۳- معاملات کو بڑا واضح و صاف رکھنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

محمد خان قادری

السُّبُل الجَلِيَّة
في
الآبَاءِ العَلِيَّة

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
متوفى سنة ٩١١هـ/ ١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عز الدين السعيدي

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

یہ چھٹا رسالہ ہے جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ ناجی ہیں اور وہ روز قیامت نجات سے بہرہ ور ہو کر جنت میں داخل ہوں گے' جیسا کہ جماعت آئمہ کا موقف ہے' ہاں اس کے ثبات میں انہوں نے مختلف طرق اور راہوں کو اپنایا ہے۔

سبیل اول

انہیں دین کی دعوت ہی نہیں پہنچی کیونکہ وہ اس زمانہ جاہلیت میں تھے جس میں تمام روئے زمین پر جہالت کی تاریکی تھی اور اس میں کوئی دعوت توحید دینے والا تھا ہی نہیں۔خصوصاً ان کا وصال تو جوانی میں ہوا۔حافظ صلاح الدین علائی کہتے ہیں یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کی عمر وصال کے وقت اٹھارہ سال تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال تقریباً" بیس سال کی عمر میں ہوا۔ اس عمر کے ایسے دور میں مطلوب (منزل) کی تلاش کہاں ہوتی ہے اور جس شخص کو دعوت نہ پہنچی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ دوزخ سے نجات پائے گا اسے عذاب نہ ہو گا' بلکہ وہ جنتی ہو گا' یہ ہمارا مسلک ہے اور اس بارے میں ہمارے آئمہ شوافع کو فقہ میں اور اشاعرہ کو اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس پر ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے الام اور المختصر میں تصریح کی ہے' باقی تمام اصحاب نے ان کی اتباع کی ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں اس پر انہوں نے متعدد آیات سے استدلال کیا ہے مثلاً اللہ تعالی کا مبارک فرمان ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵) اور ہم نہیں عذاب دیتے یہاں تک کہ رسول بھیج لیں۔

یہ ایک فقہی مسئلہ ہے جو کتب فقہ میں بیان ہوا ہے۔ اور یہ اس قاعدہ اصولیہ کی

فرع ہے جس پر ہمارے آئمہ اشاعرہ کا اتفاق ہے' اس کا نام شکر منعم کا قاعدہ ہے کہ منعم کا شکر شریعت کی بنا پر لازم ہے نہ کہ عقل کی بنا پر' اور اس قاعدہ کا مدار یہ قاعدہ کلامیہ ہے جسے حسن و قبح عقلی کا نام دیا جاتا ہے ـــــــــ

اشاعرہ نے بالاتفاق اس کا انکار کیا ہے جیسا کہ کتب کلام و اصول میں مشہور ہے متعدد آئمہ نے ان دونوں قواعد کی تفصیل' ان سے استدلال اور اس میں مخالفت کرنے والوں کے جواب میں تفصیلی بحثیں کیں ہیں خصوصاً امام الحرمین نے البرہان' غزالی نے المستصفی اور منخول میں الکیاہراسی نے اس کے حواشی میں' امام فخر الدین رازی نے المحصول میں' ابن سمعانی نے القواطع میں' قاضی ابوبکر باقلانی نے التقریب میں اور دیگر کثیر علماء نے اس مسئلہ پر لکھا ہے۔

غافل مکلف نہیں ہوتا

جس شخص کو دعوت دین نہیں پہنچی اس مسئلہ کا تعلق ایک اور قاعدہ اصولیہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ غافل مکلف نہیں ہوتا اصول میں اس پر بحث ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے استدلال کیا ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم واھلھا غافلون یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔ (الانعام '۱۳۱)

جنہیں دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں اہل علم کی مختلف تعبیرات ہیں' لیکن ان میں سے احسن یہ ہے کہ وہ صاحب نجات ہیں اور اسی کو امام سبکی نے پسند فرمایا ہے بعض نے کہا ایسے لوگ فترت پر ہوتے ہیں' بعض نے کہا یہ مسلمان قرار پاتے ہیں' امام غزالی کہتے ہیں ایسے لوگ مسلمان کے حکم میں ہوتے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں اسی راہ کو اپناتے ہوئے فرمایا انہیں دعوت دین ہی نہیں پہنچی' سبط ابن جوزی نے مرآۃ

الزمان میں اور دیگر اہل علم نے اسے نقل کیا ہے' امام ابی نے شرح مسلم میں اسی قول کو اختیار کیا' ہمارے استاذ شیخ الاسلام شرف الدین مناوی بھی اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر یہ فتویٰ دیا کرتے۔

سبیل ثانی

یہ دونوں اہل کثرت سے ہیں اور اہل فترت کے بارے میں احادیث وارد ہیں جن میں ہے کہ ان کا معاملہ قیامت تک موقوف رہے گا اور پھر روز قیامت ان کا امتحان ہو گا' جس نے وہاں اطاعت اختیار کر لی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں چلا جائے گا' احادیث تو اس بارے میں متعدد ہیں مگر ان میں سے تین کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ مسند احمد میں حضرت اسود بن سریع اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں اس کو صحیح قرار دیا۔ (مسند احمد' ۴'۲۰۶)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً" ہے اور یہ حکم مرفوع میں ہو گی کیونکہ ایسی بات وہ اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ اسے امام ابن عبدالرزاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے اپنی اپنی تفاسیر میں ذکر کیا اور اس کی سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔ (جامع البیان' ۹'۷۰)

۳۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً" روایت ہے اسے امام بزار اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا اور کہا یہ بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے' ذہبی نے مختصر میں حاکم کے حکم کو قائم رکھا۔ (المستدرک' ۴'۴۹۶)

۴۔ امام بزار ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً" اور ابن ابی حاتم نے اسے موقوفاً" روایت کیا اور یہ مرفوع کے حکم میں ہے

اس کی سند میں عطیہ عوفی ہیں اور ان میں ضعف ہے مگر ترمذی نے ان کی حدیث کو حسن کہا خصوصاً جب اس کا کوئی شاہد ہو اور مذکورہ حدیث پر تو متعدد شواہد ہیں جیسا کہ تم نے ملاحظہ کیا۔

۵۔ پانچویں حدیث کو بزار اور ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور اس کی سند ضعیف ہے۔

۶۔ چھٹی حدیث کو طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر کا قول

ان میں سے پہلی تین احادیث صحیح اور عمدہ ہیں' حافظ عصر ابوالفضل ابن حجر نے بعض لوگوں سے اس طریق کو نقل کیا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فترت میں فوت شدہ تمام آباء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ روز قیامت امتحان کے وقت وہ اطاعت کریں گے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اس عمل سے خوشی نصیب ہو۔

حافظ ابن کثیر کا قول

حافظ عماد الدین بن کثیر اہل فترت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں امتحان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان میں سے بعض طاعت کریں گے اور بعض نہیں کریں گے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں ظن یہ ہے کہ وہ اطاعت ہی کریں گے۔ (السیرۃ النبویہ ا۔۲۲۹)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں بلاشک یہ حسن ظن اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے انہیں

طاعت میں توفیق عطا کرے گا جیسا کہ تمام رازی نے فوائد میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

میں اپنے والد کی شفاعت کروں گا

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذاکان یوم القیامۃ شفعت لابی (ذخائر العقبی۲۷) روز قیامت میں اپنے والد گرامی کی شفاعت کروں گا۔

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

ماسألتهما ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود (المستدرک ۲:۳۹۶) میں نے اپنے رب سے ان کے لئے مانگا تو اس نے مجھے عطا فرمایا اور میں روز قیامت مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

اس میں واضح طور پر یہ اشارہ ہے کہ اس موقعہ پر ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مقبول ہو گی اور انہیں امتحان کے وقت طاعت کی توفیق عطا ہو جائے گی۔

اہل بیت دوزخ میں نہیں جائیں گے

اس کے ساتھ اس روایت کو ملاؤ جسے امام ابوسعید نے شرف النبوۃ وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

سألت ربی ان لایدخل فی النار احد من اہل بیتی میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ میری اہل بیت میں سے وہ کسی کو دوزخ

فاعطانی ذلک میں داخل نہ فرمائے تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا۔

اسے امام محب طبری نے (ذخائر العقبیٰ ۲۹) میں بھی نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی (الضحیٰ ۵) اور عنقریب عطا کرے گا آپ کا رب کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

کی تفسیر کے تحت ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من رضی محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ان لایدخل احدا من اہل بیتہ النار (جامع البیان ۱۵:۲۹۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

یہ تمام احادیث ایک دوسری کو تقویت دے رہی ہیں، کیونکہ حدیث ضعیف کی جب اسناد زیادہ ہوں تو اس سے قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے ان میں سے سب سے زیادہ قابل توجہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کیونکہ اسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ۲:۲۹۶)

کیا دونوں میں فرق ہے؟

پہلے اور دوسرے طریق میں فرق ہے جیسا کہ میں نے یہاں اور بڑی کتاب میں ذکر کیا ہے کیونکہ پہلے طریق کا تقاضا یہ ہے کہ جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی ان کی نجات اور دخول جنت بغیر امتحان کے یقینی ہے۔ بعض لوگوں نے انہیں مترادف ہی قرار دیا ہے جیسا کہ میں نے مسالک الحنفاء، الدرج المنیفۃ اور المقامۃ السندسیہ میں کہا ہے اور یہی بات تحقیق کے زیادہ قریب ہے۔ اب پہلے طریق والوں کے قول کہ

"وہ نجات پانے والے ہیں" کا مفہوم یہ ہو گا کہ ہر حال میں نہیں بلکہ امتحان کے بعد نجات ہو گی۔ ان کے قول "انہیں عذاب نہ ہو گا" یعنی ابتداءً نہ ہو گا جیسا کہ معاند کو ہو گا بلکہ ان کا امتحان ہو گا اور آخرت میں ان کا امتحان ایسے ہی ہو گا جیسے دنیا میں انبیاء کی بعثت کی وجہ سے لوگوں کا امتحان ہوتا ہے اور ان کا آخرت میں نافرمانی کرنا ایسا ہی ہو گا جیسے لوگوں نے دنیا میں نافرمانی کی ہو گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استنباط سے تائید

اس کی تائید حدیث اہل فترت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اس آیت مبارکہ کے آخر میں کہا جس آیت سے آئمہ امت نے بعثت سے پہلے لوگوں سے عذاب کی نفی کی ہے اس روایت کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

امام عبدالرزاق نے تفسیر میں' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن المنذر ان تینوں نے عبدالرزاق سے انہوں نے معمر سے انہوں نے ابن طاؤس سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اہل فترت معتوہ' گونگے بہرے اور ان بوڑھوں کو لائیں گے جنہوں نے اسلام نہ پایا ہو گا پھر ان کی طرف وہ پیغام بھیجے گا کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ وہ کہیں گے کیوں ہمارے پاس تو تیرے رسول نہیں آئے؟ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر وہ داخل ہو جاتے تو وہ اسے ٹھنڈا اور سراپا سلامتی پاتے پھر ان کی طرف اللہ تعالیٰ رسول کو بھیجے گا تو ان کی اطاعت ان میں سے وہی کرے گا جسے توفیق نصیب ہو گی اس کے بعد فرمانے لگے اگر تم چاہو تو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کر لو۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵) اور ہم نہیں عذاب دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں۔

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت مبارکہ میں رسول دنیا کے علاوہ

رسول آخرت بھی مراد لیا ہے۔
اور ان کے اس فہم عظیم پر کون سا تعجب و انکار ہے؟

(جامع البیان ۹،۷۱)

مخالف روایات کا جواب

ان دونوں طریقوں کو مان لینے کے بعد والدین کے مخالف احادیث کا جواب یہ ہو گا کہ وہ مذکورہ آیات اور احادیث کے نزول و ورود سے پہلے کی ہیں جیسا کہ ان احادیث کا جواب دیا جاتا ہے جن میں ہے کہ مشرکین کے بچے دوزخ میں جائیں گے کہ یہ روایات اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی سے پہلے کی ہیں۔

ولا تزر وازرة وزر اخری (الاسراء ۱۵)	کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

آئمہ مالکیہ کا جواب

بعض آئمہ مالکیہ نے والدین کے مخالف احادیث کا جواب یہ دیا ہے۔

انہا اخبار احاد فلا تعارض القاطع وھو قولہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا	یہ روایات اخبار احاد میں ان کا قطعی دلیل سے مقابلہ نہیں ہو سکتا اور وہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔

اور اسی طرح کی دیگر آیات کے بھی یہ روایات خلاف ہیں۔
میں اس میں یہ اضافہ ضروری سمجھتا ہوں، کہ ان مخالف روایات میں سے اکثر ضعیف الاسناد ہیں اور جو صحیح ہیں وہ تاویل قبول کر لیتی ہیں۔

سبیل ثالث

اللہ تعالیٰ نے والدین کو زندہ فرمایا اور دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے' یہ راستہ کثیر آئمہ اور حفاظ حدیث نے اپنایا ہے اس پر انہوں نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی سند ضعیف ہے۔

ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کر دیا ہے حالانکہ وہ موضوع نہیں۔

۱۔ امام ابن صلاح نے علوم الحدیث میں اور دیگر ان کے تابعین نے تصریح کی ہے کہ ابن جوزی نے الموضوعات میں بہت تسامح سے کام لیا ہے' انہوں نے اس میں ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا جو موضوع نہیں بلکہ فقط ضعیف ہیں۔ ان میں بسا اوقات حسن یا صحیح بھی ہیں۔

(مقدمہ ابن صلاح '۱۳۱)

۲۔ حافظ زین الدین عراقی نے الفیہ میں فرمایا۔

واكثر الجامع فيه اذ خرج
لمطلق الضعف عنى ابا الفرج

(ابوالفرج ابن جوزی نے بہت سی مطلق ضعیف احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے)

(الفیہ مع فتح المغیث ۱:۲۳۴)

۳۔ شیخ الاسلام ابوالفضل حافظ ابن حجر نے ایک مکمل کتاب لکھی "القول المسدد في الذب عن مسند احمد" اس میں انہوں نے ان احادیث مسند احمد کا ذکر کیا ہے جنہیں ابن جوزی نے موضوعات میں شامل کیا اور ان تمام سے ان کے اعتراضات کا خوبصورت ازالہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ ان میں سے بعض فقط ضعیف ہیں۔ موضوع نہیں' ان میں سے بعض صحیح ہیں حد تو یہ ہے کہ ان میں سے ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے' اس پر شیخ الاسلام نے فرمایا ابن جوزی سے شدید غفلت ہوئی ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کر دیا حالانکہ یہ صحیحین میں سے ایک کی حدیث ہے۔

۴ - ان کے شیخ حافظ عصر زین الدین عراقی نے بھی اس کا تعاقب ورد کیا ہے' میں نے شیخ الاسلام کی تصانیف کی فہرست میں دیکھا کہ انہوں نے مکمل کتاب "تعقبات علی موضوعات ابن جوزی" لکھی لیکن مجھے وہ نہیں ملی۔

۵ - خود میں نے بھی اس کی احادیث کا مطالعہ کیا تو ان میں سے بعض ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' مستدرک للحاکم اور دیگر معتمد کتب کی احادیث موجود پائیں تو میں نے اس پر مکمل کتاب "النکت البدیعات علی الموضوعات" لکھی جس میں ہر حدیث کے بارے میں ضعف' حسن اور صحت پر گفتگو کی ہے۔

ابن جوزی کی مخالفت

زیر بحث حدیث احیاء کے بارے میں کثیر آئمہ اور حفاظ حدیث نے ابن جوزی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی ان اقسام میں سے ہے جسے فضائل و مناقب میں قبول کر لیا جاتا ہے۔

ان محدثین میں امام ابوبکر خطیب بغدادی' امام حافظ ابوالقاسم ابن عساکر' امام حافظ ابو حفص ابن شاہین' امام حافظ ابوالقاسم سہیلی 'امام قرطبی' حافظ محب الدین طبری' علامہ ناصرالدین بن منیر دمشقی اور حافظ فتح الدین بن سید الناس ہیں۔ انہوں نے بعض اہل علم سے بھی نقل کیا' حافظ ابن صلاح نے یہی راہ اختیار کی ہے۔ حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی نے تو یہ اشعار کہے ہیں۔

حبا الله النبي مزيد فضل ... على فضل وكان به رؤوفا
فاحياء امه وكذا اباه ... لايمان به فضلا لطيفا
فسلم فالقديم بذا قدير ... وان كان الحديث به ضعيفا

(اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوب فضل ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ اور والد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کیلئے زندہ فرمایا جو اس کا خصوصی کرم ہے' لوگوں تسلیم کر لو اللہ تعالیٰ کی ذات اس پر قادر مطلق ہے اگرچہ اس

بارے میں حدیث ضعیف ہے۔)

مجھے ایک فاضل نے بتایا کہ میں نے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کا تحریری فتویٰ اس بارے میں پڑھا ہے لیکن میں اس سے آگاہ نہ ہو سکا میں نے ان کا جو کلام دیکھا ہے اس کا تذکرہ میں نے سبیل ثانی میں کر دیا ہے۔

امام سہیلی کا قول

انہوں نے الروض الانف کی ابتداء میں حدیث احیاء نقل کی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے اپنے والدین کے زندہ کرنے کے بارے میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ ان کا وصال ہوا اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت میں کوئی رکاوٹ نہیں۔
اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اہل ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس بھی فضل' انعام اور بندگی سے نوازے (الروض الانف ۱:۱۱۳)

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاجزادی سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک چلی جاتیں تو جنت نہ دیکھتیں' حتی کہ تیرے والد کا دادا اسے دیکھتے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے والد کا دادا "یہ نہیں فرمایا "تیرے والد کے والد" یہ اس حدیث ضعیف کو تقویت دے رہی ہے جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

(الروض الانف ۱: ۲۵۹)

باوجود اس کے جس حدیث کا تذکرہ سہیلی نے کیا ہے' ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل نہیں کیا' ابن جوزی نے ایک اور سند سے دوسری حدیث ذکر کی ہے جس میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے زندہ ہونے کا تذکرہ ہے

اور اس میں واقعہ کی تفصیل کے الفاظ بھی حدیث سہیلی کے علاوہ ہیں' جو نشاندہی کرتا ہے کہ سہیلی والی روایت مستقل دوسری حدیث ہے۔

ان مذکورہ آئمہ نے حدیث احیاء کو مخالف روایات کے لئے ناسخ قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ ان سے بعد کا واقعہ ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان تعارض ہے ہی نہیں۔

امام قرطبی کی رائے

وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور فضائل میں مسلسل اضافہ و ترقی ہوتی رہی یہ (احیاء ابوین) ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ تو عقلاً محال ہے اور نہ شرعاً۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا تذکرہ ہے جس نے زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں خبر دی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پر مردے زندہ ہوتے اس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ مقام حاصل ہے۔ (التذکرہ'۱۷)

سبیل رابع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دین ابراہیم یعنی حنیفی تھے جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ہم مثل دور جاہلیت میں اسی دین پر تھے ابن جوزی نے تلقیح فہوم الاثر میں باقاعدہ ان لوگوں پر ایک باب قائم کیا ہے جنہوں نے دور جاہلیت میں عبادت بتوں سے انکار کر دیا' اس میں پوری ایک جماعت کا تذکرہ ہے' ان میں زید بن عمرو قس بن ساعدہ' ورقہ بن نوفل' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم' اس مسلک کو امام فخرالدین رازی نے اپناتے ہوئے کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کے تمام آباء حضرت آدم تک توحید پر تھے' انہوں نے اپنی کتاب

اسرار التنزیل میں لکھا ہے کہ آزر، حضرت ابراہیم کے والد نہیں بلکہ ان کے چچا ہیں۔

اس مسلک پر دلائل

جب یہ سارا کچھ ثابت ہے تو کون سی چیز رکاوٹ ہے ان کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و عظمت میں اضافہ کی بناء پر ہوا (التذکرہ ۱۷)

اس پر متعدد دلائل دیئے گئے ہیں

۱۔ تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ کسی نبی کا والد کافر نہیں اس پر یہ دلائل شاہد ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

الذی یرٰک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین (الشعراء ۲۱۸۔۲۱۹)	وہ ذات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوقت قیام دیکھتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساجدین میں منتقل ہونے کو۔

منقول ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

پھر رازی کہتے ہیں اس مفہوم کے مطابق یہ آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے، اب تو قطعی طور پر کہنا ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہیں تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت "و تقلبک فی الساجدین" کے اور بھی معانی ہیں، لیکن جب ہر معنی کے بارے میں روایات ہیں اور ان کے درمیان منافات بھی نہیں تو آیت کو ان تمام معانی

پر محمول کر لیا جائے اور جب یہ مفہوم صحیح ٹھہرا تو واضح ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بتوں کی پوجا کرنے والے نہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد مشرک نہ تھے' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب	میں ہمیشہ سے پاک پشتوں سے پاک
الطاہرین الی ارحام الطاہرات	رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ا:۵۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

انما المشرکین نجس	یقیناً تمام مشرک پلید ہیں۔

(التوبہ' ۲۸)

لہذا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی اب و جد مشرک نہ ہو

(یہ امام رازی کے اپنے الفاظ تھے)

مجھے اس پر عموی اور خصوصی قوی دلائل سامنے آرہے ہیں۔

دلیل عام اور دو مقدمات

دلیل عام دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ اول

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد اپنے اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل تھے مثلاً" حدیث بخاری ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت من خیر قرون بنی	مجھے اولاد آدم میں سب سے بہتر لوگوں
آدم قرنا فقرنا حتی بعثت	میں سے مبعوث کیا گیا پھر ہر ہر دور میں

من القرن الذی کنت فیہ	ایسا ہی ہوا حتیٰ کہ میں اس خاندان میں
(البخاری باب صفۃ النبی)	آیا جس میں ہوں۔

دوسرا مقدمہ

یہ بات بھی ثابت اور حقیقت ہے کہ زمین کبھی سات ایسے مسلمانوں سے خالی نہیں رہی جن کے سبب اللہ تعالیٰ زمین والوں پر عذاب ٹالتا تھا۔

۱۔ امام عبدالرزاق نے مصنف میں' ابن منذر نے تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ (جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

لم یزل علی وجہ الدہر فی الارض سبعۃ مسلمون فصاعدا فلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیھا	روئے زمین پر ہمیشہ سے سات سے زائد مسلمان رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے برباد ہو جاتے۔

۲۔ امام احمد نے "الزھد" میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں سند صحیح (جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض	حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے سات افراد سے خالی نہیں رہی جن کے سبب اللہ زمین والوں پر عذاب دور کرتا ہے۔

. ان دونوں مقدمات کو ملا لو تو وہی نتیجہ نکلے گا جو امام رازی نے فرمایا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے ہر ایک ہر زمانے میں ان سات افراد میں سے ہیں تو ہمارا دعویٰ ثابت اور اگر وہ غیر ہیں تو دو امور میں سے ایک ضرور لازم آئے گا۔

۱۔ یا تو دوسرے ان سے بہتر ہونگے تو یہ بات حدیث صحیح کی مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

۲۔ یا یہ مشرک ہونے کے باوجود بہتر ہونگے اور یہ بالا جماع باطل ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

ولعبد مؤمن خیر من مشرک — اور مومن غلام مشرک سے بہتر ہے۔

(البقرہ، ۲۲۱)

تو لازماً ماننا پڑے گا کہ وہ توحید پر تھے تاکہ وہ ہر دور کے لوگوں سے افضل قرار پا سکیں۔

دلیل خاص

اس پر دلیل خاص یہ ہے کہ ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

مابین نوح الی آدم من الاباء کانوا علی الاسلام — حضرت نوح سے لے کر حضرت آدم تک تمام آباء اسلام پر تھے۔

(الطبقات ۱،۴۲)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر، بزار نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

کان بین آدم ونوح عشرۃ قرون کلھم علی شریعۃ من الحق فاختلفوا فبعث اللہ النبیین — حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرون ہیں، تمام کے تمام شریعت حقہ پر تھے پھر لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔

(المستدرک ۲:۵۹۶)

اور فرمایا — حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت اسی طرح ہے۔

کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا — لوگ امت واحدہ تھے پھر انہوں نے اختلاف کیا۔

(البقرہ، ۲۱۳)

قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح' ۲۸)	اے میرے رب مجھے معاف فرما دے میرے والدین کو اور جو بھی حالت ایمان میں میرے گھر داخل ہو جائے۔

حضرت سام بن نوح کا مومن ہونا تو نص قرآن اور اجماع سے ثابت ہے بلکہ بعض روایات کے مطابق یہ نبی ہیں۔ ان کے صاحبزادے ارفخشذ کے ایمان پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت شاہد ہے جسے ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں نقل کیا جس کے الفاظ ہیں۔

ادرک جده نوحا ودعاله ان یجعل الله الملک والنبوة فی ولده	انہوں نے اپنے جد حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں نے دعا کی اللہ ان کی اولاد میں حکومت اور نبوت عطا فرما۔

ابن سعد نے طبقات میں بطریق کلبی نقل کیا ہے لوگ بابل میں حضرت نوح علیہ السلام کے عہد تک اسلام پر رہے یہاں تک کہ نمرود حکمران بنا اس نے لوگوں کو بتوں کی عبادت کی طرف بلایا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر عہد نمرود میں ہوئے۔

(الطبقات' ۱'۴۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں فرمان مبارک ہے۔

واذقال ابراہیم لابیه وقومه اننی براء مما تعبدون الاالذی فطرنی فانه سیهدین وجعلها کلمة باقیة فی عقبه (الزخرف ۲۶ تا ۲۸)	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا' اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام

رکھا۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس اور مجاہد سے اس فرمان باری تعالیٰ ۔

وجعلها کلمة باقیة فی عقبه — اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا۔

کی تفسیر میں نقل کیا

لا اله الا الله باقیة فی عقب ابراہیم — حضرت ابراہیم کے بعد لا الہ الا اللہ باقی رہا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس فرمان باری تعالیٰ کے بارے میں مروی ہے۔

شهادة ان لا اله الا الله والتوحید — اس سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت اور توحید ہے۔

(جامع البیان ۳ ۰۰)

حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے ایسے لوگ ہمیشہ موجود رہے جو اس کلمہ توحید کے قائل تھے

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

واذقال ابراہیم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم ۳۵) — جب ابراہیم نے عرض کیا اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پوجا سے محفوظ رکھنا۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا

فاستجاب الله لابراہیم دعوته فی ولده فلم یعبد من ولده صنما بعد دعوته — اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد کے حق میں دعا قبول کی تو دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بھی بت پرستی نہیں کی۔

(جامع البیان ۸، ۲۹۹)

امام ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ حضرت سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا

هل عبد احد من ولد اسماعیل الاصنام — کیا اولاد اسماعیل میں سے کسی نے بت پرستی کی؟

انہوں نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا۔

اجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام — مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے محفوظ رکھنا۔

عرض کیا گیا اس میں حضرت اسحاق کی اولاد اور باقی سیدنا ابراہیم کی اولاد شامل ہو گی؟ فرمایا حضرت ابراہیم نے اس شہر کے اھل کے لئے دعا کی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں یہاں ٹھہرائے تو یہ بتوں کی پوجا نہ کریں تو عرض کیا

اجعل هذا البلد آمنا — اے اللہ اس شہر کو امن والا بنا۔

انہوں نے تمام شہروں کے لئے دعا نہیں کی تھی ان کی عرض تو یہ تھی۔

واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے بچا۔

اس میں انہوں نے اپنے اھل کو مخصوص کیا ہے اسی طرح عرض کیا

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوة — اے ہمارے پروردگار میں اپنی اولاد کو ٹھہرایا ہے اس وادی میں جو سبز بھی نہیں تیرے مقدس گھر کے پاس اے ہمارے پروردگار تاکہ یہ نماز قائم رکھیں۔

(ابراہیم' ۳۷)

امام ابن منذر نے ابن جریج کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقیم الصلوة ومن ذریتی — اے میرے رب مجھے نماز قائم رکھنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت یہ قول نقل کیا ہے۔

فلن یزال من ذریته ابراہیم ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ناس علی الفطرۃ یعبدون اللّٰہ سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہتے ہوئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

بخاری وغیرہ میں بہت سی صحیح احادیث اور علماء کے کثرت کے ساتھ اقوال بتاتے ہیں کہ عربوں میں سے کسی نے عہد ابراہیمی سے لے کر عہد عمرو بن عامر خزاعی تک کفر و شرک نہیں کیا۔ اس آدمی کو عمرو بن لحی بھی کہا جاتا ہے یہ پہلا شخص تھا جس نے بتوں کی عبادت کی اور دین ابراہیمی میں تبدیلی پیدا کی۔

شہرستانی کا قول

شیخ شہرستانی نے "الملل والنحل" میں کہا ہے عربوں میں دین ابراہیمی اور توحید شائع اور موجود تھی' سب سے پہلے جس نے اسے بدلا اور بتوں کی عبادت شروع کی وہ عمرو بن لحی ہے۔

(کتاب الملل' ۲'۲۴۳)

سہیلی کی تحقیق

انہوں نے روض الانف میں لکھا جب خزاعہ کا بیت اللہ پر قبضہ ہوا اور انہوں نے بنو جرھم کو مکہ سے نکال دیا تو عربوں نے عمرو بن لحی کو رب مان لیا وہ جو ان کے لئے بدعت ایجاد کرتا اسے وہ شریعت سمجھ لیتے۔

(الروض الانف' ۱'۶۲)

تلبیہ میں اضافہ

ابن اسحاق کہتے ہیں یہ اولین شخص ہے جس نے حرم کعبہ میں بت داخل کئے اور لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف ابھارا' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے تلبیہ کے

الفاظ یہ تھے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک

حتی کہ عمرو بن لحی کا دور آیا وہ تلبیہ کہنے لگا تو شیطان نے بھی بصورت بوڑھا اس کے ساتھ تلبیہ شروع کیا جب عمرو نے لبیک لاشریک لک کہا تو اس بوڑھے نے ان الفاظ کا اضافہ کیا تملکہ وما یملک الاشریکا ھولک' عمرو نے انکار کرتے ہوئے پوچھا یہ کیا؟ بوڑھا کہنے لگا۔ تملکہ ومایملک

اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں تو عمرو نے تلبیہ میں یہ اضافہ کیا پھر عربوں نے یہ کلمات شروع کر دیئے۔

(الروض الانف' ۱'۶۲)

اور عمرو بن لحی کا دور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت کنانہ کے قریب ہے۔

ان کا تذکرہ خیر سے کرو

ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور اسد تمام کے تمام ملت ابراہیمی پر تھے ان کا تذکرہ خیر پر ہی کیا کرو۔

مضر کو برا نہ کہو

ابن سعد نے طبقات میں حضرت عبداللہ بن خالد سے مرسلاً ذکر کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لاتسبوا مضر فانہ کان قد اسلم — مضر کو برا نہ کہا کرو وہ تو مسلمان تھے۔

(طبقات' ۱:۵۸)

ربیعہ اور مضر مومن تھے

سہیلی نے روض الانف میں کہا حدیث میں ہے کہ مضر اور ربیعہ کو برا نہ کہو۔

فانهما کانا مومنین — وہ دونوں صاحب ایمان تھے۔

(الروض الانف' ۱:۸)

الیاس بھی مومن تھے

زبیر بن بکار نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الیاس کو برا نہ کہو وہ مومن تھے۔

ان کے بارے یہ بھی منقول ہے۔

کان یسمع فی صلبه تلبیة النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم بالحج — ان کی پشت سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج کا تلبیہ سنا کرتے۔

(الروض الانف ۱:۸)

کعب بن لوی نے جمعہ کا اجتماع شروع کیا' اس دن قریش وہاں جمع ہوتے وہ انہیں خطاب کرتے اور حضور کی بعثت کا ذکر کرتے اور بتاتے وہ میری اولاد میں سے ہیں' وہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی تعلیم دیتے' ان سے کچھ اشعار منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

یالیتنی شاهدا نجواء دعوته
اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں ان کی دعوت و اعلان کے وقت موجود ہوتا جب قریش حق کو مٹانے کی کوشش کریں گے) (الاروض الانف' ۱:۱۶)

پھر سہیلی کہتے ہیں کہ ماوردی نے کتاب الاعلام میں یہ روایت حضرت کعب سے ذکر کی ہے۔ (اعلام النبوہ' ۱۵۵)

میں کہتا ہوں اسے امام نعیم نے دلائل النبوہ میں بھی نقل کیا ہے۔

(دلائل النبوہ' ۱:۹۰)

تمام کے ایمان پر تصریحات

ہماری اس تمام گفتگو سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کعب بن لوئی اور ان کے بیٹے مرۃ تک کے ایمان پر تو تصریحات موجود ہیں ہاں آ ر کے معاملہ میں اختلاف ہے اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں تو پھر ان کا استثناء کر دیا جائے گا اور اگر وہ چچا ہیں جیسا کہ قول ہے تو پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اجداد سے خارج ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تمام سلسلہ نسب محفوظ و مامون ہو گیا باقی رہا معاملہ مرۃ اور عبد المطلب کے درمیان چار اجداد کا ان کے بارے میں مجھے کوئی تصریح نہیں ملی۔ اھ

عبدالمطلب کی وفات

عبدالمطلب میں اختلاف ہے۔ سہیلی نے روض الانف میں کہا حدیث صحیح میں آیا ہے ابوجہل اور ابن ابی امیہ نے ابوطالب کو کہا تو تم ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو تو انہوں نے کہا نہیں میں ان کی ملت پر ہی ہوں۔ یہ حدیث ظاہرًا تقاضا کرتی ہے کہ عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا پھر لکھا میں نے مسعودی کی کتب میں عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے ان کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مسلمان فوت ہوئے کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کے دلائل دیکھے اور ان پر واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم توحید کا پیغام لے کر ہی مبعوث ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

(الروض ۱:۲۵۹)

لیکن مختار یہی ہے کہ انہیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی جیسا کہ بخاری کی حدیث بھی ہے۔

نوٹ: ان چار کے تفصیلی حالات کے لئے بلوغ الارب از محمود شکری کا مطالعہ نہایت مفید ہے قادری۔

امام حلیمی کی گفتگو

امام حلیمی نے شعب الایمان میں ذکر کیا' مسلم کی حدیث ہے' میری امت میں چار چیزوں کو ترک نہیں کیا جائے گا' اُن میں سے حسب و نسب پر فخر کرنا ہے الحدیث۔

اس کے بعد یہ سوال اٹھایا کہ اگر اس کے مقابل وہ احادیث لائی جائیں جن میں خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان و نسب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا بنو کنانہ' قریش اور بنو ہاشم کو اللہ تعالیٰ نے تمام پر فضیلت دی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ یہاں اس سے مراد فخر کرنا نہیں بلکہ ان لوگوں کے مراتب و درجات اور مقامات کا تذکرہ مقصود ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے میرے والد مجتہد ہیں اس سے فخر مقصود نہیں بلکہ اپنے والد کا حال بیان کرنا مقصود ہے پھر فرمایا

قد یکون به الاشارة بنعمة علیه فی نفسه وآبائه علی وجه الشکر	اس میں اپنی ذات اور اپنے آباء پر ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نوازشوں پر شکر بھی ہے۔

تو یہ فخر و تکبر ہرگز نہیں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسے نقل کر کے اس کی تائید کی۔

(شعب الایمان' ۴' ۲۹۱)

حافظ شمس الدین کے اشعار

حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی نے ان اشعار میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

تنقل احمد نوراعظیما … تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا … الی ان جاء خیر المرسلینا

(نور احمدی عظیم نور کی صورت میں ساجدین کی پیشانیوں میں چمکتا رہا۔ اعلیٰ سے

اعلیٰ خاندانوں سے منتقل ہوتا ہوا خیر المرسلین کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)

والدہ ماجدہ کے اشعار مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے حق میں جس طرف میلان ہونا چاہیے' اس کے بارے میں امام ابونعیم نے سند ضعیف کے ساتھ دلائل النبوہ میں بطریق زہری انہوں نے ام سماعہ بنت ابی رھم سے' انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا جس مرض میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا میں وہاں موجود تھی۔ ان دنوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پانچ سال کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ کی طرف دیکھا اور یہ اشعار کہے

بارک فیک اللہ من غلام   یاابن الذی من حومتہ الحمام

(اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے اس شخصیت کے بیٹے جس نے موت کے حملہ سے نجات پائی)

نجابعون الملک المنام   فودی غداۃ الضرب بالسھام

(اللہ تعالیٰ مالک و علام کی مدد سے قرعہ اندازی کے دن ان کا فدیہ دیا گیا)

بمائۃ من ابل سوام   ان صح ماابصرت فی المنام

(سو قیمتی اونٹوں کے ساتھ تاکہ اس کی تعبیر ہو جائے جو خواب میں دیکھا)

فانت مبعوث الی الانام   من عند ذی الجلال والاکرام

(آپ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اللہ صاحب جلال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل والحرم   تبعث بالتحقیق والاسلام

(آپ حرم و غیر حرم کے نبی ہی آپ کو اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا ہے)

دین ابیک ابراھم   فاللہ انھاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم صالح کا دین ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت سے منع فرمایا ہے۔)

ان لا تو الیا مع الاقوام

اور تم اپنی امت کے ساتھ ان سے بچنا

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے فرمایا ہر زندہ مرنے والا ہے ہر جدید پرانا ہونے والا ہے' ہر صاحب کثرت فنا ہو جائے گا میں جا رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی ہے' میں نے خیر چھوڑی ہے اور پاکیزہ کو جنم دیا ہے اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔

خاتمہ

امام ابوبکر کا فتویٰ

میرا دعویٰ یہ ہرگز نہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے بلکہ یہ اختلافی ہے لیکن میں نے نجات کے اقوال ہی نقل کئے ہیں کیونکہ اس مقام کے مناسب وہی تھے ہمارے شیخ کے والد شیخ کمال الدین شمنی کا بیان ہے' امام قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد دوزخی ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

انه ملعون لان الله تعالى يقول ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة (الاحزاب ۵۷)

وہ شخص لعنتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

پھر فرمایا

ولا اذى اعظم من ان يقال عن ابيه انه في النار

اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان کے والد دوزخی ہیں۔

اوب کیجئے

امام سہیلی نے روض الانف میں حدیث مسلم ذکر کی اور پھر کہا ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات کریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے زندوں کو مردوں کی وجہ سے تکلیف نہ دیا کرو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ — بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔

پھر لکھا معمر بن راشد نے حدیث مسلم اور الفاظ سے نقل کی ہے اور پھر حدیث غریب ذکر کی جو ممکن ہے صحیح ہو پھر والدین کے زندہ ہونے والی روایت کا تذکرہ کیا۔

(الروض الانف '۱' ۱۰۲)

قاضی عیاض شفاء میں لکھتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے منشی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسے کلمات کہے تو اسے معزول کر دیا اور کہا آئندہ تم ہمارے لئے نہیں لکھو گے۔

(الشفاء '۲' ۹۹۳)

حلیہ ابو نعیم میں بھی یہ روایت ہے شیخ ہروی کی ذم الکلام میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے یہ سنا تو سخت ناراض ہوئے اور اسے اپنے دیوان سے نکال دیا۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب



إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

پارہ ۲۲ سورہ احزاب

بتصحیح ابو الرشید محمد عبد العزیز خطیب جامع مسجد مزنگ لاہور

رسالہ متبرکہ

مسمّٰی بہ

هدایة الغبی الی اسلام آباء النبی

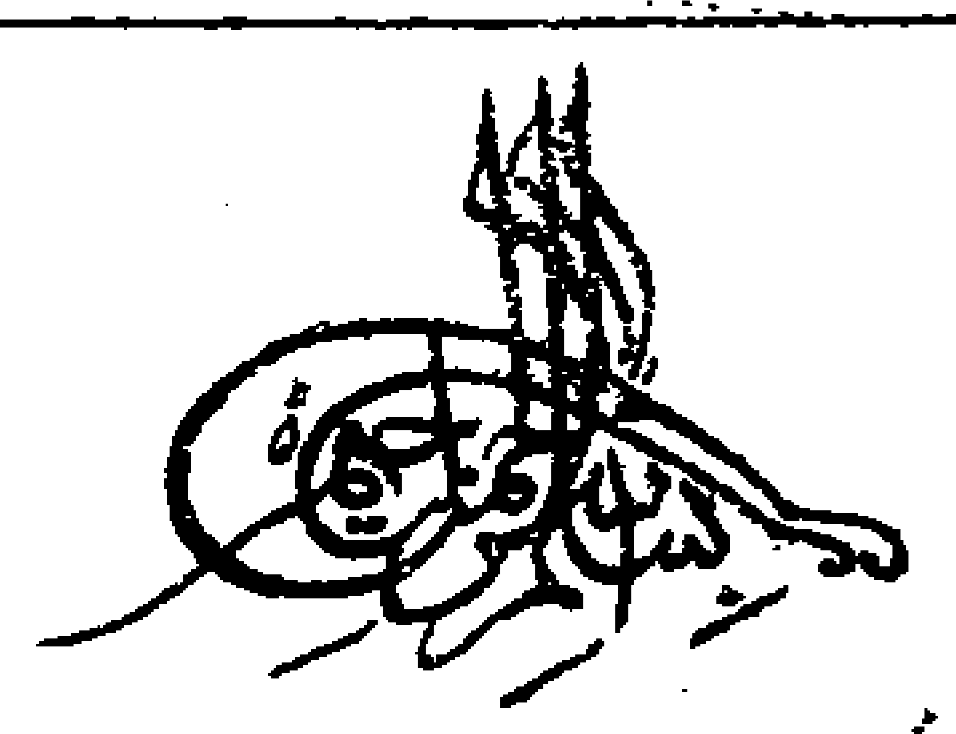
من تصنیف عالم اجل فاضل بے بدل مولانا ذی عبد الغفار شاہ صاحب معسکر بنگلوری

میں بدلائل آیات شریفہ معہ استدلال مفسرین واحادیث لطیفہ و دلائل الخیرات و اقوال مذاہب اربعہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضور سرور دو جہان رسول انس و جان احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء شریفہ و امہات لطیفہ حضرت آدم و حوا علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضرت عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک سب کے سب مومن و مسلمان تھے۔ اور یہی عقیدہ و مسلک جمہور علماء اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس رسالہ میں معترضین کے کل سوالات بعینہٖ نقل کر کے جوابات شافیہ بادلہ قویہ دیئے ہیں۔ اہل عقیدت و محبان رسول اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تحفہ نایاب ہے ؎

ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

ملنے کا پتہ: صوفی احمد دین آرمی پریس ہسپتال روڈ لاہور

دیوان پرنٹنگ ورکس میں باہتمام بابو دیوان سنگھ پرنٹر طبع شد



کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سرور انبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام وامہات عظام حضرت آدم وحوا علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبد اللہ وآمنہ تک مومن مسلمان تھے۔ یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب ھو اللہ الملھم بالحق والصواب

حامداللہ ومصلیا ومسلما علیٰ رسولہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

صورت مسئولہ مصدرہ میں جاننا چاہیئے۔ کہ سرور کائنات مفخر موجودات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین احمد مجتبےٰ حضرت محمد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام وامہات عظام حضرت آدم وحوا علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبد اللہ وآمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما تک مومن ومسلمان تھے یہی ہے۔ اعتقاد جمہور حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت عظمیٰ وخصوصیت کبرےٰ ثابت ہوتی ہے۔ اس پر آیات شریفہ واحادیث لطیفہ واقوال فقیہہ مبین وشاہد ہیں۔

فصل پہلی آیات شریفہ میں

جس سے سرور دوجہان کے تمام آباء کرام وامہات عظام کا مومن مسلمان ہونا ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ سورۂ شعراء میں فرماتا ہے۔ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۱؎ اور توکل کر اوپر غالب مہربان کے جو دیکھتا ہے تجھ کو

۱؎ پارہ ۱۹، رکوع آخری سورہ شعراء (ابوالرشید غفی عنہ)

جو وقت کہ اٹھتا ہے۔ تو اور پھرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے تحقیق وہ ہے سننے والا اور جاننے والا
اس آیت کے معنوں میں سے ایک معنی یہ بھی ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نور شریف ساجدوں
سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا تو آیت اس پر دلیل ہے۔ کہ سب آباء کرام و امہات عظام آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمین تھے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی افضل القریٰ لقراء ام القریٰ میں فرماتے ہیں۔
وایضاقال تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین علی احد التفاسیر فیہ ان المراد تنقل نورہ من ساجد الی
ساجد وحینئذ فھذا صریح فی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امنة وعبد اللہ
من اھل الجنة لانھما اقرب المختارین لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھذا
ھو الحق اور آیہ کریمہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ۔
کی بھی ایک تفسیر یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور شریف ایک ساجد سے
دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے والدین حضرت آمنہ و حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل جنت سے ہیں۔
کہ وہ تو ان سب بندوں میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لئے چنا تھا قریب تر ہیں۔ اور یہی قول حق ہے۔ اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں
جو ام التفاسیر ہے۔ تحت آیت وتقلبک فی الساجدین کے لکھا ہے۔ ویقال فی اصلاب
ابائک الاولین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور شریف اپنے آباء کرام کے
اصلاب سے ساجدوں سے ساجدوں کی طرف نقل کرتا ہوا آتا تھا۔ مطلب یہ کہ تمام آباء
کرام و امہات عظام آپ کے مسلمین تھے۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوت کی
جلد اول وصل دوم میں فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ ملخصاً یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا نور شریف آدم سے حوا علیہا السلام میں منتقل ہوا اور ان سے شیث علیہ السلام پیدا ہوئے ان میں یہ نور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوا آدم علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کو وصیت کی کہ نہ رکھے اس نور
شریف کو مگر نساء طاہرات میں اور شیث علیہ السلام سے جب وہ نور ان کے فرزند انوش میں
منتقل ہوا شیث علیہ السلام نے انوش کو یہی وصیت کی اور ہمیشہ جاری تھی یہ وصیت اور نقل
کئے جاتا تھا۔ یہ نور ایک قرن سے دوسرے قرن[1] تک یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے

[1] پشت در پشت

اس نور کو عبدالمطلب میں جلوہ گر کیا بعدہ وہ نور ان کے فرزند حضرت عبداللہ میں آیا جس سے سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور میں آئے اور پاک گردانا اللہ تعالے نے اس نسب شریف کو سفاح جاہلیت سے یعنے عرب کے ایام جاہلیت میں یہ عادت تھی کہ غیر اشراف اپنی لڑکیوں کو شرفاء کے پاس روانہ کرتے تھے تاکہ وہ عورتیں ان سے حاملہ ہوں یا کبھی ایسا ہوتا کہ مرد عورت سے کئی روز پہلے زنا کرتا بعد اس کو نکاح کرتا اس سے اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک و مصفا رکھا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصلاب طیبہ سے طرف ارحام طاہرہ کے نقل کرتے ہوئے آدم و حوا علی نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام سے اپنے والدین عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالے عنہما تک آئے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما نے ایسا ہی وتقلبک فی الساجدین کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ یعنی آپ کا نور شریعت نقل کرتا آتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ آمنہ رضی اللہ تعالے عنہا سے پیدا ہوئے۔ ایسا ہی لکھا ہے۔ امام حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دیگر اپنے رسالہ خمسہ میں خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اور علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری نے تاریخ الخمیس فی احوال النفس نفیس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم میں اور علامہ سید محمد البرزنجی نے اپنے رسالہ اسلام آباء کرام میں اور دیگر علماء نے اپنے رسائل میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیت شریفہ کے معنے مفسرین نے بہت کئے ہیں۔ پس خاص اس معنے پہ تحمیل کیسی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا بہت معانی پہ مشتمل ہونا خاص اس معنے کی تحمیل کو مضر نہیں کیونکہ آیت کا ہر ایک معنی پہ حمل واجب ہوتا ہے۔ اور ہر ایک معنی پہ تحمیل کرنی واجب لا احتجاج ہو جاتا ہے جیسا کہ مواضع شتے سے تفسیر کبیر کے ظاہر ہے۔ ایسا ہی لکھا ہے۔ تفسیر اتقان فی علوم القرآن میں امام جلال الدین سیوطی نے اور تفسیر احمدی میں ملا جیون حنفی نے اور دیگر مفسرین نے اپنی تفسیروں میں ثانیاً آیت اینکہ جو سورہ توبہ میں ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ الآیۃ اے مومنو کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ اس آیت سے بھی استدلال اسلام آباء کرام کا کیا جاتا ہے جیسے طور کہ سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم احادیث شریفہ میں فرماتے

ہیں۔ کہ میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بی بیوں کے پیٹوں میں ہے آدم و حوا سے عبداللہ و آمنہ تک جو میرے والدین ہیں منتقل ہوتا رہا تو ضرور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام طاہرین و امہات کرام طاہرات سب اہل ایمان و توحید ہوں بنص قرآن عظیم کسی کا فر و کا فرہ کیلئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں چنانچہ امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی نے افضل القراء لقراء ام القریٰ میں فرمایا۔ انّ اٰباء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر الانبیاء وامھاتہ الٰی اٰدم وحوا لیس فیھم کافر لان الکافر لا یقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم ولا طاھر بل نجس وقد صرحت الاحادیث بانھم مختارون وان الاٰباء کرام والامھات طاھرات یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کریم میں جتنے انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰت والسلام اجداد ہیں۔ وہ تو انبیاء ہی ہیں۔ ان کے سوا آپ کے تمام آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام تک جو ہیں۔ ان میں کوئی کافر نہ تھا کیونکہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک و طاہر نہیں کہا جاتا۔ بلکہ کفار نجس ہیں۔ مطابق (انما المشرکون نجس) کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباء الکرام و امہات عظام کی نسبت احادیث شریفہ میں تصریح فرمادی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں۔ آباء سب آپ کے کرام اور آپ امہات طاہرات ہیں۔ بعد امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی اور علامہ محمد بن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفا اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب اور علامہ محقق سنوسی اور اور علامہ سید محمد البرزنجی اور شیخ عبدالحق دہلوی حنفی اور شیخ نورالحق حنفی شارح بخاری اور محدث شیخ الاسلام شارح بخاری، اور امام مناوی اور امام بوصیری اور مولانا معین الدین ہروی[1]

---

[1] (۱) امام ابو حفص عمر بن احمد شاہین جن کی علوم دینیہ میں ۳۰۰ تصانیف ہیں۔ از انجملہ تفسیر ایک ہزار جز میں، و مسند حدیث ایک ہزار تین سو (۲) شیخ المحدثین احمد بن خطیب بغدادی (۳) حافظ الشان محدث ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر (۴) امام اجل ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی صاحب الروض (۵) حافظ الحدیث امام محب الدین طبری بقول علماء کرام بعد امام نووی آپ علم حدیث میں یکتا تھے (۶) امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر صاحب شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۷) امام حافظ الحدیث ابو الفتح محمد بن محمد بن سید الناس صاحب عیون الاثر (۸) علامہ صلاح الدین صفدی (۹) حافظ الشان شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی (۱۰) شیخ الاسلام امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی (۱۱) امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی (۱۲) امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر (۱۳) امام ابو عبداللہ محمد بن خلف مالکی شارح صحیح مسلم (۱۴) امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی صاحب تذکرہ (۱۵) امام فخر الدین رازی (۱۶) امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی صاحب افضل القریٰ (۱۷) شیخ نورالدین علی بن الجزار مصری صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بفضل اللہ تعالیٰ فی الدارین من الناجین

وغیرہم اکابرین عظام نے ایسا ہی لکھے ہیں۔ ثالثاً آیت آئیکہ کہا اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور بیشک مسلمان غلام بہتر ہیں مشرک سے۔ اور فرماتا ہے وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ اور بیشک باندی مومنہ بہتر ہے مشرکہ سے۔ یہ دونوں آیت شریفہ سے امام جلال الدین سیوطی اپنے رسالوں میں اسلام آباء کرام و امہات عظام پر بدیں طور استدلال کیا ہے۔ کہ آیت قرآنیہ ناطق ہے کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم ہو کسی غلام مومن یا باندی مومنہ سے خیر و بہتر نہیں ہو سکتا اور بخاری شریف وغیرہ کی احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین یعنی حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما تک خیار قرآن سے تھے۔ تو واجب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک تمہیں بندگان مومن و صالح سے ہوں انتہی ملخصاً علامہ سید محمد البرزنجی نے[1] اپنے رسالہ میں اس کی تائید و تقویت کی ہے۔ ایسا ہی دوسرے اکابر اپنے رسالوں میں۔ رابعاً آیت آئینکہ اللہ تعالیٰ آخر سورہ براءت میں فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ بفتح فاء بعض قراء یعنے اَنْفَسِكُمْ پڑھتے ہیں۔ اس صورت پر آیت کریمہ کے یہ معنے ہوئے تحقیق۔ آیا تمہاری طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفیس تر تمہارے سے چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔ وقرئ من اَنفسکم ای اشرفکم بعض قراء نے بفتح فا پڑھا ہے۔ یعنے آیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف بزرگ تر تمہارے ایسا ہی ہے تفسیر کبیر میں اور شفا لئے قاضی عیاض کے ابتداء رسالے کے

---

[1] بقیہ حاشیہ ۱۸ ا علامہ عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر ۱۹ ا علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فارسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ۲۰ ا امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب ۲۱ ا علامہ محقق زین الدین بن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر ۲۲ ا سید شریف علامہ احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر ۲۳ ا علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب الخمیس فی انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۴ ا علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحب نسیم الریاض ۲۵ ا علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار ۲۶ ا علامہ صاحب کنز الفوائد ۲۷ ا مولانا بحر العلوم ملک العلماء عبدالعلی صاحب فواتح الرحموت ۲۸ ا علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی درمختار ۲۹ ا علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی صاحب رد المحتار وغیرہم من العلماء الکبار والمحققین الاخیار۔ از رسالہ شمول الاسلام مصنفہ مولانا احمد رضا خان صاحب ناقل

ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب جامع مسجد مرید مرزل مزنگ لاہور

الفصل الاول میں ہے۔ کقوله تعالیٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم الآیہ قال السمرقندی وقرء بعضهم من انفسکم بفتح الفاء وکونه من اشرفهم وارفعهم وافضلهم علی قراءة الفتح یعنی امام الجلیل ابو اللیث نصر سمرقندی الحنفی نے فرمایا کہ بعض قراء نے فتح فا سے پڑھا یہ جو قراء بفتح فا پڑھتے ہیں۔ اس سے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت ورفعت وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی شفاء نے قاضی عیاض کے ابتداء رسالے میں ہے۔ وروی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ من انفسکم قال نسبا وصهرا وحسبا ولیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلها نکاح قال ابن الکلبی کتبت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس مائة ام فما وجدت فیهن سفاحا ولا شیئا مما کان علیه الجاهلیة یعنی مروی ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا انہوں نے کہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انفسکم بفتح اور فرمایا اس تغیر کو تحقیق آیا تمہاری طرف میں نفیس تر اور عمدہ تر از روئے حسب اور نسب کے اور نہیں تھا میرے آباء کرام میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک سفاح بلکہ نکاح تھا ایام جاہلیت میں بغیر نکاح کے عورت کو چند روز رکھ لیا کرتے تھے بعد اس کے نکاح کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نفی فرمائی اور فرمایا میرے آباء کرام آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک اہل اسلام تھے اور امام ابن الکلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے امہات کرام کا سلسلہ پانچسو[1] امہات تک لکھا ہے۔ میں نے نہیں پایا میں سفاح کو اور نہ ایام جاہلیت کے کسی شی کو یعنی تمام امہات کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مومنہ ومتقیہ تھیں اور شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ کی جلد اول حصہ دوم باب اول کی فصل میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ پڑھے آنحضرت لقد جاءکم رسول من انفسکم بفتح فا اور اپنی زبان درفشاں سے فرمایا کہ میں نفیس ترین تمہارے کا ہوں از روئے نسب وصہر وحسب کے اور نہیں تھا بیچ آباء کرام میں آدم علیہ السلام سے لیکر میرے والدین تک سفاح بلکہ نکاح تھا۔ اور بیہقی میں ہے

---

[1] پانچسو امہات سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نانیاں اور ان کی بہنیں وغیرہ اور دادیاں اور پھوپھیاں وغیرہ مراد ہیں

کہ نہیں تھا۔ میرے آباء کرام میں سفاح بلکہ نکاح اسلام تھا۔ یعنے میرے آباء کرام تمام مسلمین تھے ان آیات سابقہ و احادیث لاحقہ سے جیسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک مسلمین تھے اسی طرح یہ بھی واضح و ثابت ہو گیا۔ آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں تھے بلکہ چچا تھے ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔ جو مومن و متقی تھے۔ اور قرآن شریف میں جو اَبِیْهِ اٰزَرَ آیا ہے۔ اب سے مراد مجازاً چچا ہے۔ عرب کی عادت ہے۔ کہ چچا کو باپ کہتے ہیں اور چچا کی تعظیم باپ کے برابر کرتے ہیں۔ قرآن شریف و احادیث مطہرہ میں اس کی بہت نظیریں ملتی ہیں۔ چنانچہ ایک مثال و بیانی ہے۔ جو قرآن شریف کی سورہ بقرہ میں اولاد یعقوب سے حکایت ہے جو اپنے والد کو خطاب کر کے کہتے تھے۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا یعنے کہتے تھے۔ وہ عبادت کریں گے۔ ہم تیرے خدا کی اور تیرے باپوں کے خدا کی جو ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق ہیں۔ حالانکہ اسمٰعیل علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔ ان کو مجازاً اب کہا گیا۔ اس آیت کے ذیل میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر کے الجزء الاول میں فرماتے ہیں۔ بل الجواب ان یقال انہ اطلق لفظ الاب علی الجد وعلی العم وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی العباس ھذا بقیۃ اٰبائی وقال ردوا علی ابی فدل ذلک علی نحو ذکرنا علی سبیل المجاز یعنے مجازاً عرب میں اب کا اطلاق چچا اور دادا پر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے۔ یہ میرے باپ ہیں۔ اور فرماتے پھیرو میرے پر باپ کو یعنی چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور تفسیر مدارک میں ہے وجعل اسمٰعیل من جملۃ اٰبائہ وھو عمہ لان العم اب قال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی العباس ھذا بقیۃ اٰبائی اس کا ترجمہ اوپر گذرا۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ عد اسمٰعیل من الاٰباء تغلیب ولان العم بمنزلۃ الاب اور تفسیر ابو السعود میں ہے۔ وعد اسمٰعیل من اٰبائہ تغلیبا للاب والجد لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عم الرجل صنو ابیہ وقولہ علیہ السلام فی العباس ھذا البقیۃ اٰبائی تفسیر بیضاوی میں ہے۔ وعد اسمٰعیل من اٰبائہ تغلیبا للاب والجد لانہ کالاب لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عم الرجل صنو ابیہ کما قال فی العباس رضی اللہ عنہ ھذا بقیۃ اٰبائی اور

تفسیر حسینی میں ہے ۔ و اسمٰعیل را کہ عم او بود ہم پدر خوانند ۔ زیرا کہ عرب عم را اب گویند و حضرت
او برابر پدر بجا آرند و ایں نظر بر اتحاد و اصل است ان تمام عبارتوں کا ترجمہ مثل اوپر کے ہے
علماء نے اسی پر لابیہ آزر کو محمول فرمایا بہ سبب ورود آیات سابقہ و احادیث لاحقہ کے
جیسا کہ تفسیر کبیر کے الجزء الرابع میں ہے ۔ الوجہ الرابع ان والد ابراھیم علیہ السلام کان
تارخ والازر کان عما لہ والعم قد یطلق علیہ اسم الاب کما حکی اللّٰہ تعالیٰ عن اولاد
یعقوب اِنَّھُمْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ومعلوم ان
اسمٰعیل کان عما لیعقوب وقد اطلقوا علیہ لفظ الاب فکذا ھٰھنا یعنی چوتھی وجہ یہ
کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ تارخ اور ان کے چچا آزر تھے ۔ اور چچا کو قرآن شریف میں اسم
اب اطلاق کیا گیا ہے ۔ جیسا کہ حکایت کرتا ہے اللّٰہ تعالےٰ اولاد یعقوب سے کہ کہتے
وہ عبادت کرتے ہیں تیرے خدا کی اور تیرے باپوں کے خدا کی جو ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق
علیہم السلام تھے ۔ اور اتفاق ہے اس پر کہ اسمٰعیل علیہ السلام چچا تھے یعقوب علیہ السلام
کے پس انہوں نے اب اطلاق کیا پس ایسا ہے لابیہ آزر کو محمول کرنا چاہیے ۔ ایسا ہی
لکھا ہے امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء فی والدی المصطفےٰ میں اور تکرم
اپنے رسائل خمسہ میں اور علامہ ابن حجر مکی نے افضل القراء لقراء ام القریٰ میں ایسا ہی لکھا
ہے تفسیر ابن المنذر و دیگر تفاسیر معتبرہ میں ایسا ہے ۔ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رضی
اللّٰہ تعالےٰ عنہما اور مجاہد اور ابن جریج سے تصریحاً مروی ہے ۔ اور اہل تواریخ کا بھی اس
پر اتفاق ہے ۔ جیسا کہ لفظ آزر کی تشریح میں منتخب اللغت شاہجہانی میں ہے ۔ و ظاہر
قرآن دلالت میکند کہ نام پدر ابراہیم علیہ السلام است و اہل تواریخ گفتہ اند کہ آزر عم ابراہیم
علیہ السلام است و نام پدرش تارخ است و عرب بسیار است کہ عم را پدر گویند و احتمال دارد
کہ اب در قرآن بمعنی عم باشد بنا بریں ایں قول اہل تواریخ مخالف نص کتاب نیست مختصر
مطلب یہ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے ۔ اور ان کے باپ کا نام تارخ تھا ۔ اور
غیاث اللغات میں ہے ۔ و اہل تاریخ گویند کہ نام عم ایشاں است و اکثر اہل عرب عم
را نیز پدر گویند لہٰذا مخالف قرآن نیست از منتخب ۔ و کشف و مدار اس کا ترجمہ اوپر گزرا

ایسا ہی ہے۔ دیگر لغات معتبرہ میں[1]

فصل دوسری احادیث شریفہ میں

جن سے سرورِ دو عالم کے تمام آباء شریفہ و امہات لطیفہ آدم و حوا علیٰ نبینا علیہما الصلوٰۃ والسلام سے عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک مومنین تھے چنانچہ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کی کتاب الفضائل میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ یعنے روایت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا گیا ہوں میں بہتر طبقوں سے بنی آدم کے ہر زمانے میں یہاں تک کہ ہوں میں اس طبقہ میں جو بہترین طبقہ ہے اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ الفصل الاول عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا۔ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برانگیختہ شدہ و فرستادہ شدہ ام من از بہترین طبقات فرزندان آدم علیہ السلام قرنے بعد از قرنے یعنے در ہر قرن در صلبہائے پدران مے گشتم و مراد بخیر قرون بنی آدم آن طبقہ ایست کہ پدران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دران طبقہ بودہ اند و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در اصلاب آنہا بود چنانچہ بعد از اسمٰعیل علیہ السلام کنانہ و بعد از وے قریش بود و بعد از وے ہاشم بود حتی کنت من القرن الذی کنت منہ تا آنکہ شدم از قرنے کہ شدم از وے اما آبائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ ایشان از آدم تا عبداللہ طاہر و مطہر اند از دنس کفر و رجس شرک چنانکہ خود فرمود بیرون آمدہ ام از اصلاب طیبہ بارحام طاہرہ انتہے ملخصا مختصر ترجمہ یہ کہ مراد خیر قرون سے بنی آدم کے وہ طبقہ ہے کہ اجداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طبقہ میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے صلبوں میں تھے۔ اور آباء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] اسی طرح تاج العروس میں بھی ہے۔ ۱۲ عبدالعزیز عفی عنہ

تک پاک ہیں۔ کفر کی برائی سے اور شرک کی پلیدی سے جیسا کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آباؤں میں پاک صلبوں سے طرف پاک رحموں کے ایسا ہی لکھتے ہیں یہ اس حدیث کی شرح میں محدث شیخ الاسلام حنفی شرح صحیح بخاری کی چھٹویں جلد میں اور محدث عبدالحق دہلوی تیسیر القاری شرح صحیح بخاری کے تیسرے جلد میں اور امام بدرالدین عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کی ساتویں جلد میں اور امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کی چھٹویں جلد میں اور امام شہاب احمد ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اور امام جلال الدین سیوطی مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ وغیرہ رسالوں میں اور علامہ ابن حجر مکی ہیتمی اپنے رسالہ میں اور علامہ حلبی اپنی شرح شفا قاضی عیاض میں اور علامہ محمد زرقانی شرح مواہب میں اور علامہ برزنجی مدنی اپنے رسالہ میں اور امام عبدالرؤف المناوی کتاب التیسیر بشرح جامع الصغیر کے جلد اول میں اور قطب زمان امام بوصیری عطاء رسول اپنا رسالہ ہمزیہ منظومہ میں اور علامہ محدث عطاء اللہ المعروف بہ جمال الحسینی روضۃ الاحباب کے ابتدا میں اور مولانا معین الدین ہروی معارج النبوۃ میں اور عارف سامی مولانا عبدالرحمن جامی اپنے شواہد النبوۃ اور دیگر علماء اپنے رسالوں میں دوسری حدیث محدث ابو نعیم دلائل النبوۃ میں لایا ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات خدامیت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا انہوں نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا تیسری حدیث بیہقی میں ہے عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شیئ من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن ادم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا

مروی ہے۔ انس بن مالک سے کہتے وہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ہوں۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم یوں ہی اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا کبھی لوگ جدا گروہ نہ ہوتے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں پیدا کیا تو میں اپنی ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح سے پیدا ہوا آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے والدین تک تو میں النفس کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر ہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی اور ابونعیم اور ابن عساکر نے الحاصل الفاظ مختلفہ سے احادیث کثیرہ اس بارے میں ہیں بخوف تطویل اجمال پر اکتفا ہوں۔ ورنہ بتفصیل چنانچہ چوتھی حدیث صحیح مسلم جلد دوم کے کتاب الفضائل میں اور ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف میں پانچویں حدیث ترمذی میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مطلب سے چھٹویں حدیث حاکم کی ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ سے ساتویں حدیث ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی کی وائلہ سے آٹھویں حدیث طبقات ابن سعد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نویں حدیث ملک العلما مولانا عبدالعلی حنفی شرح اسماء اصحاب بدر میں امام ابن حجر عسقلانی سے لائے ہیں۔ دسویں حدیث قاضی عیاض مالکی کی بروایت علی کرم اللہ وجہ گیارہویں حدیث ابن ابی العمر العدنی کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بارہویں حدیث سنن بیہقی کی طریق ثانی سے تیرھویں حدیث ابن عساکر کی چودھویں حدیث طبرانی کی طریق ثانی سے پندرھویں حدیث ابونعیم کی طریق ثانی سے اور دلائل المعجزات کے چوتھے حزب میں یوم الخمیس کے یہ درود شریف ہی

اللّٰھم صلّ علی محمد الکریم الامد لاف القائم بالعدل والانصاف المبعوث المنتخب سورۃ الاخیرات من اصلاب الشامخات والبطون الطاھرات المصطفی من منتاص عبد اللہ بن عبد المطلب بن عبد مناف الذی ھدیت به من الخرافات ربیت به سبیل العفاف۔

مختصر ترجمہ یہ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہیں جو برگزیدہ کیا اور چھانٹا ان کو ہمارے پاک صلبوں اور پاک رحموں سے مطلب یہ کہ آپ آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام سے لیکر اپنے ماں باپ تک اصلاب طیبہ اور

ارحام طاہرہ سے تشریف لائے تو لازم ہوا کہ آپ کے والدین سے حضرت آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام تک سب مومن و مسلمان تھے۔ پس دلائل الخیرات جو ملک عرب و عجم میں معتبر اور مشہور ترین کتاب ہے۔ جب اس میں صادق اس مسئلہ کی تشریح ہو تو بحث ہم کو گنجائش کہاں۔

فصل تیسری اقوال فقیہہ میں

شیخ عبدالحق دہلوی حنفی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ کے جلد اول میں فرماتے ہیں۔ پس تحقیق اثبات کردہ اند اسلام والدین بلکہ تمام آباء امہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا آدم علیہ السلام یعنی علماء نے ثابت کئے ہیں اسلام والدین بلکہ تمام آباء کرام و امہات عظام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدم علیہ السلام تک ایسا ہی لکھے ہیں۔ شیخ مذکور مدارج النبوۃ اور شرح سفر السعادت دیگر اپنے رسائل میں اور وہی شیخ ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ مو خدا تعالیٰ جزائے خیر دہد شیخ جلال الدین سیوطی را کہ دریں باب رسائل تصنیف کردہ اند افادہ و اجادہ نمودہ ایں مدعا را ظاہر و باہر گردانیدہ است و حاشا للہ کہ ایں نور پاک را در جائے ظلمانی پلید بنہند و در عرصات آخرت مخزی و مخذول گردانند یعنی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیوے شیخ جلال الدین سیوطی کو جو اسلام آباء کرام میں متعدد رسائل لکھے ہیں اس مدعا کو ظاہر کر کے تمام بیاں کا فائدہ ظاہر کئے ہیں۔ اللہ کی پناہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو نار یکی یعنی کفر کے رکھیں اور آخرت میں ان کی رسوائی کریں۔ اور علامہ سید محمد البرزنجی المدنی خاص اسلام آباء کرام میں ایک رسالہ مدلل لکھے ہیں اور علامہ شہاب الدین ابن الحجر ہیتمی اسلام آباء کرام میں ایک رسالہ فارسی لکھے ہیں۔ اور قاضی مولوی ارتضا علی خاں صاحب حنفی اسلام آباء کرام میں ایک فارسی رسالہ لکھے ہیں۔ جو تنبیہ الغفول فی اسلام آباء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پس اسی طرف گئے ہیں جمہور علماء جیسے امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب اور علامہ حسین بن محمد دیار بکری صاحب الخمیس فی احوال نفس نفیس اور امام شہاب احمد بن حجر عسقلانی اور علامہ نور الحق دہلوی

لہ باب زیارۃ قبور صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۲۷۷ء تصحیح ابو رشید عفی عنہ ملے صفحہ ۲۹۹ عارف نبوی مدرسہ شمس بیمار لالہ

حنفی شارح بخاری اور علامہ شیخ الاسلام حنفی شارح بخاری اور امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی صاحب الحاوی الکبیر اور مولانا عبدالعلی بحر العلوم لکھنوی اور علامہ سید محمد ابن عابدین شامی صاحب رد المحتار حاشیہ در مختار اور امام عبدالرؤف المناوی صاحب التیسیر شرح جامع الصغیر اور قطب امام ابو عبداللہ بوصیری عاشق رسول صاحب ہمزیہ و قصیدہ بردہ اور قطب زمان امام ابو عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی صاحب دلائل الخیرات اور علامہ محدث عطاء اللہ المعروف بہ الجمال الحسینی صاحب تحفۃ الاحباب اور مولانا معین الہروی صاحب معارج النبوۃ اور مولانا عارف نامی عبدالرحمن جامی صاحب شواہد النبوۃ اور قاضی القضاۃ بحر العلوم زمان مولانا موسیٰ ارتضا علی خان صاحب تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آباء الرسول اور مولوی محمد باقر آگاہ مدراسی صاحب ہشت بہشت وغیرہم من علماء الکبار و المحققین الاخیار علیہم جمیعاً رحمۃ اللہ العزیز الغفار اگر کوئی یہ کہے تفسیر کبیر میں ہے۔ کہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام مسلمین تھے اور آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں۔ اور اپنی تمسک و تقلبک فی الساجدین سے کرتے ہیں۔ پس اہل سنت و جماعت کو کیسا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ اختصاص مذہب شیعہ سے نہیں ہے۔ اہل سنت و جماعت سے جمہور حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ اس مسئلہ کے قائل ہیں۔ کما ذکر دلائلہ اور خود امام رازی آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہونا اور ان کے والد تارخ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی عبارت مذکور میں ہے۔ و نیز اسلام آباء کرام کو قرآن شریف کی آیت سے ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسلک تفصیل میں آویگا۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادت کے وصل عادت نبوی میں فرماتے ہیں

مخفی نماند کہ صحت اسلام الدین بلکہ سائر آبائے وے صلی اللہ علیہ وسلم مشہود است و شیعہ اسلام ابوطالب راہم ازیں قبیل دانند۔ مختصراً اس عبارت سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اسلام ابوطالب اختصاص مذہب شیعہ سے ہے۔ نہ اسلام آباء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان جو ہوا مسلک اجمال تھا۔

لہ درپرسش بیماراں صفحہ ۲۴۹

بیان مسلک تفصیل

جاننا چاہیئے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کرام بقول جمہور حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پچاس ہیں۔ جیسا کہ مدارج اور دلائل الجلیل تاریخ القدس والخلیل وغیرہ میں ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ملقب بہ قریش بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس المعروف بہ یاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اود بن اود بن یسع بن ہمیسع بن سلامان بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ بن تارخ بن ناحور بن شاروخ بن ارغو بن قالغ بن عابر بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ المعروف بہ ادریس بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین الی یوم الدین اور حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ کلاب میں ملتا ہے۔ بدیں طور آمنہ بنت وہب بن عبدالمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ اس حساب سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام تک انچاس بقول جمہور ہوتا ہے۔ پس اسلام آباء کرام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آدم علیہ السلام تک مسلک تفصیل سے یہ ہے۔ کہ درمیان آدم و نوح علیہ السلام کے دس قرن گذرے نوح ابن لمک ابن متوشلح ابن اخنوخ المعروف بہ ادریس ابن یارد ابن مہلائیل ابن قینان ابن انوش ابن شیث ابن آدم نوح علیہ السلام کے آباء مذکور آدم علیہ السلام تک مسلمین تھے طبقات ابن سعد میں ہے۔ و عن ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما ما بین نوح و آدم من الآباء کانوا علی الاسلام ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ نوح اور آدم علیہ السلام کے درمیان جتنے آباء کرام نوح علیہ السلام کے ہیں۔ تمام مسلمان ہیں۔ گو یا کہ ادریس علیہ السلام مبعوث ہونے سے پیشتر اولاد قابیل نے بت پرستی شروع کردی تھی مگر ادریس علیہ السلام کے آباء مذکورہ دین اسلام پر قائم تھے اور ادریس علیہ السلام

کی اولاد نوح علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے پیشتر دین اسلام میں مختلف ہو گئے تھے۔ بعض اسلام پر قائم رہے بعض مشرک رہے۔ مگر آباء نوح علیہ السلام مسلم تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جو مسند بزار و مستدرک حاکم و تفسیر ابن جریر میں معنی آیہ کریمہ کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً میں ہے کان بین آدم و نوح علیہما السلام عشرۃ قرون کلھم علی شریعۃ الحق فاختلفوا فبعث اللہ النبیین تھے درمیان آدم و نوح علیہما السلام کے دس قرن تمام قرن مسلمین تھے پھر مختلف ہوئے پس بھیجا اللہ نے انبیا کو واضح ہو کہ جب خداۓ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا نور محمدی کو ان کی پیشانی بیکر روایت صلب میں رکھا پھر خدا نے اس نور محمدی کو آدم علیہ السلام کی درخواست پر سبابہ دست راست میں منتقل کیا جب آدم علیہ السلام نے اس نور کو مشاہدہ کیا تو شہادتین[1] پڑھ کے اسکو دیدہ پر رکھ کے بوسہ دیا تب سے سبابہ کو کلمہ کی انگلی کہتے ہیں۔ اور اذان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ کا نام سن کر بوسہ دیتے ہیں[2] یہ سنت آدم علیہ السلام ہے۔ اور احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہے غرض آدم علیہ السلام نے اللہ سے عرض کی اے خداوند کوئی نور میری پیشانی یا صلب میں باقی ہے خطاب آیا باقی ہے۔ آدم علیہ السلام نے تمنا کی کہ وہ نور میری دوسری انگلیوں میں منتقل فرما اللہ تعالے نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کا نور آدم علیہ السلام کی بیچ کی انگلی میں اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کا نور بنصر میں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ کا نور خنصر یعنی کن انگلی میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نور ابہام میں دست راست کے منتقل کیا پس آدم علیہ السلام کی پانچ انگلیوں سے روشنی ظاہر ہوتی تھی جیسا کہ تفسیر بحر العلوم نسفی اور معارج وغیرہ میں ہے پھر وہ نور حوا میں اور حوا علیہا السلام سے شیث علیہ السلام میں منتقل ہوا۔ پس نور محمدی شیث کی پیشانی میں جلوہ گر تھا جبکہ شیث بالغ ہوئے جبرائیل نے حریر بہشتی لا کے بحکم الٰہی شیث کو حوض میں غسل کرا کے روبرو آدم علیہ السلام کے عہدہ نامہ شیث کو لکھوائے اس معنی پر کہ اس نور محمدی کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف نقل کرتے رہنا پھر جبرائیل تابوت سکینہ کو جس میں تمام

---

[1] جامع مقاصد حسنہ مجمع البحار وغیرہ کتب احادیث میں ہے اور فتاویٰ مضمرات وغیرہ میں ہے کہ اذان میں بوقت سننے اشہد ان محمدا رسول اللہ کے دونوں انگوٹھے آنکھوں پر لگا کر بوسہ دینا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ اور ردالمحتار حاشیہ مختار محیط و جامع الرموز وغیرہ میں اسکو مستحب لکھا ہے اور چاہیے کہ اس فعل کو کبھی ترک نہ کرے ۱۲

[2] منیر العینین فی تقبیل الابہامین اور منیر العین مصنفہ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی میں اس مسئلہ کی تفصیل ہے
(عبد العزیز عفی عنہ)

پیغمبروں کی صورتیں تھیں آدم علیہ السلام کی خواہش پر بہشت سے لایا اور کہا کہ اس تابوت سکینہ میں اس عہد نامہ کو رکھیں۔ تا بطناً عن بطن تمہارے فرزندوں کو یہ عہد نامہ یاد داشت رہے۔ ترمذی و مشکوٰۃ[1] میں ہے۔ کہ فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ میری اولاد کو دکھلا تب آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریات نکلے تمام بنی آدم علیہ السلام کے اور ہر ایک کی چشم میں روشنی تھی۔ اور انبیاء کرام کی آنکھ میں زیادہ روشنی تھی آدم نے انبیاء میں ایک نبی کی روشنی پسند کر کے کہا یہ کون ہیں۔ حق نے کہا کہ یہ تمہارے فرزند داؤد ہیں۔ آدم علیہ السلام نے کہا ان کی کیا عمر ہے۔ جواب آیا ساٹھ سال آدم علیہ السلام نے کہا اسے خداوندا میری عمر سے انکو چالیس میں نے دیا جب وقت مقرری سے آدم علیہ السلام کے چالیس سال پیشتر عزرائیل واسطے قبض روح کے نزدیک آدم علیہ السلام کے آئے آدم علیہ السلام نے کہا کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ عزرائیل نے کہا آپ نے داؤد کو عطا کر دیئے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے فراموشی سے انکار کر دیا معارج میں ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی عمر ہزار سال مقرر تھی جب اسکے چالیس سال پیشتر عزرائیل آئے اور آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ اللہ سے خطاب آیا کہ اے عزرائیل آدم علیہ السلام کو بھی چالیس سال توقف کر اور میں نے داؤد کی عمر ایک سو سال مقرر کر دی پس آدم علیہ السلام نے وقت انتقال شیث کو وصیت کی کہ تو اسلام میں قائم رہنا اور اس نور محمدی کو نکاح اسلام سے منتقل کرنا پھر آدم علیہ السلام نے شیث کو تابوت سکینہ حوالے کیا پھر شیث نے نوسو بارہ کی عمر میں انتقال کیا وقت انتقال اپنے فرزند انوش کو یہی وصیت کی اور تابوت سکینہ دیا پھر انوش نے نوسو پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا اور وقت انتقال اپنے فرزند قینان کو یہی وصیت کی اور قینان نے نوسو بیس برس کی عمر میں انتقال کی اور یہی وصیت اپنے فرزند مہلائیل کو کی اور مہلائیل نے آٹھ سو پچانوے کی عمر میں انتقال کیا اور یہی وصیت اپنے فرزند یارد جد امجد کو کی اور یارد نے نوسو باسٹھ کی عمر میں انتقال کیا اور یہ وصیت اپنے فرزند ادریس کو کی حضرت ادریس نے خوردگی میں اپنے جد امجد آدم علیہ السلام کو دیکھا اور تین سو پینسٹھ سال کی عمر

[1] مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۲۲ باب ایمان بالقدر ۱۲

میں جنت میں زندہ رہ گئے۔ اور اپنے جانے کے وقت اپنے فرزند متوشلح کو یہی وصیت کی اور تابوت سکینہ اس کے سپرد کیا پھر متوشلح نے نوسو پینسٹھ سال زندگی کی اور بوقت انتقال اپنے فرزند لامخ المعروف بہ لمک کو یہی وصیت کی پھر لامخ نے ایک سو اٹھائی سال زندگی کی اور بوقت انتقال اپنے فرزند نوح کو بھی یہی وصیت کی اور نوح نے ہزار سال زندگی کی اور یہی وصیت اپنے فرزند سام کو کی اور تابوت سکینہ دیا یہاں تک کہ سام سے حضرت ابراہیم تک یہی وصیت صلباً عن صلب آتی تھی۔ اور تابوت سکینہ ان کے دست بدست نقل کرتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آیا جیسا کہ معارج النبوۃ اور انس الجلیل بتاریخ قدس والجلیل وغیرہ میں ہے۔ پس ایسا ہی نوح سے ابراہیم علیہ السلام تک کل آباء ابراہیم مسلمین تھے۔ ابراہیم علیہ السلام بن تارخ بن ناخور بن شاروخ بن ارعو بن . . . . قالغ . . . . . بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ ابن سعد طبقات سے نقل کرتا ہے۔ ان الناس من عهد نوح لم يزالوا ببابل وهم على الاسلام الى ان ملكهم نمرود بن كوش بن كنعان فدعاهم الى عبادة الاصنام تحقیق کہ لوگ زمان طوفان نوح سے شہر بابل میں ہمیشہ رہتے تھے۔ اور وہ اسلام پر قائم تھے۔ یہاں تک کے بادشاہ انہوں کا نمرود ہوا۔ دعوت کیا انہوں کو بت پرستی کی جانب۔ ابراہیم علیہ السلام نمرود کے زمانے میں تھے گو کہ ابراہیم علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے پیشتر بت پرستی پھیل گئی تھی تاہم بعض اسلام پر قائم تھے۔ آباء ابراہیم علیہ السلام انہیں گروہ مسلمین سے تھے حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ سے ابن المنذر نے روایت کیا ہے۔ لم يزل على وجه الدهر سبعة مسلمون فصاعدا فلولا ذلك هلكت الارض ومن عليها روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ہوتا ضرور ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین و اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے اور عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے۔ ما خلت الارض من بعد نوح من سبعة يدفع الله بهم عن اهل الارض نوح کے بعد زمین کبھی سات بندگان خدا سے خالی نہ ہوئی جن کے سبب اللہ تعالیٰ

اہل زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔ سام بن نوح علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے باپ کے ساتھ جہاز میں رہنا اور مسلم ہونا مصرح ہے۔ بعض ان کی نبوت کے قائل ہیں اور شیخ عبدالحکیم تاریخ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ تارخ سے لیکر نوح علیہ السلام تک مسلمین ہونا آثار مرویہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ثابت کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہ تھے۔ چچا تھے۔ کما ذکر دلائلہ تفصیلاً۔

ابراہیم علیہ السلام کے چار فرزند اسمٰعیل و اسحٰق و مدین و مداین علیہم السلام تھے۔

محمد بن اسحٰق سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام قریب انتقال اپنے فرزندوں کو جمع کیا اور تابوت سکینہ جو آدم علیہ السلام سے ان کو سلسلہ بسلسلہ پہنچا تھا منگوایا اور فرمایا یہ وہ مقدس صندوق ہے۔ کہ خداوند عالم نے آدم علیہ السلام کی درخواست پر روانہ کی اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کی صورتیں ہیں۔ ان سے کہا کہ اس تابوت میں نظر کرو ان کی اولاد نے جب اس میں نگاہ کی ایک لاکھ چوبیس ہزار خانہ زبرجد سبز کے دیکھے آخر بیوت میں خانہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا یاقوت سرخ سے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تھی چودہویں رات کے چاند کی مانند اور ان کے جانب یمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی نورانی پر لکھا تھا۔ کہ یہ اوّل اصحاب حضرت سے ہیں۔ جو اس پیغمبر آخر الزمان کی تصدیق کرینگے۔ اور بائیں جانب اسکے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی انور پر لکھا تھا کہ یہ اعلاء دین میں اشد اور آہن سے محکم ہیں۔ اور ملامت گر کی ملامت سے خوف نہیں کرنے والے ہیں اور سامنے اس کے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی انور پر لکھا تھا۔ کہ یہ تیسرے خلفاء راشدین سے ہیں۔ اور پیچھے اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صورت تھی جو اپنی برہنہ تلوار دوش مبارک پر رکھے ہیں۔ ان کی پیشانی انور پر مرقوم تھا۔ کہ یہ شیر خدا اور چوتھے خلیفہ ہیں اور اطراف

ان تصاویر خلفاء اربعہ کے اصحاب کرام کی صورتیں مرقوم تھیں ہر ایک کی پیشانی سے انوار سعادت پیدا و ہویدا تھے بعد اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے مخاطب ہو کے کہا کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تیرے میں جلوگر ہے۔ تم اور تمام میری اولاد اسلام پر قایم رہنا اور اپنی اولاد کو اسلام پر قایم رہنے۔ اور تقوی و پرہیزگاری اختیار کرنے کی وصیت کرنا اور اسمٰعیل علیہ السلام عہد و میثاق لئے اور فرمایا تمہاری اولاد سے باعث ایجاد کائنات فخر موجودات شفیع المذنبین خاتم النبیین سرور انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونگے۔ اس لئے تم اس نورِ محمدی کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ میں نکاح اسلام سے منتقل کرنا بعد اس عہد کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو تابوت سکینہ سپرد کیا یہ معتبر روایت تواریخ کے کتب مشہورہ مانند معارج النبوۃ وغیرہ کے کچھ تغیر الفاظ سے مذکور ہے۔ فائدہ تصویر کا استعمال پیشتر کے امم ماضیہ میں جائز تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں منسوخ ہو گیا۔ اس لئے اس کا استعمال شریعت محمدی میں ناجائز اور حرام ہے[1]۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام کے فرزند قیدار مسلمان تھے۔ کتب سیر مثل معارج وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ اسمٰعیل علیہ السلام اپنے فرزند قیدار کو وصیت کئے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تیری پیشانی میں جلوہ گر ہوا ہم کو عہد آدم علیہ السلام سے سلسلہ بسلسلہ یہ پہونچا ہے مکرر شدہ کہیں اس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو مگر ارحام طاہرہ میں اس لئے تور رنا اور کفر سے پرہیز کرنا حضرت قیدار کا قصہ کتب معتبرہ سیر مثل معارج

---

[1] ردالمحتار میں ہے۔ تصویر بنانا یا بنوانا بہرحال حرام ہے۔ مظاہر حق جلد دوم صفحہ ۱۰۹ میں ہے علماء نے کہا تصویر بنانا بھی حرام ہے۔ اور مٹانا اس کا واجب اور اس کے روپیہ و بیچنا ناجائز تصویر خواہ دستی ہو یا عکسی ایک ہی حکم ہے۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جس گھر میں کتا ہو یا تصویر اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے بالکل چھوٹی تصویر یا جو زمین کے ساتھ ہو یا سر بریدہ ہو وہ اس سے مستثنےٰ ہے۔ گندی اور رکش تصویر کا رکھنا اشد حرام اور کسی جاندار یا شبیہ کی تصویر رکھنے کا بھی حکم دہی ہے جو مذکور ہوا۔ یہ ماسلا اس زمانے میں پھیلا ہوا ہے اور لوگ اس فکر میں

(ابو رشید محمد شفیق عفی عنہ)

وغیرہ میں مشہور ہے مختصر یہ کہ قیدار اکثر شکار کرنے کیلئے جنگل میں جایا کرتے تھے قوم جن کی خوبصورت عورت انسان کی شکل میں آکر ظاہر ہوتے اور تحفہ ہائے بادشاہانہ آپ سے پیش کش کرتے اور کہتے ہم بادشاہ کی لڑکیاں ہیں ہم کو قبول کر جب یہ ان سے کلام کرنے کی خواہش کرتے ہر طرف سے ندا آتی اے قیدار تو ومی اسمٰعیل علیہ السلام ہے۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تیری پیشانی میں جلوہ گر ہے۔ مت رکھ اس کو تو مگر رحم حلال میں خصوصاً قوم بنی اسمٰعیل علیہ السلام سے جو عورت مسلمہ ساکن عرب ہو اس کو نکاح کر آخر غاضرہ دختر ملک بنی جرہم کو جو مسلمہ تھی۔ قیدار نے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا حمل نام پیدا ہوا اور وہ تابوت سکینہ حضرت قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا۔ ہاتف غیبی نے خدا کی جانب سے قیدار کو یہ ندا کی کہ اے قیدار تمہارے دادا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دو نشانیاں ایک تابوت سکینہ دوسرا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہی پاس ہے۔ میں نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیا جو صلباً عن صلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منتقل ہوتا رہیگا۔ تم کو کافی ہے۔ اسلئے تم تمہارے برادر عمزاد یعقوب المعروف بہ اسرائیل بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام کو تابوت سکینہ سپرد کر دو تا تمہارے جد کی نشانی ان کے پاس رہے۔ اور تم عہد نامہ کو جو تابوت سکینہ میں ہے۔ اٹھا کے اپنے پاس رکھو اور اپنی اولاد کو صلباً عن صلب دیتے آؤ تاکہ اس عہد نامہ کے موافق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح اسلام سے منتقل کرو جب قیدار نے ہاتف سے سنا تابوت سکینہ سے عہد نامہ کو اُٹھایا اور مکہ سے کنعان ملک شام کو معہ تابوت آئے اور کنعان کے قریب پہونچے پس تابوت سکینہ سے آواز مہیب نکلا کہ یعقوب علیہ السلام معہ فرزندوں کے سنے اور یعقوب علیہ السلام اولاد کو کہے کہ اے فرزند و میرا تائرا بھائی قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام معہ تابوت سکینہ آتا ہے۔ اس کی تعظیم کو اٹھو اور استقبال کرو پھر قیدار اور یعقوب علیہ السلام نے بعد سلام علیک

سے معانقہ کئے پس قیدار نے تابوت سکینہ کو یعقوب علیہ السلام کے سپرد کیا کما ہو مذکور فی کتب التواریخ کالمعارج وغیرہ وتابوت سکینہ اولاد یعقوب علیہ السلام جو بنی اسرائیل ہیں۔ بطناً عن بطن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس میں اپنی نعلین اور عصا رکھے اور ہارون علیہ السلام نے اپنا دستار مبارک رکھے پھر اس کو مقفل کیا اس کا مفصل قصہ کتب تواریخ اور سورۃ بقرہ میں تحت آیت ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ھارون تحملہ الملٰئکۃ۔ الآیۃ کی تفسیر میں ہے۔ بعد اس کے قیدار مکہ معظمہ میں آیا بوقت وفات اپنے فرزند حمل کو وصیت کی کہ تو اسلام پر قائم رہنا اور نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرے میں جلوہ گر ہی اس کی احترام کرا ورمت رکھ اس کو مگر رحم حلال نکاح اسلام سے الحاصل ابراہیم علیہ السلام سے سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم تک حضور کے آباء کرام موحد ومسلم تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن ادد بن یسع بن ہمیسع بن سلامان بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم ان احادیث سابقہ سے عموماً معلوم ہو گیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد ابراہیم تک ابراہیم سے آدم علیہ السلام تک سب مسلمین سے تھے ان میں سے بعض اجداد کے مسلمان ہونے کی تصریح احادیث شریفہ میں وارد ہے۔ روایت ہے۔ ابن حبیب سے فرمایا ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے عدنان اور معد اور ربیعہ اور مضر اور خزیمہ مسلمین سے تھے پس نیکی سے ان کو یاد کرو۔ اور امام سہیلی روضۃ الانف میں مروی ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الیاس مومن تھے۔ اور الیاس فرماتے تھے کہ میں اپنے صلب میں سنتا ہوں۔ تلبیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور روایت ہے۔ ابن سعد سے کہ کعب بن لوئی نے اپنی اولاد کو جمع کر کے

خطبہ پڑھا۔ اور کہا ہمارے باپ دادا تمام مسلمان تھے۔ اور کفر و شرک سے پرہیز کرتے تھے تم بھی اپنا خاتمہ دین اسلام پر کرو۔ اور میری اولاد سے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونگے۔ تم ان کی تابعداری کرو اگر میں اسوقت تک زندہ رہوں۔ تو ان کی تابعداری اور مددگاری اول کروں گا۔ کہا امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفا فی والدی المصطفے صلی اللہ علیہ وسلم میں فتثبت بھذا التقدیر ان اجدادہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابراھیم الی کعب بن لوئی وولدہ مرۃ منصوص علی ایمانھم ولم یختلف فیھم اثنان یعنے پس ثابت ہوا اس تقریر سے کہ اجداد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابراہیم علیہ السلام سے کعب بن لوئی اور اس کے فرزند مرہ تک یقیناً مسلمان تھے۔ اور دو شخص بھی اس قول میں اختلاف نہیں کئے۔ اور باقی رہا کلام کلاب اور قصی اور عبد مناف اور ہاشم اور عبد المطلب اور عبد اللہ والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے اسلام کا ثبوت احادیث اجمالیہ ماسبق سے واضح و ثابت ہے۔ و نیز دلائل عامہ جو حق میں اہل فترت کے ہیں۔ کافی دوافی ہے۔ اور اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک جو طریق ثانی سے ہے۔ اس کا مجمل بیان یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام جب حکم خدا سے کعبۃ اللہ شریف بنا گئے دونوں ملکر دعا کئے وہ تینوں دعا مقبول باری ہوئی جیسا کہ سورہ بقر میں ہے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتک ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے کر ہمکو مطیع و لئے تیرے اور اولاد ہماری سے ایک جماعت مومنوں کی واسطے تیرے بنا اور دکھا ہم کو طرح عبادت کی اور پھر آؤ اوپر ہمارے تحقیق تو ہے۔ پھر آنیوالا مہربان اے رب ہمارے بھیج ان کے ایک پیغمبر یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جماعت مسلمہ سے جو ہم دو کی اولاد ہوں۔ جو پڑھے۔ اوپر ان کے آیتیں تیری اور سکھاوے

ان کو کتاب اور حکمت اور پاک کرے ان کو تحقیق تو ہے غالب حکمت والا امام فخر الدین رازی اپنے تفسیر کبیر کے الجزء الاول میں ربنا وابعث فیھم ای فی الامۃ المسلمۃ رسولا منھم ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت یک سوال مقدر کے جواب میں فرماتے ہیں انه لم یزل فی ذریتھما من یعبد اللہ وحدہ ولا یشرک به شیئا ولم تزل الرسل من ذریۃ ابراھیم وقد کان فی الجاھلیۃ زید بن عمرو بن نفیل وقیس بن ساعدۃ ویقال عبد المطلب بن ھاشم جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعامر بن الظرب کانوا علی دین الاسلام یقرون بالابداء والاعادۃ والثواب والعقاب ویوحدون اللہ تعالیٰ ولا یاکلون المیتۃ ولا یعبدون الاصنام۔ اس کا ترجمہ بطور خلاصہ کے یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے ملکر دعا کی کہ ہم دونوں کی اولاد سے ایک جماعت مسلمانوں کی بنا اور ان جماعت مسلمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ کر تو اس دعا کے موافق خداوند عالم نے ان دونوں کی اولاد سے جو مومنین تھے اور خدا واحد کی عبادت کرتے تھے۔ اور مشرک نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کیا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام عبد اللہ سے اسمٰعیل علیہ السلام تک مومن مسلمان تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اسحٰق اور یعقوب علیہما السلام سے دیگر انبیاء بنی اسرائیل ہوئے۔ حالانکہ ایام جاہلیت میں زید بن عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ اور عبد المطلب بن ہاشم دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور عامر بن الظرب تھے مگر دین اسلام پر قائم تھے۔ قبروں سے اُٹھنے کا اور قیامت کا اور ثواب اور عذاب کا اقرار کرتے تھے۔ اور خدا واحد کو ایک جانتے تھے اور نہیں کھاتے تھے مردار کو اور نہیں عبادت کرتے تھے۔ بتوں کی الحمد للہ والمنۃ امام فخر الدین رازی نے اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام اسمٰعیل علیہ السلام تک مومن ہونا ثابت کرتے ہیں۔ شکر اللہ سعیہ۔ مدارج النبوۃ میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا نسب نامہ عدنان تک جو اکیس

پشت ہیں۔ فرمایا اوپر کا سلسلہ نقل فرمایا اس سے لیے کہ اکیس تک برابر اتفاق ہے۔ اور اوپر عدنان سے اسمٰعیل علیہ السلام تک اور اسمٰعیل علیہ السلام سے آدم علیہ السلام تک اختلاف ہے۔ اور نام حضرت عبدالمطلب کا شیبہ ہے۔ مہکتی تھی ان سے بو مشک کی اور نور محمدی ان کی پیشانی میں مانند آفتاب کے چمکتا تھا۔ اور جب اہل عرب کو کوئی حادثہ سخت پیش آتا یا برسات نہ ہوتی۔ تو عبدالمطلب کو کوہ ثبیر پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگتے فوراً ان کو اس حادثہ سے خلاصی ہوتی اور برسات سے مشرف ہوتے جب وہ نور عبداللہ والد ماجد کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا کئی کرامات وخرق عادات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئے یہاں تک کے سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئے۔

فائدہ کتاب انس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل میں ہے۔ کہ آدم علیہ السلام جو جنت سے زمین پر آئے وہاں سے طوفان نوح تک دو ہزار دو سو بیالیس سال گذرے تھے طوفان نوح علیہ السلام سے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی وفات تک ایک ہزار اکاسی سال ہوئے تھے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی وفات سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک دو ہزار آٹھ سے ترانوے سال گذرے تھے۔ پس ہبوط آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک چھ ہزار دو سو سال گذرے تھے۔ اب بوقت تحریر یکہزار تین سو پندرہ[۱] ہے۔ ہبوط آدم علیہ السلام سے ابتک سات ہزار پانسو اکتیس سال گذرے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ قرآن شریف کی آیت ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الا یہ حق میں ہے۔ والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آیت ابو طالب کے حق میں وارد ہے۔ نہ والدین کے حق میں جیسا کہ امام بخاری کتاب التفسیر میں لکھتے ہیں۔ ایسا ہی تفسیر مدارک و جلالین وابو السعود وحسینی وغیرہ تفاسیر میں وہ جو تفسیر بیضاوی کے سورہ بقرہ میں وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِیْمِ کی تفسیر میں ہے۔ دفعہ عن نافع وابن عباس

[۱] اب وقت طبع ثانی ایں رسالہ ۱۳۵۳ھ ہے۔ تو گویا ۷۵۶۹ سال گذر رہے ہیں۔

وَلَا تُسْئَلُ عَلٰی اَنَّہٗ نَھْیٌ لِلرَّسُوْلِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَنِ السُّؤَالِ حَالِ الْاَبَوَیْنِ۔ یعنے اصلی قرأت لَا تُسْئَلُ ہے۔ نافع اور یعقوب علیہم الرحمۃ جو لَا تُسْئَلْ پڑھتے ہیں۔ اس کا شان نزول حق میں والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جمہور مفسرین بنا بر لَا تُسْئَلُ بھی شان نزول والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کر کے نہیں لکھتے تفسیر مدارک اور جلالین و کبیر وغیرہ میں شان نزول کفار مراد لئے ہیں۔ اور تفسیر حسینی میں شان نزول یہود قرار دیا ہے۔ اخطب المفسرین علامہ ابو السعود آفندی الحنفی صاحب بیضاوی کے خیال کی تردید بدیں طور پر کی ہے۔ حملہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن السؤال عن حال ابویہ مما لا یساعدہ النظم الکریم یعنے حمل کرنا بیضاوی کا اس کو کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والدین کے استفسار حال سے منع فرمایا اس جنس سے ہے۔ کہ نظم قرآن اس پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اور امام رازی تفسیر کبیر میں آیت مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں روی انہ قال لیت شعری ما فعل ابوی فنھی عن السؤال وھذہ الروایۃ بعیدۃ انتھی ملخصًا یعنے ایسا کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا میں نہیں جانتا ہوں پس اللہ نے اس آیت سے سوال کرنا منع کر دیا یہ روایت بعید ہے مضمون کلام الٰہی سے اور غیر معتبر ہے۔ وہ جو مسلم میں ہے۔ عن انس رجلا قال یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما قفی دعاہ فقال ان ابی واباک فی النار یعنے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کا ٹھکانہ دریافت کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں ہے۔ راوی نے کہا جب واپس ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس کو بلا کر کہا کہ میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ اس کا جواب علماء کرام نے دو طور پر دیا ہے۔ پہلا جواب یہ ہے۔ علامہ شہاب نے نسیم الریاض شرح شفا ئے قاضی عیاض کے فصل الوجہ الخامس من وجوہ

السب میں فرمایا حدیث مسلم ان ابی واباک فی النار اراد بابیہ عمہ ابا طالب لان العرب تسمی العم ابا یعنے عرب کی عادت ہے۔ کہ چچا کو باپ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابو طالب کو باپ کہکر فرمایا کہ وہ نار میں ہیں ایسا ہی کہا امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ میں دوسرا جواب ذیل میں آویگا۔ وہ جو حدیث مسلم میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارۃ کی اپنے ماں باپ کی پس روئے آپ اور ساتھیوں کو رولایا اور فرمایا کہ اجازت چاہی میں نے ماں باپ کی مغفرت کی لئے دوبارہ اذن نہ ملا اور زیارت کے لئے اذن ملا پس زیارت کرو قبروں کی وہ یاد دلانے والی ہے۔ موت کو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بیشتر کی احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ آدم علیہ السلام تک مسلمین ہیں اور یہ حدیث مع حدیث بالا اس کے تضاد وارد ہوئی تو موافق قواعد حدیث تطبیق دینا ضرور ہوا۔ اس کی تطبیق علماء نے دو طور سے دی ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے فرمایا الاحادیث وردت فی ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار کلہا منسوخۃ بالوحی فی ان اہل الفترۃ لا یعذبون ان انہا منسوخۃ ایضا باحادیث کونہم فی الجنۃ یعنے جو احادیث کہ وارد ہیں۔ اس باب میں کہ ماں باپ حضرت کے نار میں ہیں منسوخ ہیں۔ قرآن سے کہ اہل فترت کو عذاب نہیں یا منسوخ ہیں ان احادیث سے جو جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ایسا ہی امام ابن حجر مکی اپنے رسالہ میں اور علامہ برزنجی اپنے رسالہ میں اور دیگر علماء اپنے کتب میں لکھتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اخبار ہیں ان میں نسخ نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کہا امام نووی نے شرح مسلم کی کتاب الفضائل میں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ منجملہ یہ جو مسلم میں ہے۔ کہ آپ کو کسی نے خیر البریہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ مجھے یونس بن متی سے اچھا نہ کہو مثل ان احادیث کے منسوخ ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اخبار ہیں ان میں نسخ نہیں ہوتا

جواب یہ ہے۔ کہ یہ اخبار اس طرح کے نہیں ہیں جن میں نسخ نہ ہو ورنہ یہ لازم آویگا۔ کہ ہمارے نبی پیغمبروں سے کم رتبہ ہیں۔ اور وہ خلاف اجماع ہے۔ دوسرا جواب علامہ حموی نے شرح اشباہ النظائر میں فرمایا۔ فی الجمیع ما حاصلہ ان الجائزۃ ان تکون ھذہ درجۃ حصلت لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ان لم تکن وان یکون الاحیاء والایمان متاخراعن ذلک فلا معارضۃ۔ یعنے جو حضرت زندہ کر کے مشرف باسلام کئے واسطے شرف وطول امت کے بعد ہے اور احوال روایت مسلم نا آگے کا ہے۔ پس عدم اسلام کے احادیث منسوخ ہیں۔ اور اسلام کے احادیث ناسخ ہیں۔ ایسا ہی کہا علامہ شامی رد المحتار حاشیہ درمختار میں اور شاہ عبد العزیز دہلوی کا اپنے فتوی میں وہ جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہے۔ ابوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین انتقال پائے ہیں۔ اوپر کفر کے اس کے جواب میں علماء کرام کے تین مسلک ہیں۔ پہلا مسلک یہ ہے۔ کہ شرح فقہ اکبر کے کئی نسخے متفرق جمع کر کے دیکھے تو اکثر نسخوں میں عبارت بالا نہیں۔ پائی گئی معلوم ہوا کہ قلم ناسخین سے لکھی گئی ہے۔ امام صاحب سے نہیں جیسا کہ علامہ سید مرتضی حنفی بدایۃ الصغانی والدی المصطفےٰ میں اور امام ابن حجر مکی ہیتمی اپنے فتاوے میں اور علامہ سید محمد البرزنجی المدنی اپنے رسالہ میں و دیگر علماء اپنے کتب میں لکھتے ہیں چنانچہ اب ایک قلمی نسخہ شرح فقہ اکبر کا کتب خانہ میں مولوی صبغۃ اللہ صاحب المعروف بہ بدر الدولہ صاحب مرحوم کے موجود ہے۔ جس میں عبارت مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ اس پر شرح حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ کے ملحق ہے۔ اس میں بھی عبارت مذکور نہیں ہے۔ مسلک دوم یہ ہے۔ کہ کہا علامہ برزنجی نے اپنے رسالہ میں کہ شرح فقہ اکبر کے اکثر نسخوں میں ابوا رسول اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر پایا نہیں جاتا بالفرض پایا جاوے احتمال ہے کہ ماتا علی الفطرۃ ہو قلم ناسخین سے ما سہواً چھوٹ گیا اس کا یہ مطلب ہوا کہ نہیں انتقال پائے والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اوپر کفر کے بلکہ اسلام پر رحلت کئے مسلک سوم یہ کہ با وجود اثبات عبارت مذکور مدعائے اسلام الوین کے معنے کو ہرگز مخل و مضر نہیں کیونکہ یہاں مضاف محذوف یعنی ماتا علی زمن الکفر یعنے انتقال پائے کفر کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے آگے جو زمانہ فترت تھا جیسا کہ لکھا علامہ شامی رد المختار حاشیہ در مختار میں زمان فترت سے مراد دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ ہے۔ جو احکام نبی سابق کے منعقود ہوں جو لوگ کہ زمان فترت میں ہیں نزدیک جمہور شافعیہ و اکثر حنفیہ کے اہل نجات سے ہیں۔ چنانچہ آیہ کریمہ وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا اسی پر مشعر ہے۔ اور علامہ سید مرتضی حسینی قادری زبیدی حنفی صاحب عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ نے حدیقۃ الصفائی والدی المصطفیٰ او الانتصار لوالدی النبی المختار ان ہر دو رسالوں میں اسلام الوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدلائل قویہ و براہین جلیہ سے صراحتاً ثابت کر دی ہے۔ ان ہر دو رسالوں سے راقم نے حدیقۃ الصفائی والدی المصطفیٰ لمعا کی ہے۔ اس میں اما سند قد وتنا و ہادنا امام المجتہدین و قدوۃ التابعین سراج الامہ کاشف الغمہ حضرت امام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان ادام اللہ تابعہ فی روضۃ الجنان وجعل مجلتہ سعادۃ الدارین وشیل بالسرور ومن لم یجعل اللہ نوراً فمالہ من نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب متبرکہ الموسوم بہ فقہ الاکبر کی عبارت بالا میں خوب تنقیح کی ہے اور علماء کرام و عرفاء عظام کے مسلک کو موافق داب علماء و طریق فضلاء زیب رقم کی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اسلام ابوین شریفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں۔ شکر اللہ سعیہ و نیز علامہ سید محمد البرزنجی المدنی نے اپنے رسالہ میں اس مقام پر خوب تفصیل کی ہے اور امام صاحب کی عبارت بالا کی عمدہ تنقیح کی ہے۔ چنانچہ یہ تحریر دلپذیر میرے پاس موجود ہے۔ فافظر ثمہ اور شاہ عبد العزیز دہلوی کا فتوی اس بارے میں بے نظیر ہے۔ وہ جو ملا علی قاری شرح فقہ اکبر وغیرہ میں والدین شریف کے عدم اسلام

پر زور مارے ہیں۔ اور خاص اس مضمون پر ایک مطول رسالہ مسجع و مقفیٰ لکھے اس کا
جواب یہ ہے۔ کہ ان کی تحریر خاص نزدیک علماء کے اس مسئلہ میں قابل قبول نہیں
حق یہ ہے۔ کہ اس دعویٰ کو پایۂ ثبوت تک نہ پہنچا سکے غرض صحیح یہ ہے۔ کہ ان
کو اس مسئلہ میں لغزش ہو گئی پس یہ سبب اس بے ادبی کے جو جو مضرتیں ان کو پہنچیں
کتب میں مسطور ہیں۔ یدرالاسفر شرح فقہ اکبر میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ملخصاً
کہ اللہ جزائے خیر دیوے ان لوگوں کو جو والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اسلام پر گئے ہیں۔ اور رد کئے مخالف پر۔ اس میں اشارہ ملا علی قاری کی
تردید کا ہے۔ اور علامہ سید محمد برزنجی نے اپنے رسالے میں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ
یہ ہے۔ کیا عمدہ کہے فقیہ محمد بن مرعشی رحمۃ اللہ ملا علی قاری کے حق میں کہ ان سے
تعجب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی تکفیر میں محل اور قافیہ دار
کلام بنا کر ایک رسالہ لکھے اغلب یہ ہے۔ کہ حرارت کی سردی نے ان کے سر میں اثر
کی جس سے ان کی عقل پریشان اور مختل ہو گئی۔ اور علامہ شیخ الاسلام حنفی محدث
شرح صحیح بخاری کے چھٹویں جلد میں فرماتے ہیں۔ بیہاتد ضائع کیا اوقات نفیسہ
کو وہ شخص مراد اس سے ملا علی قاری ہیں۔ جو کفر والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں
ایک رسالہ بنایا اور علو ہمت اس مدعائے خطیر میں خرچ کیا نعوذ باللہ من الزیغ و
الزلل و من مکائد النفس پناہ مانگتے ہیں ہم کجی اور لغزش اور مکاید نفس سے تم کلامہ برام
الکلام میں مولانا عبد العزیز صاحب پر ہاری تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب قاری نے
شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کے والدین کی تکفیر میں رسالہ لکھا اور امام سیوطی کے
بعض رسائل کا رد کئے اور رات کو اس نیت سے سو گئے کہ صبح اسے مشتہر
کروں گا۔ تو صبح کے اٹھتے ہی سیڑھی سے پاؤں پھسلا اور ٹانگ ٹوٹ گئی اور اسی شب
شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی ہیتمی نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری کعبہ کی چھت
پر چڑھ کر گر پڑے ہیں۔ اس کی تعبیر علامہ نے یوں کی کہ قاری کو یہ رنج و تعب بوجہ
اہانت والدین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچا افسوس ہے۔ کہ قاری صاحب

باوجود اس تنبیہ کے باز نہ آئے اور جرأت کر کے اس رسالہ کو علامہ ابن حجر مکی ہیتمی کے پاس بھیجا ابن حجر مکی نے اس کے رد میں ایک بڑا لمبا چوڑا رسالہ لکھا اور قاری صاحب اسی بیماری میں انتقال کر گئے۔ ایسا ہی لکھا ہے۔ یہی علامہ مذکور نے اپنے رسالہ سعجون الجواہر میں (من ارشاد الغبی ملخصًا) اور خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں علامہ محمد بن فضل اللہ لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے ایک رسالہ مشتمل بر اساءت والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھا اگر یہ رسالہ نہ لکھا جاتا تو قاری کی تمام تالیفات وتصنیفات سے دنیا مملو ہو جاتی اور بعضوں نے کہا کہ ملا علی قاری نے اس مسئلہ سے آخر عمر میں رجوع کی اور اسلام آباء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معتقد ہوئے من ارشاد الغبی ملخصًا حاصل کلام وغایۃ المرام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اکرام آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبداللہ وآمنہ رضی اللہ عنہما تک مسلمین ہونا آیاتِ شریفہ واحادیث لطیفہ واقوال فقہیہ سے ثابت ہے۔ خصوصًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کو معاذ اللہ کفر وشرک ودوزخ سے نسبت کرنا خلل انداز ایمان ہے۔ کیونکہ ان کی تکریم وتعظیم لازم اور بے تعظیمی شرعًا حرام ہے۔ اور شفائے قاضی عیاض میں ہے۔ کہ سلطان عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو سلیمان بن سعد جو ان کا منشی تھا۔ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین معاذ اللہ غیر مسلم تھے۔ سلطان عمر ابن العزیز بہت غضبناک ہوئے۔ اور اس کو کام سے نکال دئے۔ پس نسبت کرنا والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ کفر وبرائی کے باعث ایذاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ مومن کو اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا باعث کفر ولعنت کے ہے علامہ قسطلانی مواہب اللدنیہ میں اور شیخ عبدالحق دہلوی ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں۔ والحذر الحذر من ذکرھما بما فیہ نقص فان ذلک قد یوذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان العرف جار بانہ ذکر ابی الشخص بما ینقصہ او وصف بوصف بہ وذلک الوصف بہ نقص تاذی ولدہ بذکر ذلک المخاطبۃ ÷ یعنی واجب

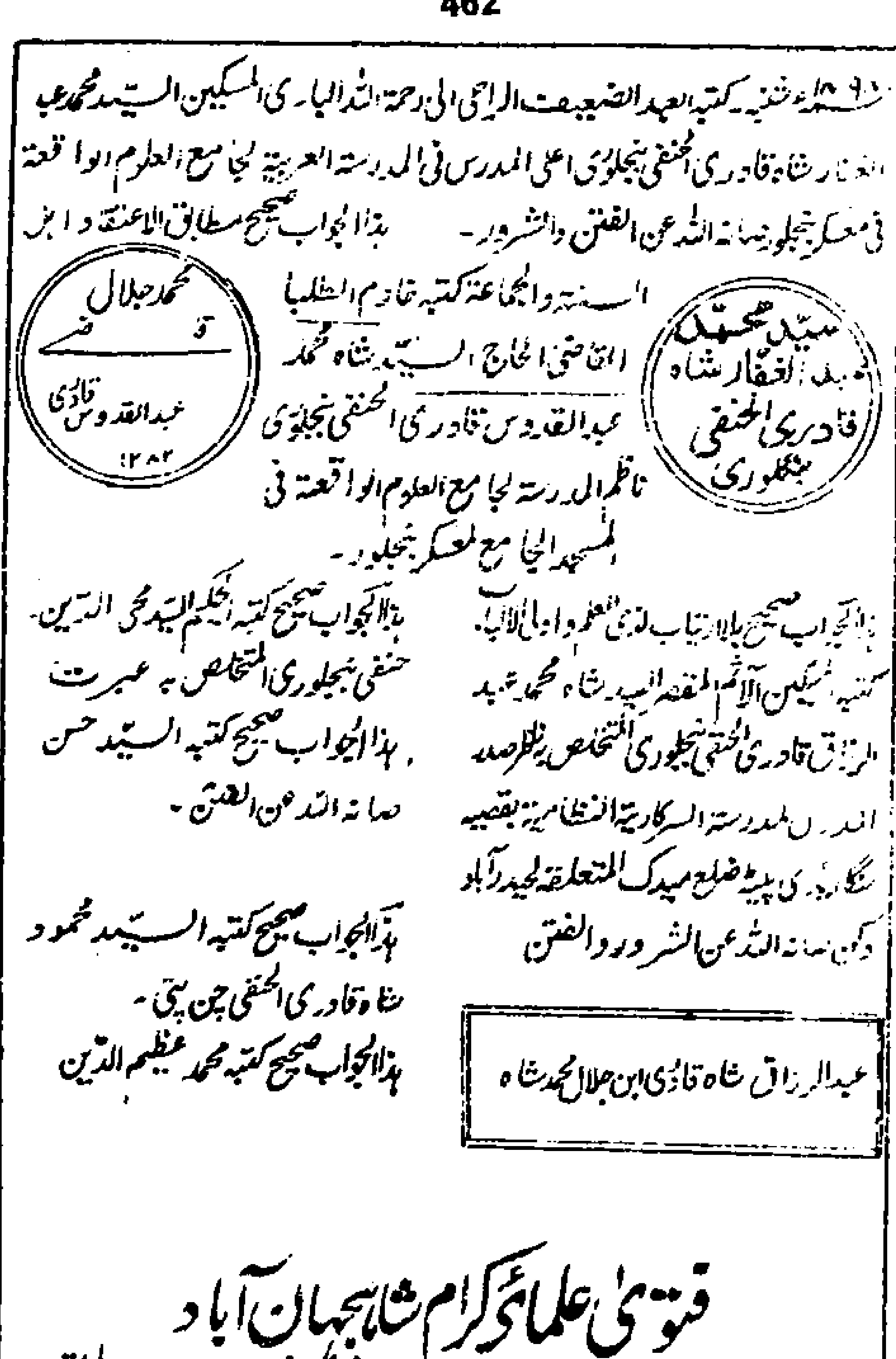
ہے۔ پرہیز کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کسی قسم کے عیب لگانے سے کیونکہ یہ ایذا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ سبب اس بات کے کہ عرف جاری ہے۔ کہ جب کسی آدمی کے روبرو اس کے والد کا عیب کریں یا ایسی تعریف کریں کہ جس سے اہانت اس کے باپ کی نکلتی ہے۔ تو اس سے فرزند کو سنتے ہی ایذا ہوتی ہے۔ اور اس کے ذیل میں امام قسطلانی نے کہا۔ ولا ریب ان اذاہ علیہ السلام کفر یقتل فاعلہ ان لم یتب عندنا یعنے اس میں شک نہیں کہ ایذا دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفر ہے۔ قتل کیا جاویگا۔ ایذا دہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک اگر توبہ نہ کرے۔ دبشرطیکہ احکام شریعت جاری ہوں) اور امام سیوطی مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ میں اور علامہ حموی اشرح اشباہ ونظائر میں اور علامہ برزنجی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔ سئل القاضی امام ابو بکر ابن العربی احد ائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان ابا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار فاجاب بانہ ملعون لقولہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ولا اذی اعظم من ان یقال ابوہ فی النار یعنے امام قاضی ابوبکر ابن العربی سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی کہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناری ہیں۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ امام مذکور نے فرمایا وہ ملعون ہے۔ بحکم اس آیت کے تحقیق جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو البتہ لعنت کرتا ہے۔ اللہ انہوں کو دنیا اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے۔ ان کو عذاب ورد ناک اس سے بڑھ کر کیا ایذا ہوگی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کو ناری کہا جاوے۔ اور مولوی باقر آگاہ مدراسی مرحوم اپنی کتاب ہشت بہشت میں جو مقبول خاص وعام ہے۔ اور جوش عشق سے مملو ہے۔ سو سال سے آگے اسلام آباء آکرام کا فیصلہ کر دیئے ہیں۔ اہل سنت وجماعت کے لئے کافی ووافی ہے۔ وہ ابیات معظم یہ ہیں۔

وہ نور جگت کا سرمایہ
اصلاب ستی ارحام طرف
پن آتا ہوں میں کچھ مجمل
سب نانی اُنکی اور نانیاں
تھے جو سخاوت میں یکتا
تھے حسب و نسب میں بے پیوند
ہر قرن میں وہ تھے سب کے زبیں
سب مومن مسلم اہل رشاد
اس بات سے کچھ مت کر شک
تو مت کر اس کا کچھ پروا
کر دور اسے گر ہے قدرت
وہ سلطان اہل تمیز
کوئی بے ڈھنگ بولا عبداللہ

املاک بورسل کا پیرایہ
گر بولونگا وہ سب احوال
رکھ اس کو دل میں جی کے دل
حق ان کو زنا سے رکھا تھا بچن
تھے وفضل شجاعت میں یکتا
تھی فخر و ثنا اور حلم و حیا
سب لوگ تھے تن وہ تھے سیں
تھے مومن پاکاں وہ سارے
دل جیو کے اندر اس کو رکھ
گر آیا کوئی تکرار ا بہ
یا ترک تو کر اسکی صحبت
تھی جس کی خلافت اے دلبند
کچھ نہیں تھا ایمان سے آگاہ
باہر اس کو کرایا مجلس سے

خوش آتا تھا عز و شرف
تو لبنا ہو ویگا یہ مقال
سب دلدوے شہ کے اور دادیاں
سب بیاہ سستی پاک تھے من
تھے علم و ادب میں بے مانند
حق لطف سے انکو بخشا تھا
بھی تھے وہ سرور کے اجداد
آسمان شرافت کے تارے
کوئی اس کے مخالف گر بولا
اس حرف سے اسکے توبہ کر
نزدیک عمر بن عبدعزیز
ان چاروں خلفا کی مانند
وہ سلطان کرکے خوار اسکو

فقیر نے یہ رسالہ بطور فتوے لکھا۔ تاکہ برادران اسلام اس سے نفع عظیم پاویں اور سرور جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام سے حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما تک مسلمین تھے۔ کرکے اعتقاد کریں امید درگاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہے کہ محض اپنی کرم و عنایت سے اس رسالے کو قبول فرماویں اور اس فقیر کو جو آپ کے سلسلہ کا غلام و زنا مریدوا ہے بنظر توجہ فرماویں اور خاص اپنے فضل کے صدقے سے مرحمت فرماویں و بس سے
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا۔ تم ہذا الجواب واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب
المرقوم ۲۷ ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مطابق ۱۹ فروری



سنہ ۱۳۱۰ھ کتبہ العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللہ الباری المسکین السید محمد عبد الغفار شاہ قادری الحنفی بنجلوری اعلی المدرس فی المدرسۃ العربیۃ لجامع العلوم الواقعۃ فی معسکر بنجلور صانہ اللہ عن الفتن والشرور۔

ہذا الجواب صحیح مطابق الاعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ کتبہ خادم الطلباء الحقی الحاج السید شاہ محمد عبد القدوس قادری الحنفی بنجلوری ناظم المدرسۃ لجامع العلوم الواقعۃ فی المسجد الجامع لمعسکر بنجلور۔

ہذا الجواب صحیح بلا ارتیاب لذوی العلم و اولی الالباب۔ کتبہ المسکین الآثم المفتقر السید شاہ محمد عبد الرزاق قادری الحنفی بنجلوری المتخلص بنظر صدر المدرس المدرسۃ السرکاریۃ انتظامیہ بقصبہ سنگاریڈی پیٹھ ضلع میدک المتعلقۃ لحیدرآباد دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن

ہذا الجواب صحیح کتبہ الحکیم السید محی الدین حنفی بنجلوری المتخلص بہ عبرت

ہذا الجواب صحیح کتبہ السید حسن صانہ اللہ عن الفتن۔

ہذا الجواب صحیح کتبہ السید محمود شاہ قادری الحنفی جن پیٹی۔

ہذا الجواب صحیح کتبہ محمد عظیم الدین

عبد الرزاق شاہ قادری ابن جلال محمد شاہ

فتویٰ علمائے کرام شاہجہان آباد

جناب جلیل فاضل نبیل جامع معقول حاوی منقول مخزن شریعت معدن طریقت مخدامی مولانا مولوی سید محمد عبد الغفار شاہ صاحب قادری الحنفی بنگلوری اعلی مدرس مدرسہ عربیہ جامع العلوم معسکر بنگلور نے جو یہ رسالہ ہدایۃ الغبی الی اسلام آباء

النبی لکھا ہے۔ فقیر نے من اولہ الی آخرہ مطالعہ کیا بیشک مؤلف علام نے بہت محنت کی جو نایاب کتب سے اس مسئلہ کو مضامین شریفہ و مطالب عظیمہ سے مزین کیا ان کی کتب بینی و لیاقت علمی کا یہ ایک نمونہ ہے۔ مجھ کو امید قوی ہے۔ کہ ان سے زیادہ تائید مسائل دینیہ و ترویج مطالب شرعیہ کی ہوگی اور رہوے گی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء بیشک اس زمانہ میں اس رسالہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ جو کتابیں فی زماننا مطبوع ہوتی ہیں۔ اس مسئلہ کا تذکرہ بہت کم ہے۔ اس مسئلہ کا رواج دینا اہمات و ضروریات سے ہے جس سے شرافت عظمیٰ و نجابت کبریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ہوتا ہے۔ مؤلف علام نے خوب کیا کہ اس کو آیات شریفہ معہ استدلال مفسرین ثبوت کیے کے احادیث کرام و اقوال آئمہ عظام و علماء فخام سے اس کو مبرہن کر دیا اور معترضین کے اعتراض موافق داب علماء بلا طعن و تشنیع نقل کر کے عمدہ طور سے جواب دیا اور تشفی بخش اولہ سے ہر ایک ناظر کو مسرور و مبتہج کیا اور مسلک تفصیل میں نادر حکایات اور عمدہ روایات کو معتبر اور نایاب کتب سے نقل کر کے ثابت کر دیا کہ منشاء الٰہی یہی تھا۔ کہ بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باعث کائنات و فخر موجودات ہیں من آدم و حوا الی عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہم مومنین و مسلمین و مرسلین کے ارحام طیبہ سے نقل کرتے ہوئے طیب اور طاہر ظاہر کرنا تا شرافت عظمیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء پر ظاہر ہو چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے موافق حکم الٰہی شیث علیہ السلام سے یہی عہد نامہ لکھوایا اس مضمون پر مدلل ہے۔ ضمناً اس تقریر کے مؤلف علام نے افضلیت خلفاء اربعہ موافق ترتیب خلافت جیسا کہ اعتقاد اہل سنت و جماعت ہے خوب ثابت کر دی وہ کہ آدم علیہ السلام کی انگشت شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور باقی چار انگلیوں میں خلفاء اربعہ کا نور منتقل ہونا اور تابوت سکینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے اطراف ان خلفاء اربعہ کے صورتیں ہونا یہ شہادات صاف پکار رہی ہیں۔ کہ فضیلت خلفاء اربعہ علی الترتیب موافق اعتقاد اہل سنت و جماعت منشاء الٰہی ہے۔ اس میں چون و چرا کی قدرت نہیں الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے تمام آباء کرام وامہات عظام من آدم وحوا الی عبداللہ وآمنہ مومن مسلمان ہونا ادلۂ قویہ و براہین جلیہ سے ثابت ومبرہن ہے اہل سنت وجماعت کو یہی اعتقاد رکھنا چاہیئے کما حرر ہذا الفاضل شکر اللہ سعیہ حررہ المسکین خادم العلما الٰہی بخش متوطن شاہجہان آباد ؏

فتویٰ علماء کرام مدراس

جمیع آباء وامہات آنجناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناجی ومومن تھے کما ذکرہ المجیب کتبہ محمود کان اللہ

محمود ۱۲۸۶

خادم شریعت قاضی عبیداللہ علاقہ مدراس

یہ جواب موافق مذہب اہل سنت کے ہے۔ عبیداللہ کان اللہ لہ

ابوین شریفین والدین ماجدین بلکہ جمیع آباء وامہات حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناجی ومومن ہونا اہل سنت وجماعت کے پاس دلائل قویہ واسانید معتبرہ سے ثابت ہے۔ از انجملہ یہ ہیں۔ جو فاضل مجیب نے نقل کئے ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء اس کے خلاف میں تحریر وتقریر کرنی ضعف ایمان وعدم محبت کی علامت ہے۔ کتبہ المسکین غلام رسول عفی عنہ

غلام رسول ۱۳۱۰

فتویٰ علماء کرام نوتہ ضلع راولپنڈی

المجیب مصیب۔ خادم العلما سلطان احمد۔ الجواب صحیح۔ غلام محمد مدرس مدرسہ دار العلوم نوتہ ہذا ابو الحق عمری

	الجواب صحیح	المجیب مصیب
محمد غلبی مدرس دوم	تاج محمود مہتمم مدرسہ	ہر جا کہ بنگری ہمہ نور محمد است
مدرسہ دار العلوم نوتہ	دار العلوم نوتہ	ناظم مدرسہ دار العلوم نوتہ

فتویٰ علماء کرام بریلی:۔ بحمد اللہ والمنۃ یہ ـــــ رسالہ بہت ہی عمدہ اور خوب ہے لہٰذا چند سطور اس میں تحریر کی جاتی ہیں۔ اس کا نام بلحاظ تاریخ "شمول الاسلام لاصول الکرام" ہے

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

الجواب صحیح — محمد رضا خان قادری ۱۳۱۲ — محمد عبد الرحمٰن عمر

الجواب صحیح — محمدی حنفی قادری ولد مولوی محمد رضا خان محمد حامد رضا خان

الجواب صحیح — محمد سلطان احمد خان

الجواب صحیح — محمد شاہ

فتویٰ علمائے کرام بھیرہ علاقہ پنجاب:۔ ہذہ المسئلۃ محققۃ عن العلماء الراسخین ان جمیع الآباء والامہات النبی الکریم الی آدم علیہ السلام من المومنین واحادیث المسلم التی توہم خلافہا منسوخۃ کما بسطہ فی التاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس للعلامۃ حسین بن محمد دیار بکری وقالوا ان آزر عم الخلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وابوہ تارخ من المسلمین والموحدین ونور الشریعۃ ازالت فنتقل من الساجدین فیکفی فی ہذا رسالۃ المتبرکۃ الموسوم بہدایت الغبی الی اسلام آباء النبی فلا شک ان مولفہ من الفاضلین العلماء الکاملین ایدہ اللہ تعالیٰ فی یوم الیقین بحرمۃ النبی واصحابہ المتقین حررہ الفقیر عبد القادر المعروف بہ غلام قادر الحنفی مذہبا والقادری طریقۃ والبھیروی وطنا لاہوری اقامۃ

فتویٰ علماء کرام عظیم آباد:۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اجداد سب مسلمان تھے علماء کرام کا اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ فاضل ہٰذا نے لکھا ہے بشکر اللہ حررہ العبد الذلیل محمد وحید المدعو بہ غلام صدیق سنی الحنفی الفردوسی عفی عنہ ذنوبہ ؛

فتویٰ علماء کرام حیدر آباد دکن:۔ بیشک حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام واجداد عظام من آدم الی عبد اللہ کلہم اہل اسلام تھے اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت ہے اور یہ بدلائل قویہ و براہین جیدہ ثابت ہے جیسا کہ علامہ عجیب نے اس رسالہ میں لکھا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء حررہ العبد السید محمد یحییٰ حنفی القادری الحیدر آبادی عفی عنہ

ہذا الجواب صحیح
وحید اللہ ملک
۱۲۴۵

الجواب صحیح الٰہی بخش صدر مدرس مدرسہ ابو العلائی آغائی

ضمیمہ

فائدہ لطیفہ ملخصہ از رسالہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام ۱۳۱۵ھ مصنفہ مجدد مائۃ حاضرہ

مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب

عفر اللہ لہ

ظاہر عنوان باطن ہے۔ اور اسم آئینہ مسمی الاسماء تنزل من السماء سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو (بزار فی مسندہ و طبرانی فی الاوسط بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ) نیز آپ فرماتے ہیں سرزمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔ (رواہ ابن عدی) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہما فرماتے ہیں۔ آپ اچھے نام کو دوست رکھتے (رواہ الامام احمد والطبرانی والبغوی فی شرح السنۃ) آپ برے نام کو بدل دیتے (ترمذی) جب کسی کا برا نام سنتے اس سے بہتر بدل دیتے۔ (طبرانی) آپ جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اس کا نام دریافت فرماتے اگر خوش آتا مسرور ہوجاتے اور اس کا سرور روئے پرنور میں دکھائی دیتا اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا (رواہ ابوداؤد) بہ نظر حق بین سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مراعات الٰہیہ کے الطاف خفیہ دیکھو۔ آپ کے والد کا نام پاک عبد اللہ کہ افضل اسمائے امت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ احب اسمائکم الی اللہ عبداللہ و عبدالرحمٰن تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں۔ (مسلم وابوداؤد اور ترمذی وابن ماجہ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک آمنہ کہ امن و امان سے مشتق ہے۔ اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے

طیب و اطہر مشتق محمد و احمد حامد محمود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ

آپ کی جدہ ماجدہ ہوادی، **فاطمہ** بنت عمرو بن عایذ اس پاک نام کی خوبی اظہر من الشمس ہے حدیث میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وجہ تسمیہ یوں آئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انما سماہا فاطمہ لان اللہ تعالٰی فطمہا ومحبیہا من النار۔ اللہ تعالٰی نے ان کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو آگ دوزخ سے آزاد فرمایا (رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔)

آپ کے نانا وہب جس کے معنے عطا و بخشش ان کا قبیلہ بنی زہرا جس کا حاصل چمک و تابش ہے۔

آپ کی نانی صاحبہ برہ یعنی نکوکار (سیرۃ ابن ہشام) یہ تو خاص اصول ہیں۔

دودھ کی ماں اول ثویبہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق ہے۔ اور اس فضل الٰہی سے پوری بہرہ ور۔

دودھ کی ماں دوم حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث از قبیلہ بنی سعد کہ سعادت و نیک طالعی ہے۔ شرف اسلام و صحابیت سے مشرف ہوئیں۔ (التحفۃ الجسیمہ فی اثبات اسلام حلیمہ (امام مغلطائی) جب روز حنین حاضر بارگاہ ہوئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا (الاستیعاب عن عطا بن یسار)

آپ کے رضاعی باپ حارث **سعدی** یہ بھی شرف اسلام و صحبت سے مشرف ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصدقہا حارث و ہمام سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث و ہمام ہیں۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد ونسائی

آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ سعدی یہ مشرف باسلام و صحبت ہوئے۔
(ابن سعد)

آپ کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلاتیں سینے پر لٹا کر دعائیہ

اشعار عرض کریں سلامتی، اسلئے وہ بھی حضور کی ماں کہلائیں۔ سیما سعدیہ یعنی نشان والی علامت والی جو دور سے چمکے یہ بھی مشرف با سلام و صحابیت ہوئیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضرت حلیمہ حضور کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں۔ تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھاتی صورت دیکھی جوش محبت سے اپنی پستانیں دہن اقدس میں رکھیں تینوں کے دودھ اتر آیا تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ جس کے معنے زن شریفہ رئیسہ کریمہ سراپا عطر آلود تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں۔ کہ سلامت سے مشتق ہے۔ اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے (ز ابن عبد البر فی الاستیعاب) بعض علماء نے حدیث انا ابن العواتک من سلیم کو اسی معنے پر محمول کیا (السہیلی) اقول: کسی نبی نے کوئی ایسی آیت اور کرامت نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی مثل بلکہ اس سے بڑھ کر عطا نہ ہوئی یہ اس مرتبے کی تکمیل تھی کہ عیسےٰ علیہ السلام کو خداوند تعالےٰ نے کنواری بتول کے پیٹ سے بے باپ کے پیدا کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیا ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری صلی اللہ علیہ وسلم امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں۔ لم ترضعہ مرضعۃ الا اسلمت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنی بی بیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں۔ ذکرہ فی کتابہ سراج المریدین کھلایہ تو دودھ پلانا تھا۔ کہ انہیں بھی یہ حیثیت ہے۔ آپکی مرضعہ کا نام پاک برکت اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کنیت کہ یہ بھی یمن و برکت و راستی و قوت یہ اجلہ صحابیات سے ہوئیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرماتے انت امی بعد امی تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔ راہ ہجرت میں انہیں پیاس لگی آسمان سے نورانی رسی میں ایک ڈول اترا پی کر سیراب ہوئیں پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی۔ سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔ رواہ ابن سعد پیدا ہوتے وقت جنہوں نے آپکو اپنے ہاتھوں پر لیا ان کا نام پاک شفا (دیکھئے شفا) رواہ ابو نعیم یہ حضرت عبد الرحمٰن کی والدہ اور صحابیہ جلیلہ ہیں اور ایک بی بی جو وقت ولادت حاضر تھیں فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ منظر انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ ان پاک مبارک ناموں کا اجتماع اتفاقی ہے بلکہ عنایت ازلی نے چھانٹ چھانٹ کر یہ نام رکھے ہیں جیسا کہ تمام خوبیاں جمع کر کے جو اس نور پاک کو پہنچے نام مطلق بھی نہ بچا وہ اسی کے سبب سے کام والوں میں کفر شرک والوں نے محفوظ رکھے گا۔ ماشاء اللہ عہد دانشمندان مسلمان کہلائیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا!!
تیری نسلِ پاک کا ہے بچہ بچہ نور کا

کتاب مستطاب

المسمٰی

نور الہدیٰ فی آباءِ المصطفٰی

من تصانیف

فقیہ العصر حضرت مولانا مولوی علی احمد صاحب چشتی سیالوی

مع تصحیح تام

عمدۃ الفقہا مولانا غلام رسول صاحب گوہر ایڈیٹر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

ناشر

مکتبہ انوار الصوفیہ۔ قصور (کوٹ عثمان خاں)
ضلع لاہور



از عمدۃ الفضلاء رئیس الفقہاء علامۂ زماں حضرت مولانا غلام رسول گوہر

جماعتی نقشبندی ایڈیٹر ماہنامہ ازالۃ الفریہ قصور

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کی بحث بلحاظ ان کے ایمان کے قدیماً و حدیثاً مختلف فیہ ہے۔ اس موضوع میں علماء متقدمین و متاخرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ مگر اکثر علماء جن کے علم و فضل کا آفتاب ساری اسلامی دنیا کو علماً و عملاً منور کر رہا ہے۔ انہوں نے اپنی تصنیفات و رسائل میں دلائل و براہین سے پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین حضرت عبداللہؓ ابن عبدالمطلب اور آپ کی والدہ ماجدہ طاہرہ حضرت آمنہ بنت وہب مومن، نجات یافتہ اور جنتی ہیں۔ علماء سابقین کی اس موضوع پر عربی یا فارسی زبان میں کتابیں ہیں جن سے علماء ہی استفادہ کرتے ہیں، عوام جنکو عربی فارسی کا علم نہیں ہے، ان کتب کو پڑھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔

میرے مشفق دوست حضرت مولانا علی احمد صاحب چشتی خطیب جامع مسجد چک ۳۵ جنوبی ضلع سرگودھا نے خلوص نیت سے عامۃ المسلمین کے عقیدہ کو صحیح کرنے اور رب تعالیٰ سے ثواب پانے کی نیت سے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابوین کے ایمان کو ثابت کرنے کے مسئلہ کو اپنی کتاب "نور الہدیٰ فی ابا المصطفیٰ" میں دلائل و براہین عقلیہ و نقلیہ سے بڑی تفصیل و وضاحت سے حوالہ قلم کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف میں تمام عربی اور فارسی منظوم و منثور کتب و رسائل سے جنکو متقدمین و متاخرین سے بزرگ علماء نے تصنیف کیا ہے، استفادہ کیا ہے۔

اپنی کتاب کو مولانا نے کئی ابواب پر منقسم کیا ہے۔ ہر باب میں آپ کے ابوین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام تک آپ کے تمام آباء و امہات کی کفر و شرک کی قذارت و نجاست سے طہارت و نظافت کے متعلق جس چیز کو شروع کیا ہے اس پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور مستند اور متداول بین العلماء کتب کی عبارات سے اس کو مؤید و مثبت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، مولانا نے کتب متعددہ اور روایات کثیرہ سے

ثابت کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہ صرف والدین ہی ایمان دار ہیں بلکہ آپ کے جمیع آباء و امہات دولتِ ایمان سے مالا مال ہیں اور ان سے کوئی بھی مشرک و کافر نہیں ہوا، سب توحید کے قائل اور ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ آپ نے اس کا استدلال آیۂ کریمہ وتقلبك في الساجدين سے کیا ہے کہ ساجدین سے مراد مومنین و مسلمین ہیں اور تقلب سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے آبا کی پشتوں اور اپنی امہات کے رحموں میں قرناً فقرناً منتقل ہونا ہے۔ اس کی تائید و تقویت میں بہت حدیثیں با اسناد پیش کی ہیں اور ان کا ماخذ و مخرج بھی بیان کیا ہے اور منکرین و مخالفین کے سوالات و اعتراضات نقل کر کے ان کے مسکت جواب بھی دیئے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے، اس لئے کہ مولٰنا نے اس کتاب کو میرے توسط سے چھپوایا ہے۔ میں نے اس کا مسودہ پڑھا اور پھر کتابت کے بعد کاپیوں کی تصحیح کی۔ اس کے بعد چھپنے سے قبل اس کا پروف بھی پڑھا، اس لئے میں پورے وثوق اور اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ اہلسنت و جماعت کے لیے یہ کتاب بڑی مفید اور ایمان کو تازہ اور درخشاں کرنے والی ہے۔ اس کا ایک ایک نسخہ ہر محبِ رسول کے گھر میں ہونا لائق ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کا صدقہ حضرت مولٰنا کی یہ سعی مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو اس کتاب کے پڑھنے کا شوق اور خریدنے کی توفیق ہو۔ اس پُرفتن زمانہ میں کہ مادیات کی باد صرصر چل رہی ہے اور روحانیات کے چراغ ٹمٹما رہے ہیں۔ ایسی کتابوں کا پڑھنا از بس ضروری ہے۔

هو الفتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِہٖ وَرَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

خاکپائی درویشاں عاصی پر عیب و معاصی فقیر علی احمد بن مولوی سلطان احمد طبیب مرحوم و مغفور نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہٗ مولداً سکنہ ملکھانوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ الآن مسکناً چک ۱۱۸ جنوبی مضافات ضلع سرگودھا جمیع برادران اہل اسلام کی خدمت میں گذارش کرتا ہے بعض اہل اسلام کا عقیدہ دربارہ ابوین شریفین جناب سرور کائنات فخر موجودات خاتم الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین حبیب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ علیہ التحیۃ والسلام مادامت اللیالی والایام کے متعلق نہایت بے ادبانہ اور بعید گستاخانہ ہے۔ اعاذنا اللہ منھا کہ وہ دونوں مشرک و کافر اور جہنمی ہیں۔ لہٰذا اس عاجز نے اس مسئلہ کی تحقیق شروع کر دی اور عرصہ دراز تک مختلف کتب تفاسیر و احادیث کی دیکھ بھال کی گئی الحمد للہ کہ کئی سال کی محنت اور تفاسیر و احادیث کے مطالعہ سے ان کا ایمان اور نجات ثابت ہو گئی۔

ایک اور گروہ کثیر مفسرین و محدثین فقہاء و متکلمین علمائے راسخین فی الدین کے نزدیک ان کا ایمان و نجات ثابت ہے اور ان کے دلائل بے حد قوی قابل قبول ہیں۔ طالب حق کے لئے یہی بات قابل اعتماد اور اقرب الی الصواب ہے۔ اس واسطے اس ناچیز قلیل البضاعۃ نے بغرض اصلاح اور ہمدردی اور خیر خواہی برادران اسلام کے مسئلہ ابوین گرامی کے تحریر

کرنے کی جرأت کی ہے۔ انشاء اللہ مجھے قوی امید ہے۔ میرے دینی بھائیوں سے اہل سعادت و ارباب بصیرت کو یہ تالیف لطیف مشعل ہدایت کا کام دے گی، اور ان کی راہبری کا کام کرے گی اور حضور پرنور کے والدین گرامی کے متعلق ان کی غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اگر چند برادران دینی کو اس کے مطالعہ سے فائدہ پہنچا تو میری محنت رائیگاں نہ ہو گی اور مجھ عاصی کو نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی سے خاتمہ بالخیر کی سعادت نصیب ہو گی۔ باللہ التوفیق ھو الموفق للصواب۔

میں نے اس رسالہ کا نام نور الھدٰی فی اٰباء المصطفٰی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ میری کوشش قبول فرمائے آمین یارب العلمین بحرمۃ طٰہٰ ویٰسین۔

غرض نقشیست کز ما یاد ماند! | کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت | کند در حق ایں مسکیں دعائے

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ
ومظہر لطفہ محمد وآلہ واصحابہ واولیائہ و
اشیاعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

سبب تالیف کتاب ھذا

رواہ الشیخین عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال لولا آیتان انزلھما فی کتابہ (متفق) ما
حدثت شیئا ابدا قولہ تعالیٰ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات و
الھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم
اللاعنون (سورۃ البقرۃ پ۲) وقولہ تعالیٰ: واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب
لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم (آل عمران پ۴)

بخاری و مسلم نے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اگر قرآن مجید اور فرقان حمید میں یہ دو آیات بینات موجود نہ ہوتیں تو میں کبھی احادیث بیان کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو لوگ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو ہم نے نازل کی ہے۔ کھلی کھلی آیات اور ہدایت سے پیچھے اس بات کے کہ ہم نے اس کو قرآن مجید میں لوگوں کی راہ نمائی کے لئے بیان کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور لعنت کرنے والوں نے لعنت کی ہے۔ دوسری آیت یہ ہے۔ جب لیا اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان ان لوگوں سے جنکو کتاب دی ہے (مانند یہود و نصاریٰ کے) البتہ ضرور بیان کرو تم لوگوں پر (نعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) اور اس کو چھپانے کی کوشش نہ کرو (ازراہ حسد و عناد کے) ان لوگوں نے اپنے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال دیا۔ تفسیر خازن میں ہے اس آیہ گرامی کا نزول بحق علمائے یہود کے ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے دیدہ و دانستہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و شمائل اور ان کی نعت شریف کو اور آیۂ رجم کو تورات شریف میں مخفی رکھا۔ قیل الآیۃ علی العموم فیمن کتم شیئا من امر الدین لان اللفظ عام والعبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب ومعنی الکتم ترک اظھار الشیئ مع الحاجۃ الی بیانہ بعض علمائے کرام رحمہ اللہ علیہم نے کہا ہے۔ یہ آیۃ عام ہے۔ ہر اس شخص پر جاری ہے جس نے امور دینی سے عمداً کسی بات کو پوشیدہ رکھا، باوجود حاجت اظہار کے۔ کیونکہ ہمیشہ عبرت

عام الفاظ سے ہوتی ہے نہ خصوص سبب نزول سے۔ کتم اور کتمان کے معانی کسی چیز کے اظہار کو ترک کر دینا باوجود اس کی حاجت اظہار کے۔ ان اللہ اوجب علی علماء التوراۃ والانجیل ان یشرحوا للناس ما فی ھذا الکتابین من الدلائل الدالۃ علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ظاھر الاٰیۃ انکان مخصوصا بعلماء اھل الکتاب وھم الیھود والنصاریٰ فلا یبعد ان یدخل علماء ھذہ الملۃ الاسلامیۃ فیہ لانھم اھل الکتاب وھو القرآن۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے علمائے یہود و نصاریٰ پر واجب کیا تھا کہ لوگوں پر ان باتوں کو واضح طور پر بیان کریں۔ جو تورات اور انجیل شریف میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدق نبوت و رسالت پر شاہد ہیں۔ اگرچہ اس آیۃ شریف کا نزول بحق علماء اہل کتاب کے ہے۔ اور یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں۔ کہ اس حکم میں ہمارے علماء کرام بھی شامل ہوں۔ کیونکہ وہ بھی اہل کتاب یعنی صاحب قرآن مجید کے ہیں۔ قال قتادہ رضی اللہ عنہ ھذا میثاق اخذہ اللہ تعالیٰ علی اھل العلم فمن علم شیئاً فلیعلمہ ایاکم وکتمان العلم فانہ ھلکۃ۔ امام قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ یہ وہ عہد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اہل علم حضرات سے لیا تھا۔ کہ جو شخص تم سے کسی بات کو جانتا ہو۔ وہ دوسروں کو تعلیم کرے۔ خبردار علم کے چھپانے سے بچو۔ کیونکہ کتمان علم ہلاکت اور بربادی کا باعث ہوتا ہے۔ ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ نے ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایۃ کی ہے۔ جو عالم کسی علم کی بات کی نسبت پوچھا گیا مگر اس کو جان پہچان کر پوشیدہ رکھا، قیامت کو اس کے منہ میں آگ کی لگام پہنائی جاوے گی۔ اعاذنا اللہ عنھا۔

علامۂ زماں سید احمد حموی شارح اشباہ والنظائر صـ۳۱۵ نے اور مولانا شیخ اسمٰعیل صاحب حقی مصری صاحب روح البیان صـ۱۴۷ جلد اوّل مطبوعہ دیو بند رقم طراز ہیں:۔

اعلم ان السلف اختلفوا فی ابوی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھل ماتا علی الکفر ام لا فذھب الی الاول جمع ومنھم صاحب التیسیر وذھب الی الثانی جماعۃ منھم متمسکین بالحدیث والدھیم علی طھارۃ نسبہ الشریف علیہ الصلوۃ والسلام من دنس الشرک وشین الکفر۔ ونفر من الجمع الاول قالوا بنجاتھما من النار منھم الامام القرطبی

انّا قال ان اللہ تعالیٰ احیاھا لہ علیہ الصلوۃ والسلام وامنابہ۔ اے طالب حق۔ تو
اس بات کو صدق دل سے جان لے۔ کہ علمائے سلف صالحین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ودیلھہ الوین
شریفین نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کے اختلاف کیا ہے۔ کیا ان کی وفات شریف کفر کی حالت میں
ہوئی ہے۔ یا نہ ایک گروہ نے قول اوّل کو اختیار کیا ہے۔ ان میں سے صاحب تیسیر کے ہیں۔ اور
ایک جماعت نے قول ثانی کی طرف رجوع کیا ہے۔ ان لوگوں نے ان احادیث شریف سے استدلال
کیا ہے جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کی طہارت اور پاکیزگی ثابت ہوتی
ہے۔ شرک کی پلیدی اور کفر کی ذلت سے۔ پہلی جماعت سے بعض لوگ ان کی نجات از نار جہنم کے
قائل ہیں۔ ان میں سے امام قرطبی کی بلند شخصیت ہے۔ انھوں نے کہا ہے۔ کہ خداوند کریم نے الوین
شریفین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے زندہ کیا۔ پھر وہ ایمان لاکر زمرہ مسلمین میں داخل
ہو گئے۔ الغرض علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ایمان
اور ان کی نجات تین طریقوں سے ثابت کی ہے، ایک گروہ علماء نے ان آیات واحادیث شریف
سے استدلال کیا ہے۔ جو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت نسبی پر دال ہیں۔ ان لوگوں نے حضور پُر نور
کے والدین گرامی سے لے کر تا سیّدنا ابو البشر آدم صفی اللہ اور اُم البشر مائی حواء صاحبہ علیہا السلام تک
تمام سلسلہ نسب گرامی کے جملہ مرد و عورت کو کفر و شرک کی نجاست سے بری الذمہ قرار دیا ہے
وہ سب ملّت توحید پر قائم تھے، ان سب کا دامن کفر و شرک کی آلودگی سے بالکل پاک ہے
مجدد مائۃ عاشر ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں یہی مسلک اختیار کیا ہے

(۲) علمائے کرامؒ کے ایک گروہ نے احادیث احیاء ابوین شریفین سے استدلال کیا ہے۔
وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی بعد از وفات بموقعہ حجۃ الوداع
حضورؐ کی دعا سے زندہ کیے گئے۔ اور دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بعد معاً فوت ہو گئے
اجلّہ علمائے ماوراء النہر سے شیخ شمس الدین کردری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قرطبی کا
یہی مسلک ہے۔

(۳) بعض علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اثبات ایمان الوین گرامی میں ذکر کیا ہے۔ کہ ہمارے
آقائے نامدار تاجدار مدنی علیہ الصلوۃ والسلام کے ماں باپ کی پیدائش زمانہ فترت انبیاء میں

میں ہوئی ہے۔ ان دونو نے حضورؐ کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا۔ آپ کے زمانہ طفولیت میں فوت ہو گئے۔ اس لیے وہ موافق قاعدہ اصول اسلام معذور اور سزاوار عذاب کے نہیں۔ لقولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا بنی اسرائیل پ۱۵ اور ہم ان کو عذاب کرنے والے نہ تھے۔ یہاں تک کہ ہم رسولوں کو مبعوث کریں بنا بریں وہ دونو تحت احکام اہالیان زمانہ فترت انبیاء کے شمار کیے جاویں گے۔ اہالیان زمانہ فترت بالکل معذور ہیں، اور قابل مواخذہ کے نہیں اس احقر العباد فقیر حقیر نے اس لحاظ سے اس تالیف کو تین ابواب پر ترتیب دیا ہے۔ باب اوّل طہارت نسب شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں باب دوئم احیاء ابوین شریفین کے بیان میں۔ باب سوئم اہالیان فترت کے احکام میں۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب

اللھم امتنی علی حبلہ وحب اللہ واصحابہ واولیاءہ وارزقنا شفاعتہ واستقامتہ من حوضہ شربا ألا نظماء بعدہ یا رب العالمین

بحضور جناب سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد الرسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

یا رسول اللہ انت اعظم کائنات ... وانت لکل الخلق بالحق مرسل

علیک مدار الخلق اذا انت قطبہ ... وانت منار الحق تعلو وتعدل

فوادک بیت اللہ دار علومہ ... وباب منھم علیہ منہ الحق یدخل

ینابیع علم اللہ منہ تفجرت ... ففی کل حین منہ للہ منہل

منحت بفیض الفیض کل مفضل ... فکل من لہ فضل منک تفضل

نظمت نثار الانبیاء فتاجہم ... لدیک بانواع الکمال تکمل

یا ... ۃ الامداد تقطعت خطبہ ... ودیا قدرۃ الاطلاق اذ یتسلسل

فحال یحول القلب عنک وانتنی ... وحقک لا ارسلو ولا اتحول

علیک صلوات اللہ منہ تواصلت ... صلوۃ اتصال عنک لا تنفصل

باب اوّل۔ طہارت نسب نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

(۱) قال اللہ تعالیٰ جل جلالہ فی القرآن المجید الذی یرٰک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین

جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ (سورۂ شعراء پ ۱۹)

جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ نماز کو۔ اور تمہارا گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ اراد تقلبک فی الاصلاب الانبیاء من نبی

الی نبی حتی اخرجک فی ھذہ الامۃ۔

مفسر قرآن مجید سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس عم النبی رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آیت تقلبک سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کا پشت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں گردش کرنا مراد ہے یعنی ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت مبارک میں نقل کرنا مراد ہے۔ یہاں تک کہ حضور پُرنور اس امت مرحومہ میں مبعوث ہوئے۔ خازن ص۱۱۶ جلد ۵ مدارج النبوت ص۳ ج اول

(۲) معالم التنزیل مصری بر حاشیہ خازن جلد پنجم ص۱۱۶ محی السنۃ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین شعراء والساجدون ھم الانبیاء قال عطاء و

ابن عباس رضی اللہ عنھما اراد وا تقلبک من نبی حتی اخرجک فی ھذہ الامۃ

اور تمہارا ساجدین میں گردش کرنا ہے اور ساجدین سے مراد حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، عطاء اور ابن عباس خدا اُن سے راضی ہو۔ نے کہا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی کا ایک نبی سے دوسرے نبی کی پشت مبارک میں گردش کرنا اور انتقال کرنا مراد ہے۔ یہاں تک کہ آپ کو اس امت مرحومہ میں پیدا کیا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساجدین کی تفسیر انبیاء سے کی ہے۔ آپ نے قول کی تصدیق اور تائید میں عطاء اور ابن عباسؓ کی تفسیر نقل کی ہے۔

(۳) امام قاضی عیاض مالکی صاحب کتاب الشفا فی حقوق المصطفیٰ مصری جلد اوّل ص۱۳ پر لکھتے ہیں:۔

قولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین قال ابن عباس رضی اللہ عنہما من نبی الی

نبی حتی اخرجتک نبیا۔ اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ

نے کہا ہے۔ کہ ساجدین سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نبی سے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی پشت مبارک میں گردش کرنا مراد ہے۔ یعنی آں حضرت صلعم عالم ارواح میں ہمیشہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی پشتوں میں گردش کرتے چلے آتے ہیں۔ نسیم الریاض ترجمہ شفائی عیاض صا۱۲

(۴) تفسیر جامع البیان حاشیہ جلالین مجتبائی دہلی صفحہ ۳۱۲ میں ہے۔

قولہ تعالیٰ وتقلبك فی الساجدین ای تقلبک فی اصلاب آبائک الانبیاء من نبی الی نبی حتی اخرجتك نبیا۔ اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے کہا اس سے مراد حضور پُرنور صلعم کا اپنے آبا و اجداد حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی مبارک پشتوں میں پھرتے آنا مراد ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کر کے نکالا۔

(۵) تفسیر صاوی علی الجلالین جلد سوم صفحہ ۲۹۷

تحت قول اللہ تعالیٰ وتقلبك فی الساجدین والمراد بالساجدین المؤمنون والمعنی یراك متقلبا فی اصلاب وارحام المؤمنین من لدن آدم الی عبد اللہ فاصولہ جمیعاً مؤمنون۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں۔ آیۃ ہذا کے یہ معنی ہیں۔ یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ حضور پُرنور فداہ روحی کی ذات گرامی کو بیچ عالم ارواح کے ہمیشہ اصلاب آباء کرام اور ارحام امہات اہل الایمان میں انتقال پذیر ہوتے دیکھتا رہا ہے۔ سیدنا ابوالبشر آدم صلوۃ اللہ علی نبینا وعلیہ التسلیم سے لے کر حضور پُرنور کے والد ماجد سیدنا حضرت عبد اللہ تک نبی صلعم کے تمام آبا و اجداد اور سب امہات وجدات معہ آپ کے والدین گرامی کے سلسلہ بسلسلہ ابوالبشر آدم و مائی صاحبہ حوا علیہما السلام تک سب کے سب ایمان دار تھے۔ کوئی شخص ان میں سے کافر و مشرک نہ تھا۔ یہ آیۃ کریمہ آں حضرت صلعم کے تمام اصول مرد و عورت کی طہارت پر شاہد ناطق ہے۔ اکثر مفسرین کرام اور علمائے عظام نے اس آیۃ شریفہ سے جناب سرور کائنات فخر موجودات سید الکونین نبی الحرمین امام القبلتین سیدنا وشفیعنا حضرت محمد الرسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام مع اباء عمر الکرام الی یوم القیام کی طہارۃ نسبی پر استدلال کیا ہے۔ بلکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اہل بیت نبوت سے مفسر قرآن سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تفسیر ہے۔

سن آنچہ شرط بلاغست باتو میگوئیم   تو خواہ از سخنم پند گیری خواہ ملال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مخلوقات کی پیدائش کا ارادہ کیا، اس وقت اپنی قدرت کاملہ سے اپنے نور پاک سے نور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا۔ بعد ازاں پھر اس نور مبارک کو خطاب کیا۔ کونی حبیبی محمدًا میرے محبوب و مطلوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ بارک وسلم کی صورت مبارک میں جلوہ نما ہو جا۔ وہ نور پاک مہتر آدم صفی اللہ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پانچصد سال تک شب و روز عرش بریں کا طواف کرتا رہا، اور ہر آن خدا کی حمد و ثناء تسبیح و تقدیس میں مشغول رہا، خدا نے کہا۔ میں نے تیری حمد و ثناء کی کثرت سے تمہارا نام نامی اور اسم گرامی محمد رکھ دیا ہے۔ یعنی کل دنیا کی تعریف و ثناء کے لائق بعد ازاں خالق کائنات نے حضور پر نور کے نور گرامی سے ابوالبشر مہتر آدم صفی اللہ کا نور مبارک جدا کیا۔ اور پھر طینت حضرت آدم علیہ السلام سے جناب سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین حبیب خدا صاحب قاب قوسین او ادنیٰ اجداد انبیاء و مرسلین شہنشاہ معظم سرکار دو عالم نبی مدنی علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا کا وجود مبارک بنایا گیا۔ جب رب العزت نے نور محمدی کو مہتر آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں داخل کیا۔ تو ملاء اعلیٰ اس نور گرامی کے ادب و احترام اور اس کی تعظیم و توقیر کی خاطر مہتر آدم علیہ السلام کی پشت گرامی کے پیچھے دست بستہ صفیں باندھے کھڑے رہتے تھے۔ اور بنگاہ شوق و محبت اس نور انور کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ ایک روز مہتر آدم صفی اللہ نے جناب باری سے سوال کیا، بار خدایا، یہ کیا بات ہے۔ کیوں یہ سب فرشتے میرے پیچھے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ فقال اللہ تعالیٰ ینظرون الی نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ حکم ہوا برائے اشتیاق رویت نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عرض کیا، بار خدایا تو یہ حد بے ادبی اور نہایت گستاخی کا موجب ہے۔ خداوندا۔ تو اس نور مبارک و معظم کو میری پیٹھ سے منتقل کر کے میری پیشانی میں جلوہ گر کر دے۔ جب پروردگار عالمیان نے تاجدار نبی مدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور گرامی کو جبین آدم میں جلوہ گر کر دیا۔ سب فرشتے نور محمدی کی تعظیم و تکریم کے لیے آپ کے مقابل صف باندھ کر کھڑے رہتے۔ ایک روز مہتر آدم علیہ السلام کے دل

مبارک میں اس نورِ گرامی کے دیدارِ پُرانوار بہاباں کا خیال آیا۔ آپ نے دعا کی۔ یا الٰہ العالمین تو میرے دل
کے رازوں کو بہتر جانتا ہے۔ میرا دل اس نورِ گرامی کی رویت کے لیے حد مشتاق ہے اور اس کی لقاء کا نہا
آرزو مند ہے۔ یا الٰہی تو مجھے اس نورِ مبارک کے دیدار ہمایوں سے مشرف فرما۔ تب اللہ تعالیٰ جلّ شا
اپنے حبیب گرامی کا نورِ مبارک مہتر آدم علیہ السلام کی انگشت شہادت کے ناخن میں جلوہ گر
مہتر آدم علیہ السلام نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ کہا۔ اشھد ان لا
الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ اس وجہ سے یہ انگلی بنام انگشت شہادت اور سب
کے نام نامی سے موسوم ہوئی۔ کیونکہ اس کے ہمراہ توحید خدا کا اقرار کیا جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ اس کی
رگ دل کے بالکل قریب ہے۔ پھر مہتر آدم علیہ السلام نے جناب ربانی سے سوال کیا۔ خداوندا۔ کیا
اس نور گرامی سے ہنوز کچھ حصہ باقی موجود ہے۔ فرمان ربانی صادر ہوا، آپ کے اصحاب خلفائے اربعہ
رضی اللہ عنہم کا نور گرامی باقی ہے۔ کہا۔ بار خدایا تو اپنے فضل عمیم سے اس کو میری دوسری انگلیوں میں
انتقال فرمایا۔ تب بحکم باری تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نور گرامی انگشت وسطیٰ میں ا
سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نور مبارک انگشت بنصر میں اور سیدنا حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کا نور گرامی انگشت خنصر میں اور سیدنا و مولانا و مولیٰ کل المومنین امیر المومنین حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کا نور گرامی ابہام یعنی نر انگشت کے ناخنوں میں ظاہر کیا گیا۔ مہتر آدم علیہ السلام نے
فرط محبت ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھا۔ نزہۃ المجالس مصری جلد ۲ ص ۱۲۹

مواہب لدنیہ مصری ص ۱۲ جلد اول۔ لما خلق اللہ حواء لتسکن الی آدم علیہ السلام جب
اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنی قدرت کاملہ سے مہتر آدم علیہ السلام کی بائیں پہلو کی پسلی سے ام البشر حضرت
حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ تاکہ آپ کی صحبت میں بود و باش اختیار کریں۔ اور ایک دوسرے کے
ساتھ ہم جنس ہونے کی وجہ سے آپس میں مانوس رہیں۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز — کبوتر با کبوتر باز با باز

جب مائی صاحبہ پر مہتر آدم علیہ السلام کی صحبت کا اثر رونما ہوا، ان ایام مبارک میں
قدرت ربانی سے مائی صاحبہ کے بطن مبارک سے بیس شکموں میں چالیس توام یعنی جوڑے جوڑے
ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے، صرف ایک مولود سعید بنام شیث علیہ السلام اکیلے تو

ہوئے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے مہتر کے بعد منصب نبوت سے سرفراز کیا۔ فلما توفی آدم علیہ السلام کان شیث علیہ السلام وصیاً علی اولاد آدم ثم اوصیٰ شیث ولدہ بوصیۃ آدم ان لا یضع ھذا النور الا فی المطھرات من النساء ثم لم یزل ھذہ الوصیۃ من قرن الی قرن الی ان ادی اللہ تعالیٰ النور الی عبد المطلب وولدہ عبد اللہ۔ جب تقدیر ربانی سے مہتر آدم علیہ السلام کی وفات شریف واقع ہوئی۔ پھر آپ کی اولاد گرامی سے حضرت شیث علیہ السلام وصی مقرر ہوئے پھر آپ نے بھی اپنے بیٹے کو مہتر آدم علیہ السلام کی وصیت سے خبردار کیا، اور تاکید شدید کی۔ کہ اے میرے نور نظر اور لخت جگر آگاہ رہو۔ کہ اس نور مبارک کو پاکیزہ عورتوں کے بطون میں بوجہ حلال سپرد کریں، پھر یہ وصیت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک متواتر جاری رہا، یہاں تک کہ خداوند کریم رؤف الرحیم نے اس نور مبارک کو حضور پُر نور کے جد اعلیٰ سیدنا عبد المطلب اور ان کی اولاد گرامی سیدنا حضرت عبداللہ والد ماجد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ نور انور سپرد کیا۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً علی روح النبی بدر الدجیٰ محمدی

معارج النبوۃ ص۴۲ جلد اول۔ چوں انوش بحد بلوغ رسید۔ شیث علیہ السلام او را بخواند۔ گفت اے پسر من پدر من مہتر آدم از برائے حفاظت ایں نور گرامی عہد و میثاق از من بستید۔ من نیز ایں عہد و میثاق را از تو مے ستانم۔ کہ در غیر معصومات وضع ایں نور نکنی۔ انوش قبول نمود جس وقت مہتر انوش حد بلوغت کو پہنچا، ایک روز مہتر شیث علیہ السلام نے اس کو بلا کر کہا۔ اے میرے نور نظر میرے والد محترم سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے مجھ سے اس نور محمدی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کی نگہبانی کے لئے عہد و اقرار لیا تھا۔ آج میں بھی حسب وصیت پدر خود تجھ سے یہ عہد و اقرار لیتا ہوں، خبردار۔ کہ اس نور گرامی کو عصمت فروش مستورات کے ارحام میں سپرد نہ کریں انوش نے بسر و چشم اس وصیت کو منظور کیا۔ ہکذا فی المدارج

حضرت ملا جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء ص۲۸ پر تحریر کرتے ہیں:۔

قال ابن عباس فی تاویل قول اللہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین ای تقلبک من اصلاب الطاھرین من اب الی اب الی ان جعلک نبیاً۔ کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر میں قول خدا کے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے یعنی تو محمد صلعم کا گردش کرنا

پیج پاکیزہ پشتوں کے ایک باپ کی پشت مبارک سے دوسرے والد شریف کی طرف یہاں تک کہ آپ کو منصب نبوت و رسالت سے ممتاز کیا گیا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مجدد مائۃ عاشرۃ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نور کی وصیت کے قصہ سے اپنی تصنیفات میں ابوین شریفین کے ایمان دار ہونے پر استدلال کیا ہے، بلکہ حضور پر نور سرور کائنات افضل جملہ موجودات صدر دیوان نبوت اور رسالت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام سلسلۂ نسب جملہ رجال و نساء تا سیّدنا مہتر آدم صفی اللہ علیہ السلام و ام المومنین سیدۃ النساء مائی حوا علیہا السلام تک سب کا دولت سعادت ایمان سے ممتاز و مکرم ہونا بیان کیا ہے، اکثر اہل تحقیق نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ اس واقعہ کو حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی محدث شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بابیات ذیل نظم کیا ہے

تنقل احمد نورا عظیم　　تلالا فی جبین ساجدینا

تقلب فیھم قرنا بعد قرن　　الی ان جاء خیر المرسلینا

کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ مصری جلد اول صـ۳۲ میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ آدم اھبطنی فی صلبہ الی الارض وجعلنی فی صلب نوح فی السفینۃ وقذفنی فی النار فی صلب ابراھیم ثم لم یزل ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ الی ارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط والی ھذا اشار عباس بن عبد المطلب فی قصیدۃ تبا۔ سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے

جب تبارک و تعالیٰ نے مہتر آدم کو پیدا کیا، تو مجھے اس کی پشت مبارک میں زمین پر نازل کیا۔ پھر مجھے مہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا، بعد ازاں مجھے نار نمرودی میں ڈالا گیا، درانحالیکہ میں سیدنا مہتر ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک میں موجود تھا۔ میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے ارحام مصفیٰ مطہرہ کیطرف منتقل ہوتا چلا آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین گرامی سے دار دنیا میں تولد پذیر ہوا۔ کوئی بشر ان سے مرتکب سفاح کا نہیں ہوا۔ اسی بات کی طرف حضور کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ مبارک میں اشارہ کیا ہے۔...

ـہ۔ من قبلہا طبت فی الظلال وفی | مستودع حیث یخصف الورق
ثم ھبطت البلاد ولا بشر | ولا انت مضغۃ ولا علق
بل نطفۃ ترکب السفین وقد | الجم نسرا واھلہ الغرق
وردت نار الخلیل مستترا | فی صلبہ انت کیف یحترق
یا برد نار الخلیل یاسبباً | لعصمتہ وھی تحترق
انت لما ولدت اشرقت الارض | وضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذالک الضیاء والنور | وسبیل الرشاد نخترق

یارسول اللہ! آپ اپنی پیدائش سے پہلے بہشت بریں کے سایوں میں مقیم تھے۔ جہاں درختوں کے پتے چپکاتے جاتے ہیں۔ جو قول خدا آیۂ یخصفان علیھما من ورق الجنۃ کی طرف اشارہ ہے۔ جب آپ زمین پر نازل ہوئے تو حضور پر نور صورت بشری میں جلوہ گر تھے، نہ بصورت مضغہ کے اور نہ علقہ کے۔ بلکہ بصورت نطفہ کے کشتی حضرت نوح علیہ السلام میں سوار تھے، جس وقت نصرت اور اس کے پرستاروں کو طوفان نے غرق کی لگام پہنائی تھی، آپ نار نمرودی میں صلب خلیل الرحمان علیہ السلام میں داخل ہوئے آپ کی موجودگی سے خلیل کو کیسے آگ جلاسکتی تھی، نار نمرودی کو خلیل پر ٹھنڈا کرنے والے اور ان کی حفاظت کا وسیلہ بننے والے ہیں۔

بـــــــ آپ کی ولادت باسعادت سے تمام بقعۂ زمین روشن ہوگئی۔ اور آسمان کے کنارے چمک گئے ہم اس روشنی اور نور سے روشن ہیں۔ اب ہدایت کی تمام راہیں کھل گئی ہیں۔

ابن جابرؓ نے کہا ہے :-

بہ اجاب اللہ آدم اذ دعا | ونجی فی بطن سفینۃ نوح
وما ضرت النار الخلیل لنورہ | ومن اجلہ نال الفداء الذبیح

زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد اول مصری - ان آبای ما کانو لمشرکین لحدیث ابن عباسؓ قد ارتضی ذالک العلامۃ المحقق السنوسی محشی الشفاء فقالا لم یتقدم لوالدیہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک وکانا مسلمین لانہ علیہ الصلوۃ والسلام انتقل من اصلاب الکریمۃ الی الطاھرۃ لایکون ذالک الامع الایمان باللہ تعالیٰ الآ لزم المحظور بیشک جناب

سرورِ کائنات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی ہرگز کافر و مشرک نہ تھے۔ ساتھ دلیل حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جو اُوپر گذری ہے اختیار کیا اور قبول کیا اس کو علامہ محقق سنوسی اور تلمسانی شارحین شفاء عیاض نے اُنھوں نے کہا ہے۔ کہ ہرگز داخل نہیں ہوا کفر و شرک بیچ والدین شریفین نبی کے۔ وہ سب کے سب مومن تھے۔ کیونکہ سید الوریٰ تاجدار انبیاء حبیب خدا علیہ افضل صلوٰۃ المصلین واز کی سلام المسلمین کی ذات عالی ہمیشہ عالم ارواح میں بزرگوار پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف انتقال پذیر ہوتی رہی ہے۔ اور نہیں لازم ہوتی یہ بات مگر ساتھ حاصل ہونے ایمان و اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے۔ ورنہ گمراہی کا خطرہ لاحق ہوتا۔

تفسیر جمل صـ۲۹۶ ج ۳ قولہ تعالیٰ۔ وتقلبک فی الساجدین۔ ثم تعقبھم بالمؤمنین ای یدل تقلباً فی اصلاب وارحام المؤمنین من لدن آدم وحواء الیٰ عبداللہ و آمنۃ جمیع اصولہ رجالاً ونساءً مؤمنون۔ اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ساجدین کی تفسیر مؤمنین سے کی ہے جس سے یہ مراد ہے کہ خدا کی ذات عالی آپ کو گردش کرتے ہوئے دیکھتی رہی ہے۔ بیچ پشت آباء کرام و ارحام امہات اہل ایمان کے۔ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام و ام البشر مائی حوا صاحبہ علیہا السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور آپکی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ خاتون تک آپ کے تمام اصول مردوں اور عورتوں سے سب کے سب ایمان دار تھے۔

زرقانی صـ۱۷۴ جلد اوّل مصری۔ علامہ دوراں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسرار التنزیل میں فرماتے ہیں۔ ان آباء الانبیاء ما کانوا کفاراً یدل علیہ قولہ تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین قیل معناہ ینتقل نورہٗ من ساجد الیٰ ساجد قال ففیہ دلالۃ علیٰ ان جمیع آباءہ صلی اللہ علیہ کانوا مسلمین۔ بے شک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے والدین گرامی سے کوئی شخص کافر نہ تھا۔ اس پر خدا کا فرمودہ صاف دلالت کرتا ہے جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے نماز میں۔ اور گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے اکثر علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے۔ آیۃ ہذا سے یہ مراد ہے۔ کہ ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی صلب مبارک میں انتقال پذیر ہوتا رہا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ آیۂ گرامی اس بات پر صریحاً دال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کے جملہ آباء و امہات ایمان دار تھے۔

نیارد با درت اعمیٰ زالوان | وگر صد سال گوئی نقل و برھان
سفید و زرد و سرخ و سبز کاہی | بہ نزد او نباشد جز سیاہی

مواہب لدنیہ مصری ص ۲۲ جلد اوّل۔ ومما یدل علیٰ ان آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما کانوا مشرکین قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات وقال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس فوجب ان لا یکون احد فی اجدادہ مشرکاً۔ اور جو چیز اس بات پر صاف صاف دلالت کرتی ہے بالتحقیق سلطان الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین گرامی ہرگز کافر نہ تھے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان گرامی ہے کہ میں ہمیشہ (عالم ارواح میں) پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سوا اس کے نہیں کہ مشرک پلید ہیں۔ بنا برآں یہ بات لازم ہوئی کہ آپ کے جملہ آباء و اجداد و امہات و جدات سے کوئی شخص کافر و مشرک نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

علامۂ زماں شیخ المحدثین عالم نبیل شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ افضل القریٰ میں رقم طراز ہیں :-

ان اٰباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر الانبیاء وامہاتہ الی آدم وحوا لیس فیہم کافر لان الکافر لا یقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم ولا طاہر بل ھو نجس وقد صرحت الاحادیث انہم مختارون وان آباء کرام والامہات طاہرۃ قال اللہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین

بتحقیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ما سوا انبیاء کرام کے اور آپ کی مائیں بہتر آدم صفی اللہ اور مائی صاحبہ حوا علیہا السلام تک کوئی شخص اُن میں سے کافر نہ تھا۔ کیونکہ کفار کے حق میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ برگزیدہ اور بزرگوار اور پاکیزہ ہیں، خدا کا فرمان ہے بلکہ وہ کفار پلید ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں صاف لفظوں میں تصریح موجود ہے۔ کہ وہ سب خدا کے مقبول برگزیدہ بندے ہیں۔ حضور پرنور شافع یوم النشور کے تمام والدین گرامی اور سب مائیں پاکیزہ تھیں۔ کیونکہ خدا وند کریم عزّ وجلّ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اور تمہارا گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ یعنی بیچ اصلاب اور ارحام اہل اسلام کے۔

محمد سید الکونین والثقلین — والفریقین من عرب ومن عجم

فاق النبین فی خلق وفی خلق — لم یدانوہ فی علم ولا کرم

فمبلغ العلم انہ بشر — وانہ خیر خلق اللہ کلہم

علامہ دوراں شیخ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر بحر محیط میں فرماتے ہیں :۔

ان الرافضۃ ھم القائلون ان آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین مستدلین بقولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین ولقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات مواہب لدنیہ جلد اول ص۳۲ زرقانی جلد اول ص۱۵۶ مصری۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں بے شک والدین گرامی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب کے سب ایمان دار تھے۔ اور انہوں نے استدلال کیا ہے۔ ساتھ اس قول خدا کے "اور تمہارا گردش کرنا بیچ ایمان داروں کے" اور ساتھ اس فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا۔ میں ہمیشہ منتقل ہوتا رہا ہوں پاکیزہ پشتوں سے طرف پاکیزہ ارحام کے بیچ عالم ارواح کے۔

ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ السبل الجلیۃ کے ص۱ پر لکھتے ہیں۔

ان اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی آدم علیہ السلام کانو علی ملۃ التوحید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مبارک حضرت آدم خلیفۃ اللہ علیہ السلام تک سب کے سب ملت توحید پر قائم تھے۔ مصرعہ — اگر در خانہ کس است حرفے بس است

زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص۱۷۳ جلد اول مصری ان آباء الانبیاء ما کانوا کفارا تنویھا بمقام النبوۃ وکذلک امہاتہم کما فی الفوائد بوجوہ منھا قولہ تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین قیل معناہ ینتقل نورہ من ساجد الی ساجد اما من لدن آدم الی ان ظہر قال الرازی فالآیۃ دالۃ علی جمیع آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا مسلمین۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے والدین گرامی سے کوئی شخص کافر نہ تھا۔ واسطے بزرگی اور علیٰ کی منصب نبوت ورسالت کے۔ اسی طرح ان کی والدہ شریفہ جیسا کہ فوائد میں ہے بواسطہ چند وجوہ کے۔ ایک ان میں سے خدا کا فرمودہ ہے۔ جو دیکھتا ہے

تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے اور پھرنا تیرا بیچ ایمان والوں کے۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کہا ہے۔ کہ آیۃ ہذا کے یہ معانی ہیں۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی طرف انتقال پذیر ہوتا رہا ہے۔ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر سلسلہ بسلسلہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش گرامی تک۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیۃ مبارک کا مضمون صاف دلالت کرتا ہے کہ حضور کے نور فیاہ زوجی کے سب آباؤ اجداد مومن تھے۔ زاد اللبیب صفحہ ۲۳۱ قلمی قالت المعتزلۃ ان احداً من آباء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واجداده ما کان کافراً وکذالک والد ابراھیم ما کان کافراً واحتجوا علیٰ قولھم بوجوہ۔ الحجۃ الاولیٰ ما کانوا کفاراً ایدل علیہ قولہ تعالیٰ توکل علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین قیل معناہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام انتقل روحہ من ساجد الی ساجد وبھذا التقدیر فالآیۃ دالۃ علی ان جمیع آباءہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمین۔ معتزلہ نے کہا ہے۔ کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ دادا سے کافر نہ تھا۔ اسی طرح سیدنا حضرت ابراہیم خلیل الرحمان صلوۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ التسلیم کا والد گرامی کافر نہ تھے۔ خدا کا فرمان گرامی ہے۔ اور بھروسہ کر اوپر غالب اور مہربان کے جو دیکھتا ہے تجھکو جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ نماز کو اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ بعض علماء کرام نے کہا ہے۔ آیۃ ہذا کے یہ معنی ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی پشت مبارک میں انتقال کرتی چلی آتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیۃ گرامی صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ آپ کے سب آباء و اجداد مسلمان تھے۔

شعر: احمق نوں کیہہ پند نصیحت پتھر نوں کیہہ پالا ۔ پ کالا کمبل ململ دھوتے پھر کالیہ کا کالا

مولوی سید امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری اپنی تفسیر مواہب الرحمن کی جلد ہفتم صفحہ ۱۳۳ زیر آیۃ وتقلبک فی الساجدین تحریر کرتے ہیں۔ بزار اور ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایۃ کی ہے۔ کہ اس آیۃ گرامی سے یہ مراد ہے کہ گردش کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت گرامی میں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کر کے نکالا۔ لکھتے ہیں کہ تفسیر معالم التنزیل اور سراج المنیر اور دیگر مفسرین

یہی معانی مراد لیتے ہیں۔ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی سے ساجدین کی تفسیر مومنین سے نقل کی ہے۔

خصائص کبریٰ للسیوطی مصری ص ۳۸ جلد اول۔ رواہ بزار وطبرانی وابونعیم عن عکرمہ

عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وتقلبک فی السّاجدین قال ما زال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقلب فی الاصلاب الانبیاء حتی ولدتہ امّہٗ۔ امام بزار اور طبرانی اور ابونعیم نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ یہ تفسیر قول خدا کے جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے یہاں تک کہ حضور پُر نور کو والدہ محترمہ نے جنا۔ قال اللہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام سورۃ ابراھیم ب۱۳

رواہ ابن جریر عن مجاھد قال فاستجاب اللہ لابراھیم دعاءہٗ فی ولدہٖ فلم یعبد احد من ولدہٖ صنماً قط بعد دعوتہ فی ولدہٖ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب میرے کر اس شہر کو (یعنی مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً کو) امن والا اور بچا مجھ کو اور اولاد میری کو بت پرستی سے علامہ ابن جریر نے امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء ان کی اولاد کے حق میں قبول کی بعد ازاں ان کی اولاد سے کسی نے بت پرستی اختیار نہیں کی۔ یعنی حضرت خلیل کی دعاء کے بعد۔ یعنی اولاد سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام مراد ہے۔

مسالک الحنفاء ص ۳۲ مصری امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم

عن سفیان بن عیینۃ انہ سئل ھل عبد احد من ولد اسمٰعیل الاصنام قال الم تسمع قولہٗ تعالیٰ واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام قیل فکیف لم یدخل ولد اسحاق وسائر اولاد ابراھیم فقال لانہ دعا لاھل ھذا البلد ان لایعبدوا اذا اسکنھم ایاہ وقال رب اجعل ھذا البلد آمنا ولم یدع لجمیع البلدان بذالک قال واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام وقد خص اھلہٗ

ابن ابی حاتم نے سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کسی شخص نے آپ سے پوچھا۔ کیا

نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد گرامی سے کسی نے بت پرستی اختیار کی ہے۔ کہا کیا قربانِ باری کو نہیں سُنا، یارب بچا مجھ کو اور اولاد میری کو بت پرستی سے۔ اس نے پُوچھا سبب ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کے سوا حضرت اسحاق علیہ السلام لاد اور خلیل کی دوسری اولاد اس دُعا میں شامل نہ ہوئی۔ آپ نے سائل کو یہ جواب دیا۔ وجہ کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوٰۃ اللہ علیٰ نبینا و علیہ التسلیم نے صرف اہل مکہ کے لئے دُعا بارخدایا۔ تو اس شہر مکرم کے رہنے والوں کو بت پرستی سے بچا، اور اس شہر گرامی کو امن ابنیّ سے مُراد بنو اسمٰعیل علیہ السلام ہی مراد ہیں۔ جو ساکنان بیت الحرام ہیں۔ دوسری اولاد اس دُعا سے خارج ہے۔ بنو اسحاق ملک شام میں آباد تھے۔

قال اللہ تعالیٰ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم توبہ ۱۶ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسُول تم میں سے نہایت شاق ہے اس پر تکلیف تمہاری اور طمع کرنے والا ہے تمہارے ایمان کا۔ اور ایمان والوں کے شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ خصائص کبریٰ جلد اوّل ص۳۸ مواہب لدنیہ جلد اوّل مدارج النبوۃ ص۸ جلد ۲۔

رواہ ابن مردویہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد جاءکم رسول من انفسکم بفتح الفاء قال انا انفسکم نسبا وصہرا وحسبا لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح۔ ابن مردویہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیۃ گرامی لقد جاءکم رسول من انفسکم کی تلاوت کی۔ اور انفسکم کو ساتھ فاء کے پڑھا۔ پھر فرمایا۔ میں تم سب سے از روئے نسب اور سسرال اور حسب کے بہت پاکیزہ ہوں بیچ میرے آباء واجداد کے سفاح داخل نہیں ہوا تمام سلسلہ نسب حضرت آدم صفی اللہ تک نکاح کی رسم جاری رہی ہے شفاء مصری جلد اول ص۱۱۔ طبرانی نے معجم اوسط میں ابونعیم نے حلیتہ اور ابن عساکر نے مدینۃ العلوم والمطالب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرمایا نسبا وصہرا وحسبا لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح نکاح۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ از روئے نسب اور حسب کے پاک ہوں۔ سفاح کی تاثیر نے

میرے آباء اجداد گرامی میں نفوذ نہیں کیا۔ سب میں سیدنا حضرت آدم صفی اللہ تک ہمیشہ نکاح کا رواج جاری رہا ہے۔

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ کتبت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس مائۃ ام وجدت فیھن سفاحاً ولاشیئاً مما علیہ الجاھلیۃ کما فی الشفاء ص۲۱ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صد ماؤں کے حالات قلم بند کیے۔ میں نے ان میں سے کسی فرد واحد میں اثر سفاح اور رسوم جاہلیت کو نہیں پایا۔ للہ در من قال

خلقت مبرأ من کل عیب	کانک خلقت کما تشاء
واحسن منک لم تر قط عینی	واجمل منک لم تلد النساء

مفسر قرآن علامہ زماں مولانا اسمٰعیل صاحب حقی رحمۃ اللہ علیہ روح البیان میں لکھتے ہیں وقرئ من انفسکم بفتح الفاء ای من افضلکم واشرفکم۔ بعض قراء نے انفسکم کو زبر فاء کے پڑھا ہے۔ جس کے معنٰی ہیں۔ کہ میں تم سب سے بے حد بزرگ اور بلند پایہ ہوں اور تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص۱۴۲ قرء ابن عباس رض والزھری وابن محیض انفسکم بفتح الفاء ای اشرفکم افضلکم۔ سیدنا مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور امام زہری اور ابن محیض رض نے انفسکم کو ساتھ زبر فاء کے پڑھا ہے۔ بے حد شریف اور بہت بزرگ مرتبہ۔ جس کا کوئی ثانی نہیں۔

صاوی علی الجلالین جلد ثانی ص۱۶۲ قولہ تعالیٰ :۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم اللام لقسم محذوف ای عزتی وجلالی لقد جاءکم رسول من انفسکم خطاب للعرب قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لیس قبیلۃ من العرب الا وقد ولدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولہ فیھا نسب وانفسکم باتفاق السبعۃ وقرئ من انفسکم بفتح الفاء من والمعنٰی قد جاءکم رسول من انفسکم من اشرفکم افضلکم قدراً۔ لما فی الحدیث رواہ مسلم عن واثلۃ بن اسقع قال ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفیٰ قریشاً من کنانۃ واصطفیٰ بنی ھاشم من قریش واصطفانی من بنی ھاشم فانا خیار من خیار۔ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے۔ اور یہاں وارد و لام قائمقام قسم محذوف کے ہے

د تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے۔ آیا پاس تمہارے میرا رسول بلند
ان یہ خطاب اہل عرب کو ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تمام قبائل عرب میں سے
لیٰ قبیلہ ایسا موجود نہیں جس میں حضور پرنور صلعم کی رشتہ داری نہ ہو۔ اور انفسکم ساتھ
ہ کے قراء سبعہ کی قرأت ہے۔ لیکن بعض نے انفسکم کو ساتھ زبر فاء کے پڑھا ہے۔ یعنی
نفیس کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے اہل عرب تمہارے پاس میرا رسول کریم صاحب
ق عظیم رؤف رحیم صاحب صراط مستقیم منبع رشد و ہدایت سرتاج انبیاء حاوی جمیع فضائل
مالات نبوت و رسالت امام القبلتین نجیب الطرفین آیا ہے علیہ الوف الصلوۃ والسلام ما دامت
یالی والایام۔ من عند ذی الجلال والاکرام

مسلم شریف میں واثلہ بن اسقع سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔
ر تعالیٰ جل شانہ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد گرامی سے کنانہ کو منتخب کیا۔ پھر
لاد کنانہ سے قریش کو انتخاب کیا، پھر قریش کی اولاد سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ پھر سب
ندان بنی ہاشم نے مجھے برگزیدہ کیا۔ میں ابدالآباد تمام برگزیدہ لوگوں سے برگزیدہ ہوتا
لا آیا ہوں۔ — خصائص کبریٰ ص۳۹ جلد اول مصری شفاء عیاض ص۶۳ ج۱ مصری التعظیم والمنۃ للسیوطی
ن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان قریشا کانت نورا بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق اللہ تعالیٰ
ی آدم عم) بالفی عام یسبح ذالک النور ویسبح الملائکۃ بتسبیحہ فلما خلق آدم القی ذالک النور
ال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاہبطنی اللہ الی الارض فی صلب آدم وجعلنی فی صلب
د قذفنی فی صلب ابراھیم ثم لم یزل ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ الی الارحام الطاہرۃ
ا اخرجنی بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
لم سے مروی ہے۔ کہ قریش بصورت ایک نور گرامی کے اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود تھا، حضرت آدم
ہ السلام کی ولادت سے دو ہزار سال پہلے دائم الاوقات یہ نور مبارک خدا کی حمد و ثناء اور تسبیح
ں مشغول رہتا تھا، اور ملاء اعلیٰ اس کی تسبیح کی آواز سن کر تسبیح کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ
نے حضرت آدم صفی اللہ کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا۔ یہ نور پاک ان کی پشت گرامی میں داخل کیا گیا
سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم علیہ السلام

میں زمین پر اُتارا۔ پھر مجھے بہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا پھر میں خ
ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوٰۃ اللہ علی نبینا وعلیہ التسلیم کی پشت گرامی میں نار نمرودی میں پھینکا گیا
پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف گردش کرتا رہا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین گ
تولد پذیر ہُوا۔ کوئی شخص اُن میں سے سفاح کا مرتکب نہیں ہُوا۔ محدث مذکور ملا قاضی عیاض
رحمۃ اللہ علیہ بعد نقل حدیث شریف کے رقم طراز ہیں۔ ویشہد بصحۃ ھذا الحدیث شعرالع
المشہورۃ فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث شریف کی صحت پر سیدنا حضرت
رضی اللہ عنہ کے اشعار گواہی دیتے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں عندالن
مشہور ومعروف ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد شریف سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی عصم
عفت کا ایک واقعہ مصنف رحمۃ للعالمین صلا جلد ثانی میں تحریر کیا ہے۔ ابونعیم اور خرائطی اور
نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ دیکھو خصائص کبریٰ ص۹۲۔ جس وقت
یہ نور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام کے جد اعلیٰ سیدنا عبدالمطل
نور بصر لخت جگر سیدنا حضرت عبداللہ کو ہمراہ لے کر ان کے نکاح کے ارادہ سے گھر سے
ہُوئے۔ راستہ میں ایک کاہنہ عورت قوم خثعم سے کھڑی تھی جب یہ دونوں حضرات اس کے
گزرنے لگے۔ اس عورت کا نام فاطمہ دختر مُرّ الخثعمیہ تھا جس نے تورات شریف کو پڑھا
اور دین یہود کو اختیار کیا تھا۔ تب اس نے اپنی علمی فراست سے سیدنا حضرت عبداللہ کے
پر نورِ نبوت کی تابانی کے انوار ملاحظہ کیے۔ اس نے حضرت عبداللہ سے عرض کی۔ اے جو
فی الحال عورت کی خواہش ہے۔ اگر آپ تو میری تمنا قلبی کو پُورا کرے۔ میں تجھے اس کے
میں سو اونٹ دونگی۔ جو تمہاری فداء میں تمہارے والد شریف نے نحر کئے تھے۔ آپ
کیا، یہ جواب دیا:۔

اما الحرام فالممات دونہ ۔ فالحل لا حل فاستبینہ
فکیف الامر الذی تبغینہ ۔ یحمی الکریم عرضہ ودینہ

فعل حرام کے ارتکاب سے موت بہتر ہے۔ میں تو فعل حلال کا خواہاں ہوں اگر آ

اعلان کرنا ضروری ہے۔ افسوس ہے۔ کہ تو مجھے اپنی خواہش نفسانی کی مطلب برآری کے لیے ذرغلاتی ہے۔ ہر شریف انسان پر اپنی آبرو اور دین کی نگہبانی کرنا بے حد لازم ہوتی ہے۔ حفیظ صاحب جالندھری نے کیا خوب کہا ہے ؎

سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے فعل حرام ایسا — کہ ہٹ جا دُور، کرتے نہیں اشراف کام ایسا

مطابق رسم قومی کے تجھے بیوی بناتا میں — اگر تو عقد کو کہتی تو شادمان جاتا میں

فریب و مکر سے مجھ کو گناہ کرنے پر اکسایا — مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا

شریف انسان پہ لازم ہے بچانا دین عزت کا — تری صورت سے ہے مجھ کو بجا احساس نفرت کا

لیکن مدارج النبوت ص۱۳ جلد ثانی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اس عورت کا نام رقیقہ دختر نوفل ذکر کیا ہے، جس نے ایک صد اونٹ دینے کا لالچ دیا تھا۔ یہی قول اقرب الی الصواب ہے مواہب لدنیہ ص۳۲ جلد اول مسالک الحنفاء ص۴۲ الدرج المنیفہ ص۱۶ میں ہے۔ ابو نعیم نے بروایۃ زہری ام سماعہ دختر ابی رھم سے اور اس نے اپنی والدہ سے روایۃ کی ہے۔ کہ میں سیدہ عفیفہ سیدنا حضرت آمنہ خاتون والدہ ماجدہ سیدنا وشفیعنا و مولانا محمد صلعم کی بیماری کی حالت میں آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئی۔ جس سے آپ جانبر نہ ہوئی۔ اس وقت جناب آقائے نامدار تاجدار مدینہ طیبہ علیہ الصلوۃ والسلام پانچ سال کی عمر کے تھے۔ اور اپنی اماں جان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے ناگہاں سیدہ آمنہ خاتون نے اپنا سر مبارک اٹھا کر حضور کے چہرہ مبارک کی طرف نگاہ کی، اور مندرجہ ذیل ابیات پڑھے :-

بارک اللہ فیک یا غلام — یا ابن الذی من حومۃ الحمام

نجا بعون الملک العلام — فودی غداۃ الضرب بالسہام

بمأیۃ ابل من سوام — ان صح ما ابصرت فی المنام

فانت مبعوث الی الانام — من عند ذی الجلال والاکرام

تبعث فی الحل والحرام — تبعث بالتحقیق والاسلام

دین ابیک ابرھام — فاللہ ینہاک عن الاصنام

ان لا توالیہا مع الاقوام

پھر کہا۔ ہر ایک جان دار فنا ہونے والا اور ہر نو کہنہ ہونے والا ہے۔ میں عنقریب اس دار فانی سے سفر آخرت اختیار کرنے والی ہوں۔ مگر عالم دنیا میں میری یاد اور شہرت ابدالآباد قائم اور تا زندہ رہے گی کیونکہ میں نے اپنے پیچھے بھلائی کو اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ میں نے آپ کو ہر عیب و نقص سے پاکیزہ جنا ہے۔ بعد ازاں حضور کی والدہ ماجدہ نے اپنی جان عزیز کو جان آفرین کے سپرد کر دیا۔ اور ہم نے ان کی وفات شریفہ پر جنات کو مندرجہ ذیل اشعار کے ساتھ گریہ زاری کرتے سنا۔ خصائص کبری ملا علامہ رحمن قال

تبکی الفتاۃ البرۃ الامینہ ذات الجمال والعفۃ والرزینہ زوجۃ عبد اللہ والقرینہ

ام نبی اللہ ذی السکینہ صاحب المنبر والمحراب فی المدینہ صارت لدی حفرتہا رھینہ

ہم اس مستورہ جواں سال نیکوکار پر روتے ہیں۔ جو حسن و جمال کی بیوی اور عفت و عصمت کی مالکہ تھیں۔ جو سیدنا حضرت عبداللہ کی بیوی اور رفیق حیات تھی۔ جو رسول خدا صاحب سکینہ کی والدہ ماجدہ تھی، جو مدینہ شریف میں صاحب محراب و منبر ہوں گے۔

افسوس صد افسوس۔ کہ اس دُرِّ یتیم کی والدہ مکرمہ قبر کے گڑھے میں مرہون ہو چکی ہیں۔ ارباب دانش و بینش پر واقعہ مندرجہ بالا کے ابیات کے مضمون سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ کو آپ کی نبوت اور بعثت کا علم تھا۔ اور اس کی تصدیق اظہر من الشمس ہے۔ کہ آپ دین ابراہیمی کو از سر نو زندہ کریں گے، اور بت پرستی کی رسوم کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیں گے توحید کا علم بلند کریں گے۔ لوگوں کو اسلام حقانی کی دعوت دیں گے۔ اور آپ کی بعثت کا آغاز مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا و تعظیما سے ہوگا۔ اس وقت صرف ایمان اجمالی کی ضرورت تھی، اس وقت حضور منصب نبوت پر سرفراز نہ تھے۔ وہ تقدیر الٰہی سے آپ کے حصول پایۂ نبوت و رسالت سے عرصہ دراز پہلے فوت ہو گئے۔ ان کا دامن شرک و کفر کی آلائش سے بالکل پاکیزہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ مرجع والمآب

٭ قال اللہ تعالی۔ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیئ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ سورۃ نور پ ۱۸ ع ۵ ۔ اللہ تعالی آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال مانند طاق کے ہے جس میں چراغ رکھا ہو، اور چراغ بیچ قندیل کے ہے۔ اور وہ قندیل مانند چمک دار

ارہ کے درخشاں ہے۔ جو برکت والے درخت کے روغن سے جلایا جاتا ہے جس کا نام گرامی زیتون
۔ نہیں ہوتا یعنی ممالک شرقی میں اور نہ ارض غربی میں قریب ہے کہ اس کا روغن روشنی دے۔
چھوئے اس کو آگ۔ روشنی ہے اوپر روشنی کے اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتا ہے اپنے نور کی طرف
کو جی چاہے: اُبی بن کعب اور ابوالعالیہ رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں مروی ہے:۔
اللہ مزین السموات والارض زین السماء بالشمس والقمر والنجوم والملائکۃ وزین
ض بالانبیاء والعلماء والمؤمنین۔ اللہ تعالیٰ زینت دہندہ آسمانوں اور زمینوں کا ہے
آنش و زیبائش دی آسمانوں کو ساتھ آفتاب و ماہتاب اور ستاروں اور فرشتوں کے اور زینت
زمین کو ساتھ وجود گرامی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
اور حضرات اولیاء و علماء کرام اور اہل ایمان کے اور مختلف اقسام کی
گوں نباتات و اشجار سے۔ مثل نورہٖ اس کے نور کی مثال۔ سہل بن عبداللہ نے کہا ہے
نور محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مثال جبکہ وہ عالم روحانی میں اپنے آباء و اجداد کی پشت
رک میں مانند طاق کے تھے جس میں چراغ روشن ہو۔ شفا شریف ص۳۱ مواہب لدنیہ ص۶ تفسیر عباسی ص۲۲۵
ب بن محمد قرظی نے کہا ہے۔ المشکاۃ ابراھیم والزجاجۃ اسمٰعیل والمصباح محمد صلی اللہ علیہ
سلم و شجرۃ مبارکۃ ابراھیم وسماہ مبارکا لان اکثر الانبیاء من صلبہ نور نبی من نسل نبی نور
متدو نور ابراھیم۔ مشکوٰۃ یعنی محراب سے مراد سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اور قندیل سے سیدنا حضرت اسمٰعیل
السلام اور چراغ سے مراد سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین حضرت محمد الرسول اللہ
ہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیۃ اکملہا ہیں۔ اور درخت مبارک سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، خدا نے
ں مرجہ سے ان کا نام نامی اور اسم گرامی مبارک رکھا ہے کہ تمام انبیاء بنو اسرائیل علیہم السلام کے آپ
ا علیٰ ہیں۔ نور علیٰ نور۔ آپ نبی ہیں۔ نسل حضرات انبیاء اکرم علیہم السلام سے۔

پدر نور است پسر نور است مشہور ۔۔۔ ازینجا فہم کن نورٌ علیٰ نور

تفسیر قادری ص۱۲۲ جلد ثانی میں ہے۔ کہ روح الابداع میں ہے۔ کہ نور سے مراد حضرت
ہ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور گرامی مراد ہے مشکاۃ سے مراد سیدنا ابوالبشر حضرت
م صلی اللہ اور زجاجہ شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام اور زیتون حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور مصباح

ہمارے آقائے نامدار تاجدار کی مدنی علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کی طرف اشارہ ہے
روح البیان ص ۹ مطبوعہ دیوبند۔ وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام علۃ غائیۃ لوجود
کل کون توجودہٗ شریف عنصرہٗ لطیف افضل الموجودات الکونیۃ وروحہٗ
افضل الارواح القدسیۃ وقبیلۃ افضل القبائل ولسانہٗ خیرالالسنۃ وکتابہٗ خیرالکتب
الالٰھیۃ وآلہ واصحابہ خیرالآل وخیرالصحابۃ وزمان ولادتہ خیرالازمان و
روضتہ المنورۃ اعلی الاماکن مطلقاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تمام کائنات ارضی
وسمائی کے لیے بمنزلہ علۃ غائی کے ہے۔ حضور پُرنور کا وجود مبارک بے حد بزرگ آپ کا عنصر لطیف
بے حد پاکیزہ و مقدس ہے اور تمام موجودات کونیہ سے افضل اور عنداللہ بے حد اکرم ہے
اور جناب کی روح گرامی تمام ارواح مقدسہ سے عنداللہ افضل و اشرف ہے۔ اور آپ کا قبیلہ
گرامی قبائل عرب کا سردار اور سرتاج ہے۔ آپ کی بولی تمام بولیوں سے افضل ہے۔ آپ کی
آل گرامی اصحاب کبار تمام نبیوں کی آل و اصحاب شریف سے بلند پایہ ہیں۔ اور آپ کی پیدائش
شریف کا زمانہ تمام ازمنہ سے بہتر ہے۔ اور روضہ مطہرہ تمام مقامات مقدسہ سے خدا کے
نزدیک بے حد بلند پایہ ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء کرام نے اس کو عرش بریں اور کرسی پر
رتبہ میں فوقیت دی ہے کمافی الدرالمختار و شرح ردالمختار۔ مواہب لدنیہ مدارج النبوۃ

یا صاحب الجمال یا سیّدالبشر — من وجہک المنیر لقد نورالقمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۷ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور قاضی عیاض مالکی نے شفاء میں حبیبہ حبیب البریۃ
من النساء سیدۃ النساء صدیقہ عفیفہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
روایت کی ہے۔ کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے روح القدس حضرت جبرئیل
علیہ السلام نے فرمایا۔ قلبت مشارق الارض ومغاربھا فلم اجد رجلا افضل من محمد
ثم لم اجد بنی اب افضل من بنو ھاشم میں نے تمام شرقی اور غربی زمین کا کونہ کونہ چھان مارا۔ لیکن
مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند بلند پایہ کوئی بشر نہ ملا۔ اور میں نے کسی باپ کو نہیں دیکھا
جس کی اولاد بنو ہاشم سے افضل ہو۔ قال الحافظ شیخ الاسلام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لوائح الصحۃ

ظاهرة علی صفحات هذا المتن - مواہب لدنیہ ص۱۳ ج ۱ - امام زماں حافظ شیخ الحدیث علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کی صحت کے انوار متن سے ہویدا ہیں - کذا فی الخصائص کبریٰ - امیر خسرو گوید

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ہرگز نباید در نظر صورت زرشت خوب تر شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری

مصرعہ - گئے دونو جہان نظر سے گذر تری شان کا کوئی بشر نہ ملا

علامہ زماں شیخ الحدیث قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفا ء فی حقوق المصطفیٰ ص۱۲ میں لکھتے ہیں - اما شرف نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم ممالا یحتاج الی اقامۃ دلیل علیہ ولا بیان مشکل ولا خفی عنہ فانہ نخبۃ بنی ھاشم وسلالۃ قریش وصمیمھا واشرف العرب و اعزھم نفرا من قبل ابیہ وامہ من اھل مکۃ اکرم بلاد اللہ علی اللہ - نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کی بزرگی اور فضیلت ان امور سے ہے - جو محتاج دلیل اور قابل بیان کے نہیں، اور یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات خدا کا برگزیدہ رسول اور چیدہ اشخاص خاندان بنو ہاشم سے ہیں - اور خلاصہ قوم قریش اور نہایت بزرگ ترین ہستی اہالیان ملک عرب سے ہیں - اور تمام لوگوں سے نجیب الطرفین شریف الابوین ہیں - خصوصاً اہالیان مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا سے - جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہروں سے افضل ہے - ف جس کی شان میں قرآن شریف ناطق ہے - قولہ تعالیٰ لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد - قسم کھاتا ہوں میں اس شہر مکرم کی - ورانحالیکہ تو اس شہر مبارک کا باشندہ ہے - جو نبی صلعم کی پیدائش کا محل اور مہبط وحی اور نزول برکات الٰہی کا مقام اور کعبہ شریف قبلہ گاہ اہل اسلام کا ہے - اور کثرت ثواب کا گھر ہے - مجدد زماں محدث دوراں حاوی فروع واصول حضرت ملا جلال الدین سیوطی نور اللہ مرقدہٗ مسالک الحنفاء ص۱۹ الدرج المنیفہ ص۱ پر لکھتے ہیں :-

(۱) ان الاحادیث الصحیحۃ دلت علی ان کل اصل من اصول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من آدم الی ابیہ عبد اللہ خیر اہل قرنہ وافضلہم ولا احد فی قرنہ ذالک

افضل وخیر أمتہ

(۲) ان الاحادیث والاخبار والآثار دلت علی انہ لم تخل الارض من عہد نوح و
آدم الی بعثۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان تقوم الساعۃ من ناس قائمین علی الفطرۃ
یعبدون اللہ ویوحدونہ ویصلون لہ وبھم تحفظ الارض ولولاھم لھلکت الارض و
من علیھا واذا قرنت بین ھاتین المقدمتین انتج منھما ان آباء النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لم یکن فیھم مشرک لانہ قد ثبت فی کل زمان انھم خیر قرنھم فان کان الناس
علی الفطرۃ ھم آباءھم فھو المدعی فان کان غیرھم خیرا منھم وھم علی الشرک
لزم احد الامرین اما ان یکون المشرک خیرا من المسلم وھو باطل بالاجماع واما غیرھم
خیر منھم وھو باطل لمخالفۃ الاحادیث الصحیحۃ فوجب ان لایکون منھم مشرک لیکونوا
خیر اھل الارض فی کل قرنھم۔ احادیث صحیحہ اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں۔

(۱) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ آباء و اجداد حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر سیدنا
حضرت عبداللہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد تک تمام لوگ اپنے اپنے اہل زمانہ سے بہترین اشخاص
میں سے تھے۔ کوئی دوسرا شخص ان کے زمانہ میں ان سے افضل واکرم نہ تھا۔

(۲) احادیث و اخبار و آثار دلالت کرتے ہیں۔ کہ زمانہ حضرت نوح علیہ السلام ابوالبشر سیدنا
حضرت آدم خلیفۃ اللہ سے لے کر آں حضرت صلعم کی بعثت تک اور قیامت تک ہرگز زمین ایسے
لوگوں سے خالی نہ رہی ہے۔ جو ابا لآباد فطرت پر قائم ہوں، جو ہمیشہ عبادت گزار ہوں اور توحید
الٰہی کا اقرار کنندہ اور نمازخواں ہوں اور ان کی طفیل اہل زمین کی نگہبانی کی جاتی ہو۔ اگر ایسے
لوگ فرماں بردار ہر عصر میں موجود نہ ہوتے۔ تو تمام روئے زمین اور اہالیان زمین بالکل تباہ
برباد ہو جاتے۔ جب درمیان ان ہر دو مقدمات کے تطبیق دی جائے۔ تو صاف بصاف
یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ دادوں سے کوئی شخص مشرک کافر
نہ تھا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کا اپنے جملہ معاصرین سے افضل و ارفع ہونا ثابت ہے
اگر دیگر لوگ ملت توحید پر قائم اور خدا پرست تھے۔ تو یہ لوگ ان سب کے آباؤ اجداد میں
سے تھے۔ پھر اگر دوسرے لوگوں کو ان سے بہتر تصور کیا جاوے، اور ان کو کافر و مشرک قرار دیا

جاوے۔ تو پھر ان دو باتوں سے ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔

(۱) ہر ایک کا فرد مشرک کو مسلم سے بہتر ماننا پڑے گا۔ یہ بات بالکل غلط اور پایۂ اعتبار سے ساقط اور اجماع کے بخلاف ہوگی، کوئی کافر و مشرک مسلمان سے بہتر نہیں ہوسکتا

(۲) دوسرے یہ بات ناممکن و محال ہے۔ کہ ان سے دوسرے لوگ افضل ہوں۔ تو یہ بات احادیث و اخبار صحیحہ کے بخلاف ہونے سے باطل ہے۔ بہر کیف یہ بات واجب التسلیم اور صحیح قابل قبول ہوگی۔ کہ کوئی شخص ان میں سے کافر و مشرک تصور نہ ہو، تاکہ وہ لوگ ہر عصر میں اپنے معاصرین سے افضل و اشرف تسلیم کیے جائیں۔

وکم من عائب قولاً صحیحاً
وآفتہ من الفھم السقیم

احادیث طہارت نسبی

بیہقی اور ابو نعیم اور طبرانی وغیرہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ اختار خلقہ فاختار منھم بنی آدم فاختار منھم العرب ثم اختارنی من العرب فلم ازل خیارا من خیار الا من احب العرب فبحبی احبھم ومن ابغض العرب فببغضی ابغضھم۔

حبیب اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے مخلوقات کو پیدا کیا، تو ان سب میں سے بنی آدم کو پسند کیا پھر بہتر آدم کی تمام اولاد سے اہل عرب کو منتخب کیا۔ پھر مجھے اہل عرب کو سے برگزیدہ اور پسند کیا۔ میں ہمیشہ ہر عصر میں ہر انتخاب میں سب سے بہترین گروہ میں نامزد ہوتا رہا ہوں، خبردار جو شخص اہل عرب سے محبت و دوستی اختیار کرے۔ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت و پیار رکھے، اور جو شخص ان سے بغض و عداوت کو اختیار کرے۔ وہ بھی میری عداوت کی وجہ سے ان کو دشمن تصور کرے۔

(۲) بیہقی اور ابن عساکر نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت بین ابوی فلم یصبنی شیئ من ولادۃ الجاھلیۃ خرجت من نکاح ولم

اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتہیت الی ابی و امی و انا خیرکم نفساً و خیرکم ابا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نہیں جدا کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دو گروہوں میں مگر مجھے اللہ تعالےٰ نے ان سے بہترین جماعت میں مقرر کیا ہے۔ میں اپنے والدین سے تولد پذیر ہوا ہوں، مجھے رسوم جاہلیت سے کوئی چیز نہیں پہونچی میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوتا رہا ہوں، نہ سفاح سے۔ زمانہ حضرت آدم سے لے کر اپنے والدین گرامی تک میں سب لوگوں سے شرافت ذاتی اور وجاہت، جلالت خاندانی کے لحاظ سے بزرگ ترین خلائق سے ہوں۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است   کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(۳) ترمذی نے سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فرقتھم ثم تخیر القبائل فجعلنی فی خیر القبیلتھم ثم تخیر البیوت فجعلنی فی خیر بیوتھم فانا خیرھم نفساً و خیرھم بیتاً۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ مجھ کو ان نے بہترین جماعت میں شامل رکھا۔ پھر جب ان کے قبائل مقرر کئے۔ مجھے ان سب سے بہترین قبیلہ میں مقرر کیا، پھر جب ان کے گھرانے مقرر کئے۔ مجھے ان سب کے اعلیٰ خاندان میں مبعوث کیا۔ میں تمام لوگوں سے اندروئے ذات عالی اور شرافت خاندانی کے افضل و بلند پایہ ہوں۔

کم اب علا بابن ذی شرف   کما علت برسول اللہ عدنان

بیہقی طبرانی ابونعیم نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مخلوقات کو دو حصوں پر تقسیم کیا۔ مجھے ہر دو گروہ سے بہترین جماعت میں مقرر کیا۔ یہ خدا کا فرمودہ ہے دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے فرمایا میں اصحاب الیمین سے ہوں۔ مگر رتبہ میں ان سب کا سرتاج ہوں۔ پھر جب ان کو جماعتوں میں تقسیم کیا، گروہ سابقین و مقتصدین ظالمین میں بنایا۔ میں سابقین کی جماعت سے ہوں۔ بلکہ رتبہ میں ان سب سے افضل ہوں، پھر جب

ں کے قبائل مقرر کیے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ پھر
م نے تمہارے لیے شعب وقبائل مقرر کیے۔ تاکہ تم ایک دوسرے سے شناخت کیے جاؤ
ھران کو خاندانوں پہ تقسیم کیا مجھے تمام لوگوں سے اعلیٰ واشرف خاندان میں پیدا کیا —
قال اللہ تعالیٰ - یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً
(احزاب ۳۳) چاہتا ہے اللہ تعالیٰ تاکہ دور کرے تم سے پلیدی گناہ کی اے گھر والو اور
ک کرے تم کو پاک کرنا -

سید الکونین ہادی السبل — خاتم پیغامبران خیر الرسل
سید و سرور محمد نور جاں — مہتر و بہتر شفیع مجرماں
بہترین و بہترین انبیاء — رحمت عالم محبوب خدا

اللھم عظم شانہٗ وبیّن برھانہٗ وتقبل شفاعتہ فی امتہٖ واحشرنا
فی زمرتہٖ وارزقنا محبتہٗ وصحبتہٗ آلہ واصحابہٖ وامتنا علی سُنّتہٖ
واحشرنا فی زمرتہٖ واسقنا من حوضہٖ مشربا سائغاً ھنیئاً لا نظماء
بعدہٗ ابداً صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین ٥

فصل ثانی

در بیان احیاء ابوین شریفین نبی صلعم کے بیان میں

رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل الحجون کیئباً حزیناً فاقام بھا ماشاء اللہ عزوجل ثم رجع مسروراً قال سألت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا۔

امام طبرانی نے معجم اوسط میں ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بموقع حج الوداع کے حجون قبرستان مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا وتکریما میں نزول فرمایا۔ دراںحالیکہ حضور پر نور علیہ الصلوۃ والسلام بے حد غمگین وحزین تھے آپ نے کچھ عرصہ تک وہاں اقامت اختیار کی جس قدر خداوند کریم کو منظور تھی۔ پھر جناب رسالت مآب علیہ التحیۃ والصلوۃ نہایت خوش وخرم میرے پاس تشریف لائے۔ فرمایا۔ اے عائشہ رض میں نے اپنے پاک پروردگار سے سوال کیا۔ اس نے اپنے فضل وکرم سے میری والدہ ماجدہ کو زندہ کر دیا، اس نے میری نبوت ورسالت کی دعوت کو صدق دل سے تسلیم کر لیا۔ پھر فوت ہو گئیں۔ مواہب لدنیہ ص۳۳ ماثبت بالسنۃ ص۳۷ التعظیم والمنۃ سیوطی ص۲۴

علامہ ترماں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ کہ اس حدیث شریف کو علامہ دوراں امام قرطبی اور طبری اور ملا جلال الدین سیوطی اور خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے امام حافظ الحدیث عمر بن محمد بن عثمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن والدیہا سے روایت کی ہے۔ قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمر لی علی عقبۃ الحجون وھو باکٍ حزیناً مغتم فبکیت ببکائہ ثم انہ نزل فقال یا حمیرا استمسکی فاستندت الی جنب البعیر فمکث ملیاً ثم عاد الی وھو فرح متبسم فقال ذھبت الی قبر امی فسألت ربی ان یحییھا فاحیاھا فامنت بی۔ زرقانی مصری ص۱۶۹ ج۱ ازاد اللبیب ص۲۳۷ قلمی مواہب لدنیہ ص۳۳ ج ۱ مصری۔ ماثبت بالسنۃ۔ کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ہمراہ حج بیت اللہ شریف کا کیا۔ جب آپ نے مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا کے گورستان پر
یا۔ اس وقت حضور پر نور تاج دار مدنی فداہ ابی و امی گریہ وزاری اور غمناکی حالت
بتلا تھے۔ میں خود جناب کی گریہ وزاری کو دیکھ کر رو پڑی۔ حضور اپنی سواری سے
اترے فرمایا اے عائشہ سواری کی باگ روک لے۔ میں اپنی ناقہ کو بٹھا کر اس کے
سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ وہاں کچھ مدت ٹھہر کر واپس تشریف آور ہوئے۔ آپ بے حد
وخرم اور ہنس رہے تھے۔ فرمایا۔ میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر گرامی پر گیا تھا، میں نے
تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں سوال کیا۔ بار خدایا۔ میری والدہ گرامی کو از سر نو زندہ کر دے
تعالیٰ نے میری دعا سے ان کو زندہ کر دیا۔ اور اس نے میری دعوت کو قبول کر لیا۔
زاد اللبیب ص۲۲۷ میں ہے قد جزم بعض العلماء بان ابویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
حیان لیس فی النار۔ بعض علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث شریف
استدلال کیا ہے۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی ناجی ہیں۔ اور نار جہنم
نہیں ہیں۔

تفسیر روح البیان ص۱۴۲ جلد اول مطبوعہ دیوبند۔ بحوالہ التذکرہ امام قرطبی روایت کی ہے۔
ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم انہ
نزل فقال یا حمیرا (ای عائشۃ) استمسکی (ای زمام الناقۃ) فاستندت الی
جنب البعیر فمکث عنی طویلا ثم عاد الی وھو فرح متبسم قلت فداک ابی یا رسول اللہ
فقال ذھبت الی قبر امی فسألت اللہ ان یحییھا فاحیاھا فامنت حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا وعن والدیہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ
بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ پھر حضور پر نور صلعم نے حجون قبرستان مکہ معظمہ پر نزول فرمایا
اے عائشہ تو ... مہار کو روک لے۔ میں اپنی سواری کو بٹھا کر اس کے پہلو سے تکیہ
لگا کر بیٹھ گئی۔ حضور نے کچھ مدت تک وہاں قیام کیا۔ پھر نہایت خوش وخرم واپس تشریف
لائے اور خوشی کی وجہ سے ہنس رہے تھے، میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ
حضور پر قربان ہوں۔ اس خوشی کا کیا سبب ہے۔ فرمایا۔ اے عائشہ میں اپنی والدہ ما

سیّدہ آمنہ خاتون کی قبر شریف پر گیا تھا۔ اور میں نے رب العزّت سے سوال کیا کہ بار خدایا میری والدہ محترمہ کو زندہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کو زندہ کر دیا، تو اپ نے میری نبوّت و رسالت کو تسلیم کر لیا۔ پھر فوت ہو گئیں۔

نشر العالمین للسیوطی حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:-

قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ حجۃ الوداع فمر بي علی عقبۃ الحجون وھو باك حزیناً فبکیت ببکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نزل فقال یا حمیرا استمسکی فاستندت الی جنب البعیر فمکث عنی طویلا ثم انہ عاد الی وھو فرح متبسم فقلت لہ بابی وامی یا رسول اللہ نزلت من عندی انت باك حزینا فبکیت ببکائك ثم عدت الی وانت متبسم فماذا یا رسول اللہ قال ذھبت الی قبر امی فسالت اللہ ان یحیہا فاحیاھا فامنت بی ثم ردھا۔

زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص۱۶۷ مصری جلد اول ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ حج حجۃ الوداع ادا کیا۔ جب گورستان مکہ معظمہ زادہ اللہ شرفاً پر گزر کیا آپ بے حد غمناک اور گریہ زاری میں مبتلا تھے۔ مجھے خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت گریہ زاری کو دیکھ کر رونا آگیا آپ اپنی سواری سے نیچے اتر پڑے فرمایا اے عائشہ صدّیقہ اپنے اونٹ کی مہار روک لے میں اونٹ کو بٹھا کر اس کے پہلو سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئی، آپ نے عرصہ دراز تک وہاں قیام کیا جب واپس لوٹے۔ تو حضور پرنور نہایت خوش و خرم اور متبسم تھے۔ میں نے استفسار کیا، یارسول اللہ والدین گرامی حضور پرنور پر قربان و نثار ہوں، آپ میرے پاس سے غمناکی کی حالت میں تشریف لے گئے تھے۔ میں آپ کی غمگینی سے متاثر ہوکر رونے لگی، اس خوشی کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر گرامی کی زیارت کرنے گیا تھا۔ میں نے باری تعالیٰ سے سوال کیا، بار خدایا اسکو زندہ کر دے۔ وہ خدا کی قدرت کاملہ سے زندہ ہوگئیں وہ مجھ پر ایمان لاکر دوبارہ فوت ہوگئیں

علامہ زماں مجدد دوراں حضرت ملا جلال الدین سیوطی نور اللہ مرقدہٗ الدرج المنیفہ
ذکر حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رقم طراز ہیں۔ روایت کیا اس حدیث
یف کو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں اور محدث دارقطنی اور ابن عساکر نے
ب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں اور امام محدث ابوحفص بن شاہین نے کتاب الناسخ والمنسوخ
در محب طبری نے سیرت نبوی میں علامہ زماں امام سہیلی نے روض الانف میں اور امام قرطبی
تذکرہ میں اور ابن منیر اور فتح الدین الدمشقی نے اور دوسرے اہل علم حضرات نے مانند
ح الدین صفدی اور حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنے ابیات میں ذکر کیا
۔ وجعلوہ ناسخا لما خالفہ من الاحادیث متاخرۃ ولم یبالوا الضعفہ لان الحدیث
عیف یعمل فی الفضائل والمناقب۔ اور اس حدیث شریف کی دوسری تمام مخالف حدیثیں
لیے ناسخ قرار دیا ہے، اور اس بارہ میں ضعف اسناد کی کچھ پرواہ نہیں کی، کیونکہ جمہور علمائے
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک فضائل اور مناقب میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے۔
فی اصول الحدیث

ہر آنکس کہ از حدیث وقرآں نرہی   آنست جوابش کہ جوابش ندہی

تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۹ میں علامہ زماں شیخ مولانا اسمٰعیل صاحب حقی مصری رحمۃ اللہ علیہ تحریر
تے ہیں۔ ذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکی بکاء شدیدا عند قبر امہ وغرس شجرۃ یابسۃ
ان اخضرت فھو علامۃ لامکان ایمانھما فاخضرت ثم خرجا من قبرھما ببرکۃ دعاء النبی
اللہ علیہ وسلم واسلما وارتحلا۔ مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ بارک وسلم
اپنی والدہ شریفہ کی قبر گرامی پر بے حد گریہ زاری کی۔ اور ایک خشک درخت لے کر والدہ ماجدہ
ر کے نزدیک زمین میں گاڑ دیا اور اپنے قلب گرامی میں گمان کیا۔ اگر یہ درخت قدرت ربانی سے
سبز و شاداب ہو گیا۔ تو یہ میرے والدین شریفین کے قبول اسلام کی علامت ہو گی، پھر وہ درخت
ی قدرت سے فوراً ہرا بھرا ہو گیا۔ اور حضور پر نور کے والدین گرامی حضور پر نور کی دعا سے
ہو گئے۔ اور دعوت اسلام حقانی کی قبول کرنے کے بعد وفات پا گئے۔
اللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یفعل اللہ مایشاء را خواندہ — پس چرا اندر تحیر ماندہ
آنکہ علائے شیخ نے چوں ہر دعا ست — نائب ست او دست او دست خدا ست
گفتہ او گفتہ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ روض الانف میں بعد احیاء ابوین شریفین کے تحریر فرماتے ہیں۔ واللہ قادر علی کل شی لیس برحمتہ وقدرتہ تعجز من شیئ ونبیہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بما یختص بماشاء اللہ من فضلہ ویتنعم علیہ من نعمہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ قادر ہے اس کی رحمت عامہ اور قدرت کاملہ کسی چیز کی محتاج نہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذات عالی اس بات کی مستحق ہے۔ کہ پروردگار عالمیان کی ذات گرامی اپنی خصوصی نعمتوں جو نعمت چاہے اپنے حبیب رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ من الصلوۃ افضلہا ومن التحیۃ اکملہا عطا کرے۔ کیونکہ وہ قادر مطلق ہر ایک شی کا خود مختار ہے۔ جو چاہے کرے۔

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیری خواہ ملال

سوال:۔ بعضے گفتہ اند۔ کہ ایں حدیث صحیح نیست زیرا کہ ابن جوزی اورا در موضوعات ذکر کرد کہ در سندش احمد بن داؤد است وو سے متروک الحدیث وکذاب است۔ ابن حبان گفتہ کہ میکرد حدیث را۔ بعض علماء کرام نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شریف صحیح ہے۔ علامہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں احمد بن ہے۔ جو متروک الحدیث ہے اور کاذب۔ ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا جواب میں علامہ زماں سید احمد حموی شارح اشباہ والنظائر رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں ص ۲۵۳

فان قلت الیس الحدیث الذی ورد فی احیاءھما موضوعا قلت وغیرہ بعض الناس الا ان الصواب انہ ضعیف ولقد قال الحافظ ناصر الدین الدمشقی حیث قال فیہا

حبا اللہ النبی مزید فضل — علی فضل وکان بہ رؤفا
فاحیا امہ وکذا اباہ — لایمان بہ فضلا لطیفا
... قدیرا — وان کان الحدیث بہ ضعیفا

اگر تو یہ بات کہنے کہ حدیث احیاء ابوین شریفین کی موضوع ہے۔ سید احمد حموی رحمۃ اللہ
واب دیتے ہیں۔ یہ صرف بعض بے شعور اور نافہم لوگوں کا اپنا وہم و گمان ہے۔ کیونکہ قابل
و اقرب الی الصواب یہ بات ہوگی، کہ یہ حدیث ضعیف ہوگی ہر گز موضوع نہیں،
و حافظ امام ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کا حضور
ر کی ذات گرامی سے محبت و پیار کرنا آپکی فضیلت اور نہایت بزرگی کی روشن دلیل ہے
تعالیٰ اجل جلالہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پہ بے حد مہربان ہے۔ اس نے
ب امد مدنی کے والدین گرامی کو حصول دولت ایمان و ایقان کے لیے از سر نو دوبارہ
ہ کیا۔ یہ بڑی بھاری بزرگی کی نشانی ہے۔ تو اس بات کو (یعنی احیاء ابوین اور قبول اسلام
صدق دل سے مان لے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اگرچہ اس بارہ میں حدیث ضعیف
ری ہے۔ یہ ابیات نص قوی ہے۔ کہ حدیث شریف ضعیف ہوگی۔ ہر گز موضوع نہیں،
ب حدیث ضعیف حجت اور قابل استدلال تصور ہوگی۔

۲) محدث دوراں محقق زماں مجدد مائۃ عاشرۃ حاوی جمیع اصول و فروع جامع معقول و
منقول حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ در مقالہ سندشہ تحریر فرماتے
ں۔ وکان مما انسب من المعجزات والخصائص الیہ احیاءھا حتی آمنا بہ ابویہ وما زال
هل العلم والحديث في القديم والحديث يوردون هذا الخبر ويتحدثون به ويثبتونه
جعلونه في عداد الخصائص والمعجزات ويدخلونه في المناقب والكرامات ويرون ان
عف الاسناد في هذا المقام مغفور اذ ربما ضعف في الفضائل والمناقب معتبر اور جو چیز
جزات اور خصائص سے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ ان میں سے
یاء ابوین شریفین اور ان کے قبول اسلام کا واقعہ ہے۔ ہمیشہ اہل علم حضرات اور محدثین کرام
حمۃ اللہ علیہم اجمعین گروہ بیچ زمان گذشتہ اور عہد حاضرہ کے اس حدیث شریف کی روایت
تے چلے آئے ہیں۔ اور اس بات کے اظہار سے خوش ہوتے ہیں۔ اور عوام الناس کے
میان اس کی تشہیر کرتے ہیں۔ اور ہر گز اس کو مخفی نہیں کرتے۔ اور اس بات کو آں حضرت
سلم کے خصائص اور معجزات سے شمار کرتے ہیں۔ اور آپ کے مناقب اور فضائل میں درج

کرتے ہیں۔ اور یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ اس بارہ میں سند کا ضعیف ہونا معاف ہے۔ کیونکہ فض
اور خصائص نبوی میں ضعیف حدیثوں سے احتجاج کرنا جمہور اہل حدیث کے نزدیک معتبر
قابل اعتماد ہے :

(۳) شیخ الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مش
فارسی جلد اول ص۱۸۱ پر رقم طراز ہیں :۔

حدیث احیاء والدین اگرچہ در قدر خود ضعیف است ولیکن تصحیح وتحسین کردہ اند
طرق۔ یعنی حدیث شریف احیاء الوین شریفین کی اگرچہ بہ لحاظ اسناد ضعیف ہے۔ لیکن
کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو بواسطہ تعدد طرق حدیث کے صحیح اور حسن تصور کیا ہے۔

جواب ۳۔ زاد اللبیب ص۲۳۶ میں ہے وحدیث الاحیاء انکان فی حد ذاتہ ضعیفاً
صححہ بعضہم لبلوغہ درجۃ الصحۃ لتعدد طرقہ وھذا العلم کان مستوراً
المتقدمین فکشف علی المتاخرین واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔

حدیث احیاء ابوین شریفین اگرچہ سنداً ضعیف درجہ کی ہے۔ لیکن علماء نے اس کو صحیح تص
کیا ہے۔ بوجہ پہونچنے درجہ صحت تک اور بواسطہ تعدد طرق حدیث کے۔ گویا یہ علم متقد
پر پوشیدہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علمائے متاخرین پر اس راز مخفی کو کھول د
یہ سب اللہ تعالیٰ کا محض فضل وکرم ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ اپنے فضل سے مخصوص
رد المختار شرح در مختار مصری ص۲۹۰ میں علامہ زماں فقیہ دوراں مولانا ابن عابدین شا
رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : الاتری ان نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اکرمہ اللہ تعالیٰ
ابویہ لہ حتیٰ آمنابہ کما فی الحدیث صححہ القرطبی وابن ناصر الدین دمشقی ثنا نفعہ
بالایمان بعد الموت علیٰ خلاف القاعدۃ اکراما لنبیہم صلی اللہ علیہ وسلم وصح ان اللہ تع
رد علیہ الشمس بعد مغیبہا حتیٰ صلی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ العصر وکما اکرم بعود الشمس
والوقت بعد وفاتہ فکذلک اکرم بعود الحیاۃ والوقت الایمان بعد وفاتہ کیا تو اس بات کو
جانتا۔ کہ رسول کریم وبالمومنین رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہ کر
عطا کی ہے۔ کہ آپ کے والدین گرامی کو دوبارہ زندہ کیا، اور وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائے

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، صحیح تسلیم کیا اس کو امام قرطبی اور ابن ناصر الدین دمشقی نے پس ان کا مرنے کے بعد دولت ایمان سے مشرف اور فائدہ مند ہونا بہ خلاف قواعد شرعی کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور کرامت کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل صحیح ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور کی دعا سے بمقام خیبر خورشید عالمتاب کو بعد غروب ہونے کے الٹا پھیرا تھا یہاں تک کہ سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز عصر ادا کی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اعادہ خورشید و تجدید وقت نماز سے بعد قضا ہونے نماز عصر کے ادائیگی نماز کی کرامت عطا کی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اجل شانہٗ نے حضور پر نور کے ابوین شریفین کو زندہ کرنے اور قبول ایمان کی کرامت عطا کی ہے۔

بعد فوتیدگی وقت قبول ایمان کے الہم عظم شانہٗ و بین برہانہٗ فقیہ اعظم اب محقق شامی کی تحریر سے صاف عیاں ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ان کی وفات شریف کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان لانا بالکل حق بات ہے۔ جو حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ یہ فضیلت اور کرامت حضور پر نور کے سوا کسی دیگر مامور من اللہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ کہ بر خلاف قواعد شرعی کے کسی کے والدین گرامی کو بعد از وفات زندہ کر کے دولت ایمان سے مشرف کیا ہو۔ فقط یہ منصب جلیلہ اور فضیلت عظمیٰ محض ہمارے آقائے نامدار سید عالی وقار حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۲) احیاء ابوین شریفین کی حدیث عند العلماء بالکل صحیح قابل قبول ہے جس کی تصدیق و تعمیم جلیل القدر امام قرطبی اور ابن ناصر الدین دمشقی محدث نے کی ہے۔

(۳) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مروی ہے۔ کہ جب سیدنا و سندنا مولانا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر مقام خیبر قضا ہو گئی تھی۔ پھر حضور پر نور شفیع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے بعد از غروب آفتاب دوبارہ طلوع پذیر ہوا تھا۔ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز عصر ادا کی تھی اگر وقتی طور پر نماز ادا و صحیح نہ ہوتی۔ تو اعادہ آفتاب

کی کیا حاجت تھی۔ عود خورشید سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آپ کی نماز بالکل وقتی طور پہ صحیح ادا ہوئی ورنہ بصورت عدم قبول کے آپ قضاء کر سکتے تھے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں اپنی نماز فجر قضا کی تھی جب ردالشمس بالکل حق بات ہے تو پھر اس لحاظ سے ابوین شریفین کا بعد از وفات زندہ ہونا اور ایمان لانا بالکل صحیح اور قابل قبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہر چیز پہ قادر ہے۔

سوال۔ بعض علمائے کرام نے کہا ہے۔ من مات کافرا لا ینفعہ الایمان بعد الرجعۃ بل لو آمن عند المعاینۃ لم ینفعہ فکیف بعد الاعادۃ۔ جو شخص کفر کی حالت میں فوت ہو گیا۔ پھر اسکو عود الی الدنیا اور ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دیتا بلکہ اگر کوئی شخص نزدیک معاینہ کرنے عذاب اخروی کے ایمان قبول کرے جس کو ایمان یاس کہتے ہیں۔ کچھ فائدہ نہیں کرتا۔ تو پھر بعد حیات ثانی سے کیونکر قبول اور فائدہ مند ہوگا۔

الجواب۔ مواہب لدنیہ ص۲۳۳ مصری ج اول زرقانی جلد اول مصری ص[illegible] قولہ من مات کافرا الخ کلام مردود بما روی فی الخبر ان اللہ تعالیٰ رد الشمس علیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد مغیبھا ذکرہ الطحاوی وقال انہ حدیث ثابت فلو لا لم یکن رجوع الشمس نافعا وانہ لا یتجدد الوقت لما ردھا علیہ فکذلک یکون احیاء ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نافعا لایمانھما وتصدیقھما بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے قول قائل کہ من مات لم ینفعہ الایمان کلام مردود ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں مروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چھپ جانے کے بعد سورج کو اٹھا پھیرا تھا۔ روایت کیا اس کو امام طحاوی نے معانی الآثار میں اور کہا یہ حدیث شریف بالکل قابل اعتماد ہے اگر اعادہ آفتاب سے تجدید وقت نماز عصر کا صحیح نہ تھا تو پھر اعادۃ آفتاب کی دعا کرنا عبث اور اعادہ آفتاب کی کیا حاجت تھی۔ آپ نماز قضا پڑھ سکتے تھے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کا زندہ ہونا اور ایمان لانا صحیح تصور ہوگا جو حضور پُرنور پہ ایمان لاتے اور ان کی تصدیق نبوت و رسالت کیلئے فائدہ مند ہے

تو بندہ را چہ غم کہ نصیحت قبول نیست ۔ گر نامہ رد کنند گناہ رسول نیست

مدارج النبوۃ ص۲۵۳ جلد ثانی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :—

[و]قت کاتب الحروف رضی اللہ عنہ کہ قول ایں تامل کہ نماز عصر بغروب آفتاب قضا گشت و [ر]جوع شمس اورا ادا نمے گرداند۔ محل نظر است۔ زیرا کہ قضا بہ تقدیرے کہ رد کہ آفتاب [با]قی ماند بہ غیبت فوت وقت اما اگر وقت نیز عاد گردد چرا رد انشد معنی ادا نیست مگر وقوع [آن] در وقت اگرچہ با عادۂ وقت باشد۔ میں کہتا ہوں، کہ معترض کا قول جبکہ نماز عصر [غ]روب آفتاب کے ساتھ قضا ہو گئی ہے۔ پھر اعادۂ آفتاب سے کیونکر ادا ہو گی۔ یہ بات [قا]بل غور ہے۔ اس لئے کہ آپ نے اس صورت میں نماز قضا کی جبکہ آفتاب طلوع [پذ]یر تھا۔ بعد غروب ہونے اور فوت وقت نماز کے۔ جب اعادۂ آفتاب سے خود وقت [نم]از بھی عود کر آئے تو پھر نماز کیونکر ادا نہ ہو گی۔ اس سے مراد ادائیگی نماز کی ہے۔ [ص]حیح وقت نماز کے۔

نشر العالمین ص۳ مجدد زماں حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر [ف]رماتے ہیں۔ قلت استدلال علی تجدید الوقت لقصہ رجوع الشمس فی غایۃ الحسن ولھذا [ح]کم یکون الصلوۃ ادا والا لم یکن برجوعھا فائدۃ اذ کان یصح قضاء العصر بعد الغروب [م]یں کہتا ہوں کہ استدلال کرنا اوپر تجدید وقت نماز عصر کے ساتھ حدیث ردالشمس کے [ن]ہایت درجہ احسن ہے۔ بنا بریں اوپر صحیح ہونے ادائیگی نماز عصر کے حکم کیا گیا ہے اوپر [و]قت مقررہ کے۔ ورنہ سورج کے پلٹنے کا کچھ فائدہ نہ تھا اس صورت میں نماز عصر [ک]ی قضاء بعد غروب آفتاب کے بالکل صحیح ہوتی۔ فائدہ۔ میں کہتا ہوں۔ اب کوئی اشکال نہ رہا [ج]ب اعادۂ آفتاب سے نماز عصر کا وقت عود کر آیا۔ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی نماز وقتی طور پر ادا ہو گئی۔ علماء کرام نے اس بات کو بالکل صحیح تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا اسی طرح اگر ابوین شریفین کے زندہ ہونے کے بعد ان کے قبول ایمان کا وقت عود کر آئے تو یہ بالکل قرین قیاس تصور ہو گی۔ کیونکہ جب وقت قبول دعوت کا صحیح ہو گیا، پھر ان کا قبول اسلام بھی بالکل صحیح ہو گیا۔ رواہ طحاوی عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنھا قالت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوحی الیہ وراسہ فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اصلیت یا علی فقال لا فقال اللھم کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس قالت اسماء فرأیتھا غربت ثم طلعت ووقفت علی الجبال والارض وذالک بالصہبا فی خیبر۔

امام طحاوی نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود مبارک میں تھا۔ جبکہ حضور پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا نہ کی تھی۔ اور سورج غروب ہوگیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ اے علی۔ کیا تو نے نماز عصر ادا کی ہے۔ کہا نہیں، فرمایا اے اللہ تعالیٰ۔ بے شک علی تیری فرمانبرداری اور تیرے رسول کریم کی تابعداری میں مشغول تھا اور اس کی نماز فوت ہوگئی ہے۔ بار خدایا۔ تو اس کے لیے سورج کو الٹا پھیر دیئے اسماء رض نے کہا میں اپنی آنکھوں سے سورج کو غروب ہوتے دیکھا۔ اور پھر اسے دوبارہ طلوع ہوتے دیکھا، اس کی دھوپ کی شعاعیں پہاڑوں اور زمین پر پڑیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا کی۔ یہ واقعہ بموقعہ جنگ خیبر کے بمقام صہباء رونما ہوا تھا۔

امام طحاوی نے دو طریقوں سے اس کی روایت کی ہے۔

قال ھذان حدیثان ثابتان ورواتھما ثقات۔ کہا یہ دونوں حدیثیں بالکل صحیح الاسناد ہیں۔ ان کے راوی بالکل ثقہ ہیں۔ مواہب لدنیہ ص۳۵ ج ا سقانی خیاتی ص۲۴ جلد اول مصری خاقانی گویند ہے۔

الذی ردت علیہ الشمس وانشق القمر	کان اُمّیا ولکن عندہ ام الکتاب
الذی فی کفیہ الکفار لما ساتوا	تکلم الحصیٰ وقالوا انہ شیئ عجاب

سوال۔ ردالشمس کی حدیث قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس کو علامہ ابن جوزی اور بعض دیگر علماء نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔

الجواب۔ یہ بعض لوگوں کا اپنا وہم وگمان ہے۔ مگر حقیقت بالکل اس کے خلاف ہے شیخ الاسلام محدث دوراں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعق ص۱۲۸ محرقہ مصری پر رقم طراز ہے۔ حدیث ردھا صحح الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنہا

شیخ الاسلام ابوزرعہ رازی وتبعہ غیرہ وردوا علی جمع قالوا انہ موضوع وزعم فوات

وقت بغروبہا فلا فائدۃ فی محل المنع بل نقول کما ان ردھا خصوصیۃ کذٰلک ادراک العصر اداءً خصوصیۃ وکرامۃ علی کرم اللہ وجہہ لیکن ردّالشمس کی حدیث شریف صحیح کیا اس کو امام طحاوی نے معانی الآثار میں اور امام قاضی عیاض مالکی نے بیچ شفا شریف کے اور شیخ الاسلام ابوزرعہ رازی نے اور اس کے تابع واروں کی جماعت نے کہا کہ یہ حدیث درجہ احسن ہے، اور ان لوگوں کے قول کی پرزور الفاظ میں تردید کی۔ جو اسے موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور کہا کہ ان لوگوں نے غروب آفتاب سے نماز عصر کا وقت فوت ہوجانے کا خوف کیا ہے۔ تو بصیر محل ممانعت میں سورج کا پلٹنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں (یعنی شیخ ابن حجر مکیؒ) جس طرح سورج کا پلٹنا معجزہ اور خصائص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ بعینہٖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے نماز عصر کا وقت عود کرنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کرامت ہے۔ پھر اس بات کی تائید میں سبط ابن جوزی رحمۃ علیہ سے ایک حکایت نقل کی ہے۔ ابن جوزیؒ کی اولاد سے بعض ثقہ لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ کہ میرے سامنے علمائے عراق کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔ کہ ہم نے واعظ الاسلام ابو منصور شیر قیادی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ وہ ایک بار کسی مجلس میں اہل بیت نبوت کے فضائل و مناقب میں ردّالشمس کو بیان فرما رہے تھے۔ اچانک فضاء آسمانی پر ابر سیاہ کی تاریکی چھاگئی، اور اس نے آفتاب عالمتاب کو اپنے دامن ظلمت میں چھپالیا۔ لوگوں نے غروب آفتاب کا وہم و گمان کیا۔ اس وقت حاضرین محفل کی پریشانی کو ملاحظہ کرنے کے بعد ابوالمنصور واعظ منبر پہ کھڑے ہوئے اور سورج کی طرف متوجہ ہوکر مندرجہ ذیل ابیات پڑھے۔ ﷲ درہٗ من قال

لاتغربی یا شمس حتی ینتہی — مدحی لآل مصطفٰی ولنجلہ

واثنی عنانک ان اردت ثناءھم — انسیت اذ کان الوقوف لاجلہ

ان کان للمولیٰ وقوفک فلیکن — ھذا الوقوف لخیلہ ولرجلہ

فوراً بادل پھٹ گیا اور سورج نکل آیا۔ مواہب لدنیہ ص۳۵ مصری جلد اول بعد ذکر حدیث ردالشمس کے علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ قد صححہ الطحاوی والقاضی العیاض اخرج ابن مندہ وابن شاھین من حدیث اسماء بنت عمیس وابن مردویہ من حدیث

ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ورواہ الطبرانی فی معجم الکبیر باسناد حسن کما حکاہ الشیخ الاسلام ابن العراقی فی شرح التقریب۔ لیکن رد الشمس کی حدیث شریف صحیح کیا اس کو امام طحاوی نے اور قاضی عیاض مالکی نے اور روایت کیا اس کو ابن مندۃ اور ابن شاہین نے اسماء بنت عمیس سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں ساتھ سند حسن کے روایت کیا ہے۔ ذکر کیا اس کو شیخ الاسلام ابن العراقی نے بیچ شرح تقریب کے۔

امام زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد اول ص۴۲ میں فرماتے ہیں:۔

قد رد المغلطائی والحافظ ابن حجر کی والقطب الخیضری والسیوطی وغیرھم علی ابن الجوزی وقالوا انہا اخطاءہ اور ابن جوزی کے قول کی تردید کی ہے۔ علامہ مغلطائی اور ابن حجر مکی اور قطب خیضری اور ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہم محدثین کرام نے اجلہ علمائے حدیث سے۔ اور کہا ہے کہ ابن الجوزی نے ردالشمس کو موضوعات میں شمار کرنے سے سخت غلطی کی ہے۔

مدارج النبوۃ جلد ثانی ص۲۵۴ پر شیخ المحدیث عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ گفت کاتب الحروف عفا اللہ عنہ کہ قول این قائل کہ نماز عصر بغروب آفتاب قضا گشت در رجوع شمس رد انمے گرداند۔ ادر محل نظر ست۔ زیرا کہ قضا بر تقدیرے کرد۔ کہ آفتاب باقی ماند بر خصوصیت دفوات وقت اما اگر وقت نیز عاید گرود چرا ادانشود۔ معنی ادانیست مگر وقوع نماز در وقت اگرچہ باعادہ وقت باشد۔ نیز بعد از اعتراف بجلالت قاضی وعلو خطر وسے مناسب توقف است نہ کہ بطلان والکار باوجودیکہ امام طحاوی واحمد بن صالح آنرا تصحیح کردہ اند وابن جوزی متعمل است در وضع۔ ادعای آں قابل وثوق نیست

ان حروف کا لکھنے والا یعنی شیخ عبدالحق دہلوی کہتے ہیں۔ یہ بات کہنے والے کا قول کہ جب نماز عصر غروب آفتاب اور خروج اوقات سے قضا ہوگئی ہے۔ اعادۂ آفتاب اس کو ادا کر نہیں سکتا۔ یہ بات قابل غور ہے۔ کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام نے اس صورت میں نماز ادا کی جبکہ آفتاب قائم تھا۔ اور بعد غروب کے دوبارہ طلوع پذیر ہوا تھا۔ جب خود وقت نماز

ی عود کر آئے۔ پھر نماز کیونکر ادا نہ ہوگی۔ اس کا یہ مطلب ہوگا، کہ ادائیگی نماز کی بیچ وقت نماز
کے۔ خواہ اعادہ وقت نماز سے ہو۔ نیز لعبا اعتراف بزرگی شان اور بلندی مقام قاضی عیاض
کے ٹھہرنا مناسب و موزوں تھا، نہ کہ اس کے قول گرامی کا بطلان اور انکار باوجود اس بات
کے کہ امام طحاوی اور احمد بن صالح نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ ابن جوزی احادیث صحیحہ کو
موضوع قرار دینے میں بہت جلد باز ہے۔ اس کا دعویٰ کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ پایۂ
عتبار سے بالکل ساقط ہے۔

سوال۔ حدیث ردّ الشمس کتب صحاح میں موجود نہیں۔ اور اس کی راوی ایک عورت
ہے۔ جس کے حالات کی چنداں معرفت نہیں۔ لہٰذا قابل حجت نہیں۔

جواب۔ مخفی نہ رہے۔ کہ معترض کا یہ قول کہ حدیث صحاح ستّہ میں موجود نہیں۔ اس واسطے
قابل وثوق اور ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صحاح ستّہ کی تمام حدیثیں صحیح نہیں، ان میں
بھی ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ اور یہ بات اہل حضرات پہ ہرگز پوشیدہ نہیں صحاح ستّہ
کے سوا دوسری کتب حدیث میں بے شمار ایسی حدیثیں موجود ہیں۔ جو بالکل صحیح اور قابل
حتجاج ہیں۔ جیسا کتب معتبرہ حدیث میں نا سند طحاوی اور شفا ئی عیاض طبرانی اور ابن مندہ
ور ابن شاہین اور احمد بن صالح مصری اور ابن حجر مکی ابو زرعہ رازی قسطلانی قرطبی
مغلطائی اور قطب خیضری جلال الدین سیوطی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اہل حدیث اور فقہاء و متکلمین
نے اس کی تصدیق اور تصحیح اور تحسین کی ہے۔ اور ابن جوزی وغیرہ مخالفین کی پُر زور تردید کی
ہے۔ لہٰذا یہی بات بالکل صحیح و اقرب الی الصواب ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲) یہ بات بالکل صحیح ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے حالات کی عدم واقفیت
و جہالت خود ان کے قول کی تردید اور تکذیب کرتی ہے۔ کیونکہ حضرت اسماء ہرگز مجہول الاحوال
ور ارباب علم سے مخفی نہیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی کو کل دنیا جانتی ہے کہ وہ کون ہے
تمام اہل علم حضرات پہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ یہ نیک بخت خاتون ابتداً
ا سیّدنا امیر المومنین خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ
نہ کی بیوی تھی جس سے عبداللہ بن جعفر طیار پیدا ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد خلیفہ اول

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام کے حرم سرا میں داخل ہوئی اور ان کے بطن مبارک سے محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تولد پذیر ہوئے۔ پھر خلیفۂ اوّل کی وفات شریف کے بعد تیسرا نکاح سیدنا و مولانا و مرشدنا امیر المؤمنین حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہوا اور اس نسبت کے لحاظ سے اہل بیت نبوت میں شمار ہوئیں۔ پھر ان کے بطن مبارک سے امام یحییٰ بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ ابھی آپ مجہول الاحوال ہیں

برین عقل و دانش بباید گریست

سہ عندھبوب انتا شوت علی الحسنی　　　　یصول قضیان البان لا الجوانصلکا

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں فرماتے ہیں۔ ان خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل تتوالی وتتابع الی حین مماتہ فیکون مما فضل اللہ بہ واکرمہ قال لیس احیاءھما و ایمانھما یمتنع عقلا ولا شرعا فقد ورد فی الکتاب العزیز احیاء قتیل بنی اسرائیل واخبارہ بقاتلہ وکان عیسی علیہ السلام یحی الموتی وکذالک نبینا صلی اللہ علیہ وسلم احیاء اللہ تعالی علی یدیہ جماعۃ من الموتی اذا ثبت ھذا فلا یمتنع ایمانھما و احیاءھما فیکون ذالک زیادۃ فی کرامتہ وفضیلتہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص متواتر طور پر پے در پے ہنگام وفات شریف تک جاری رہے ہیں۔ احیاء الوین شریفین کا واقعہ خصائص نبوی میں سے شمار کیا جاوے گا جس کے باعث اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور پرنور صلعم کو یہ فضیلت اور کرامت عطا کی۔ از روئے عقل سلیم اور شریعت حقانی کے ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا محال نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل کے مقتول کا دوبارہ زندہ ہونا اور اپنے قاتل کا پتہ دینا مذکور ہے۔ اور سیدنا مسیح عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علی نبینا وعلیہ التسلیم بھی مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ بعینہٖ ہمارے آقائے نامدار تاجدار مدینہ طیبہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام کے دست مبارک پر ایک جماعت مُردگان زندہ ہوئی ہے۔ جب احیاء اموات نصوص قرآنی سے ثابت و متحقق ہے۔ تو پھر اندریں صورت الوین شریفین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا ناممکن و محال نہیں، بلکہ احیاء الوین شریفین کا واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی شان اور فضیلت و کرامت کی زیادتی کا نشان ہوگا۔

یت۔ علامہ سید شریف مصری رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ دُرّمد میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک مولوی صاحب
بھر مسئلہ الوین شریفین کی روایات کی تطبیق میں غور و تدبر کرنے سے بیدار رہے۔ کہ کسی طرح
یات معارض میں کوئی صورت تطبیق کی پیدا ہو۔ شب بیداری اور کثرت دماغ سوزی سے
یہ غنودگی کی حالت طاری ہوگئی، مولوی صاحب عالم بے ہوشی میں چراغ پہ جھک پڑے
فقہ جسم کا جل گیا۔ بوقت صبح کوئی فوجی آفیسر آپ کی دعوت ضیافت کرنے کے لئے حاضر
ت ہوئے۔ آپ نے دعوت قبول کی۔ جب وقت مقررہ پہ مولوی صاحب گھوڑے پر
ر ہو کر دعوت کھانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک سبزی فروش بیٹھ کر سبزی
خت کر رہا تھا۔ جب آپ اس کے قریب سے گزرنے لگے۔ اس نے فوراً کھڑے ہو کر گھوڑے
لگام پکڑ لی۔ اور مولوی صاحب کے کان میں آہستگی سے یہ اشعار پڑھے:—

آمنت ان آباء النبی و امہ ۔۔۔ احیاھما الحیّ القیّوم الباری
حتیٰ شھدلہ بالرسالۃ ۔۔۔ صدق ذالک الکرامۃ المختار
بہ حدیث و من یقول بضعفہ ۔۔۔ فھو الضعیف عن حقیقۃ العار

میں اس بات پہ ایمان لایا ہوں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کو خدائی
حی و قیوم اور باری نے زندہ کیا تھا ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت
کی شہادت دی۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت ہے۔ اس بارے
میں حدیث شریف مروی ہے۔ جو اس کے ضعف کا قائل ہے۔ وہ ضعیف حقیقت حال سے عاری ہے
علامہ زماں فقیہ دوراں رئیس العلماء شیخ ابو نجیم صاحب بحر الرائق رحمۃ اللہ علیہ الاشباہ والنظائر میں
لکھتے ہیں۔ و من مات علی الکفر ابیح لعنۃ الا والدی رسول اللہ علیہ وسلم لثبوت ان اللہ
تعالیٰ احیاھما حتیٰ آمنا بہ کما فی المناقب الکردریۃ ۔ جو شخص کفر کی حالت میں مرگیا۔ اس پر لعنت
کرنا مباح ہے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کو منع ہے بسبب اس بات کے ثابت
ہونے کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تھا۔ وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان
لے آئے تھے۔ جیسا کہ مناقب کردری میں ہے۔

علامۂ زماں سید احمد حموی شارح اشباہ والنظائر ص۵۴۳ مندرجہ بالا عبارت کے تحت تحریر

کرتے ہیں۔ لثبوت ان اللہ تعالیٰ احیاھما لہ فآمنا بہ خصوصیۃ لھما وحمل کون الایمان لا ینفع بعد الموت فی غیر خصوصیۃ وقد صح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رُدّت علیہ الشمس بعد غروبھا نعاد الوقت حتی صلّی علی کرم اللہ وجہہ العصر اداءً کرامۃ لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فکذا ھذا فی شرح الھمزیۃ لابن الحجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ بوجہ ثابت ہونے اس بات کے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے الدین شریفین کو زندہ کیا تھا۔ اور وہ دونوں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے۔ ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا خصائص نبوی سے ہے۔ اور ایمان کا بعد از وفات مقبول و مفید نہ ہونا مقام غیر مخصوص میں ہے۔ کیونکہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حضور پُرنور صلعم کی دعا سے آفتاب بعد از غروب دوبارہ طلوع پذیر ہوا۔ اور نماز عصر کا وقت عود کر آیا سیدنا و مولانا و مولی المسلمین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز عصر ادا کی۔ یہ آپ کی کرامت سے ہے۔ اسی طرح پر واقعہ احیاء الدین شریفین اور ان کے قبول اسلام کا ہے جیسا کہ بیچ قصیدہ ہمزیہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہے۔ شیخ سعدی گوید :-

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ● در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

علامہ زماں امام ناصر الدین ابن المنیر المالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب المقتفیٰ فی شرف المصطفیٰ میں تحریر کرتے ہیں۔ قد وقع لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم احیاء الموتی نظیر ما وقع لعیسیٰ علیہ السلام الی ان قال وقد جاء فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما منع من الاستغفار للکفار دعاء اللہ تعالیٰ ان یحیی لہٗ ابویہ فاحیاھما وآمنا بہ وصدقا وماتا مومنین۔ نشر العالمین سیوطی صفحہ ۵

بے شک ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بعض مُردوں کا زندہ ہونا وقوع پذیر ہوا ہے مانند نظیر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام حدیث شریف میں ہے جب رسول کریم صلعم کو کفار بدکردار کیلئے عرض طلب کرنے سے منع کیا گیا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عجز و الحاح سے بارگاہ ربانی میں دعا کی بارخدایا۔ تو اپنے فضل و کرم سے میرے والدین گرامی کو زندہ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعاء مبارک سے ان کو زندہ کر دیا انھوں نے خوش ہو کر حضور پُرنور کی نبوت تسلیم کیا۔ پھر بحالت ایمان لانے کے فوت ہو گئے۔

رئیس المحدثین فقیہ اعظم عالم بے مثال شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف

عۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ صفحہ فارسی جلد اول میں تحریر کرتے ہیں۔ اما متاخران پس اثبات
کردہ اند ایمان والدین بلکہ تمام آباء و امہات آں حضرت صلعم را تا حضرت آدم عم وایشانرا در اثبات
سہ طریقہ است۔ یا ایشاں بر دین حضرت ابراہیم علیہ السلام بودند۔ یا کہ ایشانرا دعوت نرسیدہ
و در زماں فترت بودند۔ و پیش از نبوت مردند۔ یا آنکہ زندہ گردانید خدای تعالیٰ ایشانرا
بدست آں حضرت صلعم و بدعاء و لے۔ پس ایمان آوردند و حدیث احیاء اگرچہ در حد خود ضعیف
است۔ لیکن تصحیح و تحسین کردہ اند بتعدد طرق۔ و ایں علم گویا مستور بود بر متقدمین پس کشف کرد
را حق تعالیٰ بر متاخرین واللہ یختص برحمتہ من یشاء لیکن علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ایمان لانا تسلیم کیا ہے بلکہ ان کے ہمراہ
حضور پر نور صلعم سے لے کر تمام آباء و امہات کا تا ابو البشر حضرت آدم صفی اللہ ادم ام البشر مائی
حوا صاحبہ علیہ السلام تک اور انھوں نے در بارہ اثبات ایمان ابوین شریفین کے تین طریقے
اختیار کئے ہیں۔

(۱) وہ خود بخود اپنی عقل خداداد اور فراست صحیحہ سے دین حنیف سیدنا حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوٰۃ اللہ علی نبینا و علیہ التسلیم کے پابند تھے۔ (اور شرک و کفر سے مجتنب تھے)

(۲) یا ان کو کسی رسول یا پیغمبر کی دعوت نہیں پہنچی۔ اور وہ زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بقید حیات موجود تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عرصہ دراز پہلے فوت ہو گئے تھے۔

(۳) یا ان کو اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور صلعم کی دعا سے زندہ کیا۔ پھر وہ ایمان لائے۔ آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ حدیث احیاء ابوین اگرچہ سنداً ضعیف ہے۔ لیکن حضرات علماء کرام نے تعدد طرق حدیث کو مد نظر رکھ کر اس کی تصحیح و تحسین کی ہے۔ گویا یہ بات علمائے متقدمین پر مخفی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر اس بات کو منکشف کر دیا۔ حق تعالیٰ جس کو جی چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے۔ وہ صاحب فضل عظیم کا ہے۔

علامہ زمان سید احمد حموی شارح اشباہ والنظائر صفحہ ۲۵۳ لکھتے ہیں:

ودی ان عبد اللہ بن عبد المطلب و آمنہ بنت وهب ابوی النبی صلی اللہ

علیہ وسلم اسلما واللہ تعالیٰ احیاھما نآمنا بہ۔

مروی ہے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور سیدہ آمنہ خاتون دختر وہب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی اسلام لائے ہیں خدا نے ان کو زندہ کیا

پھر وہ دونوں مسلمان ہوگئے۔

حضرت مولانا اسمٰعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان نے الدین شریفین کے ہمراہ سیدنا

حضرت ابوطالب وحضور کے جدّ اعلیٰ سیدنا عبدالمطلب کا زندہ ہونا اور ایمان لانا تحریر کیا ہے اور

اس بارہ میں ایک حدیث شریف بھی نقل کی ہے فمن شاء فلیرجع الیہ

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم　　تو خواہ از سخنم پند گیری خواہ ملال

سوال :۔ جب عندالنزع بوقت معاینہ عذاب اُخروی کے ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا بلکہ عنداللہ قرین

اجابت نہیں ہوتا جس کو ایمان یاس کہتے ہیں

کما قال اللہ تعالیٰ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا۔

ہرگز نہ تھا کہ فائدہ دیتا ان کو ایمان لانا جب دیکھا انہوں نے عذاب ہمارا۔

جب ایمان یاس مقبول نہیں تو پھر بعد عود حیات کے کیونکر فائدہ رسانی کرے گا۔

الجواب ھو الموفق للصواب :۔ صاحب روح البیان رقمطراز ہیں

قلت الایمان عند المعاینۃ ایمان یاس فلا یقبل بخلاف الایمان

بعد الاعادۃ لما ورد ان اصحاب الکھف یبعثون فی آخر الزمان و

یحجون و یکونون من ھذہ الامۃ تشریفا لھم بذالک وورد

مرفوعاً ان اصحاب الکھف اعوان المھدی فقد اعتد بما

یفعلہ اصحاب الکھف بعد احیائھم من الموت۔

میں کہتا ہوں کہ نزدیک معاینہ عذاب اخروی کے ایمان لانا بیشک ایمان یاس

کہلاتا ہے جو عنداللہ قبول نہیں برخلاف بعد عود حیات کے ایمان لانے کے جو

مقبول ہے۔ حدیث شریف میں ہے بیشک اصحاب کہف آخر زمانہ میں زندہ

کئے جاویں گے اور بیت اللہ شریف کا حج کریں گے اور اس امت مرحومہ میں

شمار کیے جاویں گے۔ ان کو یہ کرامت دی گئی ہے حدیث مرفوع میں مروی ہے کہ اصحاب کہف مہدی آخرالزمان کے مددگار ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ابوین شریفین کو بھی وہی کرامت دی ہے جو اصحاب کہف کو عطا کرے گا۔

مولوی نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالوی رحمۃ اللہ علیہ حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ صفحہ ۲۹۶ لکھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رض گفتہ کہ اصحاب کہف اعوان مہدی اند، ذکرہ ابن مردویہ فی تفسیرہ سیوطی گفتہ تاخیر اصحاب کہف تا این مدت مفید اکرام ایشان است تا شرف دخول در یں امت دریابند

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اصحاب کہف مہدی کے ممدو معاون ہوں گے۔ اس کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ سیوطیؒ نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے احیاء میں عرصہ دراز کی تاخیر کرنے کی یہ وجہ ہے تاکہ ان کو امت محمدی میں داخل ہونے کی کرامت حاصل ہو

فائدہ اب یہ بات ارباب علم اور صاحب دانش پر نصف النہار کیطرح روشن ہے کہ جب اصحاب کہف کا زندہ ہونا اور ایمان لانا اور اس امت مرحومہ میں داخل ہونے کی فضیلت پانا عندالشرع مقبول و ممکن بات ہے تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کا دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان لانا کیونکر صحیح نہ ہوگا۔ یہ سب تعصب اور عناد کا باعث ہے اعاذنا اللہ منہا

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ نشقائق صفحہ ۱۷ :۔ فلا مانع من جواز احیاء المیت وانتفاعھا بحیاتہ بعد خرق العادۃ فکذالک یکون احیاء ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تانفعا لایمانھما وتصدیقھا

کوئی چیز مردہ کے زندہ ہونے اور اس حیات کے ساتھ فائدہ حاصل کرنے میں رکاوٹ ڈالنے والی نہیں بصورت خرق عادت یعنی معجزہ کے پھر اسی طرح پر ہوگا واقعہ احیاء والدین شریفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جوان کے ایمان لانے اور تصدیق ہونے کو

رسالت نبوی کرتے ہیں بالضرور فائدہ رساں ہوگا۔

ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ التعظیم صـ۱۸ پر بعد ذکر اہالیان فترت تحریر کرتے ہیں

یوخذ من ھذہ الاحادیث التی (یعنی جارت فی احوال اھل الفترۃ)

الرد علی ابن دحیۃ فی کلامہ السالف عند قولہ ان الایمان لا ینفع بعد الموت

فاذا کان الایمان ینفع اھل الفترۃ فی الآخرۃ التی لیست بدار تکلیف

وقد شاھدوا جھنم بشھادۃ ھذہ الاحادیث فان ینفعھم

بالاحیاء فی الدنیا من باب اولیٰ۔

ان احادیث شریفہ سے جو بیچ احوال اہالیان زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے مروی ہیں ابن دحیہ کے قول گزشتہ کی پیمذ وبہ تردید کی جاتی ہے اس نے کہا ہے کہ مرنیکے بعد زندہ ہو کر ایمان قبول کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا جب ایمان لانا اہالیان زمانہ فترت کو بیچ دار آخرت کے مفید ہوگا جو تکلیف کا گھر نہیں ہے درآنحالیکہ انہوں نے دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ ان حدیثوں کی گواہی سے تو پھر اس دار دنیا میں زندہ ہو کر ایمان لانا کیونکر مقبول و مفید نہ ہوگا۔

ہر علم را کہ کار نہ بندی چہ فایدہ ۔۔۔ چشم از برائے آن بود آخر کہ بنگری

از من بگوئی آن عالم تعبیر گوئی را ۔۔۔ گر در عمل نکوشی ناداں معتصری

دعویٰ مکن کہ برترم از دیگراں بعلم ۔۔۔ چوں کبر کردی از ہمہ ناداں فروتری

علم آدمیت ست جوانمردی و ادب ۔۔۔ ورنہ ددی بصورت انسان مصوری

بحر جلیل عالم نبیل مولانا عبدالباقی صاحب المعروف بزرقانی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی شرح مواہب جلد اول صـ۱۷۱ پر لکھتے ہیں۔

بھا یرد علی ابن دحیہ لان الایمان اذا کان ینفع اہل الفترۃ فی الدار الآخرۃ التی لیست دار تکلیف وقد شاھدوا جھنم بشھادۃ الاحادیث فان ینفعھم بالاحیاء من الموت من باب اولیٰ۔ فقد حصل المطلب بدلیل الخصوصیۃ۔

ان حدیثوں سے ابن دحیہ کے قول کی تردید ہوتی ہے جو اہل فترت کے بارہ میں مرقوم ہے۔ جب زمانہ فترت کے رہنے والوں کا دار آخرت میں ایمان لانا فائدہ مند ہوگا جو تکلیف کا گھر نہیں۔ انہوں نے ان احادیث کی شہادت سے نارجہنم کو بچشم خود ملاحظہ کیا پھر والدین شریفین کا مکرر زندہ ہو کر ایمان لانا کیونکر مقبول نہ ہوگا کیونکر ادلہ خصوصی سے مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب حقی مصنف روح البیان فرماتے ہیں۔

لا یبعد ان یکون اللہ تعالٰی کتب لابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمراً ثم قبضھما قبل استیفائہ تلک اللحظۃ الباقیۃ آمنا فیھما نبیحتی بہ وتکون تلک اللحظۃ الباقیۃ بالمدۃ الفاصلۃ بینھما لاستدراک الایمان من جملۃ ما اکرم اللہ تعالٰی بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ کچھ تعجب وحیرانگی کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام علیہ وسلم کے والدین گرامی کیلئے ان کی عمر کی کچھ میعاد مقرر کی ہو پھر ان کو تعجیل حیات سے کچھ عرصہ پہلے وفات دے دی ہو پھر ان کو بقایا عمر کی تکمیل کے لئے زندہ کر دیا ہو اور وہ بقایا میعاد عمران کے قبول ایمان کے لئے کافی ہو یہ وہ کرامت اور خصوصیت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم کو خصوصیت کیا ہو۔

سوال:۔ حاکم اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے روایت کی ہے۔

قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما الی المقابر فجلس الی قبر منھا فناجاہ طویلا ثم بکی فقال ان القبر الذی جلست عندہ قبر امی وانی استاذنت ربی فی الدعاء فلم یاذن لی فانزل اللہ تعالٰی علی قولہ تعالٰی وما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی القربٰی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز قبرستان کیطرف تشریف لے گئے اور ایک قبر کے سرہانے بیٹھ گئے اور دیر تک دعا میں مشغول رہے پھر رو پڑے فرمایا میں جس قبر کے پاس بیٹھا تھا یہ میری والدہ ماجدہ کی قبر گرامی ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا

کرنے کی اجازت مانگی مجھے اجازت نہیں ملی اور مجید پر یہ آیت شریف نازل ہوئی "ہرگز نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش مانگیں واسطے مشرکین کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں۔

الجواب:۔ تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ثانی صـ۲۷۲ میں ہے۔

اما ما وقع فی حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ فنزلت وما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ مخالف لما رواہ الثقات من ان نزولها انما کانت فی قصۃ ابوطالب کما اخرجہ البخاری

لیکن جو بات عبداللہ بن مسعود کی حدیث شریف میں ہے ذکر مجھے دعا کرنے کی اجازت نہ ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی اور نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش مانگیں واسطے مشرکین کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں یہ ثقات کی روایات کے بالکل مخالف ہے کیونکہ اس کا نزول بیچ قصہ وفات ابوطالب کے ہے رواہ بخاری و مسلم نہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ کے حق میں ہے مسلم صـ۲۹۳ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا حضور پرنور اس کے پاس تشریف لے گئے اور کفار مکہ سے مانند ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور عبداللہ بن امیہ وغیرہ پہلے وہاں موجود تھے آپ نے فرمایا چچاجی آپ کلمہ شہادت پڑھیں تاکہ میں کل بروز حشر خدا کے حضور اس کے ذریعہ سے تمہاری نجات طلب کروں یہ بات سن کر ابوجہل نے کہا اے ابوطالب کیا تو اپنے باپ سیدنا عبدالمطلب کے دین سے منحرف ہو جائے گا ہر چند حضور پرنور نے اصرار کیا مگر ابوطالب نے انکار کیا اور وہ یہ بات کہتے ہوئے فوت ہو گئے میں کہ اپنے باپ عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں آپ نے کہا خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہارے لئے جناب باری سے بخشش طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے روکا نہ گیا پھر یہ آیت اتری وما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین،

خصائص کبریٰ سیوطی مصری صـ۸۷ ابن عساکر نے حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابن ابی طالب ذھبا الی قبر ابیطالب

یستغفرلہ فانزل اللہ تعالی وما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی القربی فاشتد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم موت ابیطالب علی الکفر فانزل اللہ تعالی۔ انک لا تہدی من احببت یعنی ابوطالب ولکن اللہ یہدی من یشاء یعنی عباس بن عبد المطلب۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا و مولانا و مولی المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہ ابوطالب کی قبر شریف لے گئے تاکہ اس کے لئے اللہ تعالی سے بخشش طلب کریں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی اور نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش مانگیں واسطے شرک کرنے والوں کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پہ چچا کی وفات کفر پہ بیحد ناگوار محسوس کی تو اللہ تعالی نے یہ آیتہ نازل کی۔ تحقیق تو نہیں ہدایت کرسکتا جس کو جی چاہے یعنی ابوطالب کو لیکن اللہ تعالی ہدایت دیتا ہے جس کو جی چاہے جو سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مراد ہے۔

علامۂ زمان مقتدر دوران ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار شرح در مختار جلد ۳ ص ۳۹۴ باب نکاح کافر میں تحریر فرماتے ہیں۔

لو ینافی ایضاً ما قال الامام فی الفقہ الاکبر ان والدیہ ماتا علی الکفر ولا ما فی صحیح المسلم استاذنت ربی استغفر لامی فلم یاذن لی۔ و ما فیہ ایضاً ان رجلا قال یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما قفا دعاہ فقال ابی ابوک فی النار لامکان ان یکون الاحیاء بعد ذالک لانہ کان فی حجتہ الوداع۔

اسی طرح یہ قول منافی ایمان ابوین شریفین کا نہیں جو ہمارے امام الائمۃ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے بیچ فقہ اکبر کے بیشک والدین گرامی نبی صلعم کے فوت ہوئے بیچ حالت کفر کے اور نہ جو صحیح مسلم میں حدیث ہے میں نے اللہ تعالی جل شانہ سے اجازت مانگی کہ میں اپنی والدہ گرامی کے لئے بخشش طلب کیا کروں مجھے اجازت نہ ملی۔

حدیث شریف میں ہے ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے فرمایا آگ میں۔ جب واپس پھیرا، پھر اسے بلایا اور کہا میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں ممکن ہے کہ ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور قبول اسلام ان احادیث کے بعد کا ہو کیونکہ احیاء کا واقعہ حج زمانہ حج الوداع سنہ ۱۰ ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ اس صورت میں تعارض بین الروایتین نہ رہا۔ دیکھو تفسیر روح البیان جلد اول کو بنیاد

واما ما روی عنہ فلم یوذن لی فی الشفاعۃ فہو متقدم علی احیاھما لانہ کان فی حجۃ الوداع فمن الجائز ان تکون ہذا الدرجۃ حصلت لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ان لم تکن۔

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے شفاعت طلب کرنے کی اجازت نہ ملی یہ روایت واقعہ احیاء سے پہلے کی ہے کیونکہ ان کے احیا کا واقعہ حج الوداع میں ظہور پذیر ہوا ہے اور یہ بات بالکل ممکن الوقوع اور جائز ہے کہ یہ کرامت احیاء ابوین گرامی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان روایات مخالف کے بعد میں حاصل ہوئی ہو۔ یہی بات قابل اعتماد ہے۔

علامہ زمان سید احمد حموی شرح اشباہ والنظائر ص ۵۲ صاحب روح البیان کے قول کی تائید کرتے ہیں۔

وذکر بعض اھل العلم فی الجمع ما حاصلہ ان من الجائز ان تکون ہذہ الا درجۃ حصلت لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ان لم تکن وان یکون الاحیاء والایمان متاخرا۔

بعض اہل علم نے بیچ تطبیق روایات کے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ یہ کرامت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعد میں حاصل ہوئی ہو اور پہلے حاصل نہ ہو یہ کہ ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا ان احادیث سے بعد کا واقعہ ہو تو اس صورت کوئی تعارض باقی نہ رہا پھر ان کا احیاء ایمان صاف متحقق ہو گیا۔

حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفا فی والد المصطفیٰ ص ۶۵ میں تحریر کرتے ہیں

قال القرطبی رح لاتعارض بین الحدیث الاحیاء وحدیث نہی الاستغفار ان حدیث الاحیاء متاخرا عن الاستغفار لہما بدلیل حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا ان ذالک کان فی حجۃ الوداع ولذالک جعلہ ابن شاہین ناسخا لما ذکر من الاخبار۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ احادیث احیاء ابوین شریفین اور نفی الاستغفار کے درمیان کوئی تعارض نہیں ساتھ دلیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کیونکہ احیاء ابوین گرامی کا واقعہ بیچ زمانہ حج الوداع کے گزرا ہے۔ اس لیے ابن شاہین محدث نے حدیث احیاء کو کتاب الناسخ والمنسوخ میں دوسری حدیثوں کے لیے ناسخ قرار دیا ہے اور یہی بات اقرب الی الصواب اور قابل اعتماد ہے۔

حافظ فتح الدین ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں حدیث احیاء کو حدیث نہی عن الاستغفار سے مؤخر ذکر کیا ہے۔

قال وذکر بعض اهل العلم فی الجمع بین الروایات ما حاصله ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل راقیا فی المقامات السنیة صاعدا فی الدرجات العلیة الی ان قبض اللہ روحه المطهرة الیه وازلفه بما خصه اللہ لدیه من الکرامة حین القدوم علیه فمن الجائز ان یکون هذا درجة حصلت له صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان لم تکن وان یکون الاحیاء والایمان متاخرا عن تلک الاحادیث۔

کہ بعض اہل علم حضرات نے بیچ تطبیق دینے احادیث کے ذکر کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دائم الاوقات حصول مقامات سنیہ اور درجات رفیعہ کے حصول کے منتظر رہتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور کے روح مطہر و مقدس کو قبض کیا اور ان کو ان فضائل اور خصائص سے اپنے قریب کیا جو خدا کو منظور تھا۔ یہ بالکل ممکن اور جائز ہے یہ درجہ حضور پرنور کو بعد میں حاصل ہوا ہو پہلے نہ تھا یعنی احیاء ابوین شریفین اور قبول اسلام ان تمام مخالف احادیث کے بعد کا واقعہ ہے اس صورت میں احادیث میں کوئی تعارض باقی نہ رہا۔

ل زرقانی جلد اول مصری ص۱۶۶ ، ویمکن الجواب عن الحدیثین انهما کانت موجهة خبر فقه لم یبلغا شان البعث والنشر وذالک اصل کبیر فاحیاهما اللہ له حتی آمنا بالبعث وبجمیع ما فی الشریعة ولذا تاخر احیاءهما الی حجة الوداع حتی تمت الشریعة ونزل الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

فاجیبت حتی آمنت بجمیع ما انزل اللہ علیہ ھذا معنی نفیس جدا۔
معارض حدیثوں کا یہ جواب ممکن ہے کہ ابوین شریفین پہلے ہی موحد اور خدا پرست تھے مگر
انکو کما حقہ علم دار آخرت کا حاصل نہ تھا جو نکہ آخرت پر ایمان لانا دین حقانی کے اصولی جزوں
سے ہی پھر اللہ تعالٰی نے انکو زندہ کیا تاکہ دار آخرت اور تمام احکام شرعی پر کامل طور پر
ایمان لائیں اس لئے اللہ نے حجتہ الوداع کے زمانہ تک ان کے زندہ کرنے میں تاخیر کی یہانتک
دین اسلام مکمل ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی آج کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارا اور
پوری کی میں نے تم پر نعمت اپنی اور پسند کیا تمہارے لئے اسلام حقانی کو دین پھر ان کو
زندہ کیا گیا تاکہ تمام امور دینی اور احکام شرعی پر مکمل طور پر لائیں
یہ جواب نہایت پسندیدہ اور مقبول عامہ علماء کرام کا ہے اور یہ بات بالکل صحیح اور قابل اعتما
اور ان کے ایمان پر استدلال کے لائق ہے

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر — مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

سوال:۔ حدیث شریف میں ہے قال ان ابی و ابوك فی النار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں ۔
جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ابی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا ابوطالب مراد ہیں
سیدنا حضرت عبداللہ حضور پر نور صلعم نے سائل کو ذو معنی جواب دیا جس سے بظاہر تو اس کی تسکین
ہو گئی لیکن اس پر حقیقت حال مخفی رہی کیونکہ ابی سے چچا کیطرف اشارہ کیا تھا ترمذی نے ابوہریرۃ
سے روایت کی ہے قال عم الرجل صنو ابیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کا چچا اس کے
باپ کے مانند ہوتا ہے کیونکہ اہل عرب اپنے چچا صاحب کو مانند باپ کے تصور کرتے تھے امام محمد بن کعب
قرظی اور ابو العالیہ رضی اللہ عنہما نے کہا ہے ۔

الخال والد والعم والد وتلا قوله تعالٰی ام کنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال
لبنيه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الهك واله آبائك ابراهيم واسمعيل واسحاق
ماموں مانند باپ کے ہے اور چچا بمنزلہ والد کے ہے پھر یہ آیت تلاوت کی کیا تم اسوقت
موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آئی جو اس نے اپنے بیٹوں کو کہا تم میرے

بعد کس کی پرستش کریں گے انہوں نے جواب دیا تیرے خدا کی اور تیرے باپ دادا حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل وحضرت اسحاق علیہم السلام کے خدا کی پوجا کریں گے حالانکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام انکے رشتہ میں چچا تھے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے انکو اپنا باپ ذکر کیا ہے۔ وقس علےٰ ھذا لعمہ

سوال:۔ جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہو تو پھر تطبیق کی کیا صورت ہوگی۔

الجواب:۔ جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہو اسوقت تطبیق روایات کی یہ صورت ہوگی کہ ہر دو روایتوں کے درمیان روایت کا زمانہ دیکھا جاوے گا تو پھر موافق قواعد اصول حدیث مقدم کو منسوخ اور متاخر کو ناسخ قرار دیا جائے گا چونکہ احیاء ابوین گرامی کا واقعہ بیچ زمانہ حجتہ الوداع ۱۰ھ کے ظہور پذیر ہوا ہے اس لحاظ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث دوسری تمام حدیثوں کے لئے ناسخ تصور ہوگی۔ دیکھو ابن شاہین محدث وغیرہ نے نہی عن الاستغفار کی حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے منسوخ قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ شرح نخبتہ الفکر صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وان لم یمکن الجمع فلا یخلوا اما ان یعرف التاریخ اولا فان عرف التاریخ وثبت المتاخر فھوالناسخ والآخر منسوخ

لیکن اگر جمع بین الروایتین ممکن نہ ہو پھر تاریخ روایت ملاحظہ کی جائے گی پس اگر تاریخ روایت کی معرفت حاصل ہو جائے تو اندریں صورت پچھلی روایت کو پہلی کے لئے ناسخ تصور کیا جائیگا نورالانوار صفحہ ۱۹۶ کے بحث تعارض میں ہے

ومن قبل اختلاف الزمان صریحاً فانہٗ اذا علم التاریخ فلا بد ان یکون المتاخر ناسخاً للمتقدم

یہ اختلاف زمانہ سے پہلے کی بات ہے لیکن جب روایت کی صحیح تاریخ معلوم ہو گی تو پھر ضروری بات ہے کہ پچھلی روایت پہلی کے لئے ناسخ تصور ہوگی۔

اب صاف اظہر من الشمس ہے کہ احیاء ابوین کا حجتہ الوداع ۱۰ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے اس واسطے اس سے پہلی تمام مخالف روایات کو منسوخ تصور کیا جائے گا جب یہ سب ناقابل قبول اور

نادا جیب العمل تصور ہوئیں تو پھر ابوین الشریفین کا زندہ ہونا اور ایمان قبول کرنا بالکل صحیح ہو گیا اور کوئی نزاع باقی نہ رہا۔

امام عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی جلد اول صفحہ ۱۶۴ مصری پہ رقمطراز ہیں

قال بعض اھل العلم فی الجمع ان یکون الاحیاء متاخراً من تلک الحدیث

اور بعض اہل علم حضرات نے بیچ تطبیق بین الروایات کے کہاہے یہ کہ احیاء ابوین شریفین کا واقعہ تمام مخالف حدیثوں کے بعد کا ہے فلا تعارض تو پھر تعارض کا شبہ زائل ہو گیا۔ والحق احق ان یتبع

ایک اور اصولی بات قابل ذکر ہے جس کا ذکر کرنا فائدے سے خالی نہ ہو گا نور الانوار شرح منار مین ملا جیون صاحب استاد المکرم شہنشاہ معظم اورنگ زیب عالمگیر نور اللہ مرقدہ وجعل اللہ الجنۃ مثواہ لکھتے ہیں۔

المثبت اولیٰ من النافی یعنی اذا تعارض المثبت والنافی فالمثبت اولیٰ بالعمل من النافی۔

مثبت روایات پر عمل کرنا نافی سے بہتر ہے یعنی جو تنت مثبت اور نافی روایات میں تعارض پیدا ہو تو اس صورت میں مثبت پر عمل کرنا نفی کرنے والوں سے بہتر ہو گا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ التعظیم والمنۃ صفحہ ۲۶ پر تحریر کرتے ہیں

القول فی الاحادیث التی وردت فی ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار کلھا منسوخۃ اما باحیاءھما وایمانھما واما بالوحی فی ان اھل الفترۃ لا یعذبون۔

لیکن ان حدیثوں میں کلام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کے حق میں مروی ہیں بیشک وہ دوزخ میں ہیں یہ ہے کہ وہ سب حدیثیں منسوخ العمل قرار دی جائیں گی یا تو ان کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کے ذریعہ سے یا بواسطہ نزول وحی کے کہ زمانہ فترت انبیاء کے لوگ عذاب نہ کئے جاویں گے۔ بہرکیف بہر دو صورت ابوین الشریفین کا ایمان اور نجات ایک جماعت علماء کرام

کے نزدیک بالکل ثابت ہے۔ جزاہم اللہ عنی خیر الجزاء

گر نباید بگوش رغبت کس   بر رسولان بلاغ باشد و بس

سوال:۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ و علی اتباعہ نے اپنی مشہور رسالہ تصنیف لطیف فقہ اکبر میں لکھا ہے

ووالدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر

نبی کریم کے والدین گرامی کفر کی حالت میں فوت ہو گئے ہیں۔

الجواب:۱۔ سیدنا حضرت امام اعظم نور اللہ مرقدہ نے عدم ادراک زمانہ نبوت کو کفر سے تعبیر کیا ہے یعنی ماتا علی زمان الکفر یعنی ان کی فوتیدگی زمانہ کفر میں واقع ہوئی اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا بلکہ کفر کی تاریکی کے زمانہ میں فوت ہو گئے

۲۔ صاحب عیون نے کہا ہے ردو سوس علی الامام دسّ فی علیہ ان فی نسخہ المعتمد ة منہا لیس فیہا شیء من ذالک۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت تراشی گئی ہے جس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ فقہ اکبر کے بعض صحیح اور معتبر نسخہ جات میں یہ بات مندرج نہیں یہ ابو حنیفہ بخاری کا مقولہ ہے جو قابل اعتبار نہیں۔

۳۔ بالفرض اگر اس قول کو بالکل صحیح مان لیا جائے اور اس کی کوئی تاویل نہ کی جائے پھر بھی یہ بات ہرگز لازم نہیں ہوتی کہ ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا صحیح نہیں کیونکہ اہل علم حضرات کے نزدیک ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا امور مسلمہ سے صحیح بات قابل اعتبار ہے۔

۴۔ بعض علماء کے نزدیک فقہ اکبر کی عبارت یہ ہے ما ماتا علی الکفر والدین گرامی کفر پہ فوت نہیں ہوئے مگر ماتا کے اول سے لفظ ما سہو کاتب یا دوسری وجہ سے ساقط ہو گیا اور عوام الناس میں ماتا علی الکفر کے الفاظ سے رواج پذیر ہو گیا جیسا کہ ارشاد دینی ص۵۵ میں ہے

۵۔ یہ بات ممکن اور قرین قیاس ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث احیا رنہ پہنچی ہو کیونکہ زمانہ سلف میں عوام الناس کی توجہ اس مسئلہ شریف کی طرف چنداں مائل نہ تھی بعد ازاں اس کی ضرورت لاحق ہوئی شیخ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں گویا این علم مستور بود بر متقدمین پس کشف کرد حق تعالیٰ آنرا بر متاخرین۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء

دیکھو عالم باعمل فاضل بے بدل استاد المحدثین سند المحققین رئیس العلماء والفضلاء مفسر قرآن حاوی فروعا و اصول شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی میں بجواب سوال ایمان ابوین الشریفین کے تحریر فرماتے ہیں۔ حضرات علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دربارۂ اثبات ایمان ابوین شریفین کے تین مسلک اختیار کئے۔

۱۔ پہلا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین گرامی زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بقید حیات موجود تھے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

قولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً بنی اسرائیل پ۱۵

نہ تھے ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔

اس آیت گرامی کے مضمون سے حضور پرنور صلعم سے پہلے فترت کا زمانہ ثابت ہوتا ہے پھر بمقتضائی اس آیت شریفہ کے زمانہ فترت کے لوگ قابل مواخذہ اور سزاوار عذاب کے نہیں اور باعتبار اس مسلک کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں صرف ماتا علی الکفر موجود ہے۔ ان کے تعذیب کا کچھ مذکور نہیں۔ اب صاف ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ناجی ہوں گے۔

۲۔ دوسرا مسلک علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا یہ ہے کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ من الصلوٰۃ اکملہا ومن التحیات افضلہا کے والدین گرامی بعد از وفات زندہ کئے گئے اور انہوں نے بعد احیاء آپ کی نبوت و رسالت کو صحیح تسلیم کر لیا اور یہ مسلک بھی بالکل فقہ اکبر کی عبارت کے منافی نہیں علامہ دوران الشیخ شمس الدین صاحب کردری جو جلیل القدر علماء احناف ملک ماوراء النہر سے ہیں کہتے ہیں۔

یجوز لعن من مات علی الکفر الا والدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لثبوت ان اللہ تعالیٰ احیاھما آمنا بہ

اس شخص پر لعنت بھیجنا جائز ہے جو کفر کی حالت میں فوت ہو گیا مگر نبی کریم صلعم کے والدین کریمین کو منع ہے بسبب ثبوت احادیث کے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔

کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔ ان کا جب اثبات ایمان ہوگیا تو ان سے کفر کا ازالہ ہوگیا۔

تیسرا مسلک علماء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ حضور پر نور کے والدین گرامی نے توفیق ربانی سے اپنی عقل خداداد سے ملت ابراہیم حنیف علیہ السلام کو اختیار کر لیا تھا اور وہ مراسم شرک و کفر سے بیزار اور توحید ربانی کے قائل تھے اور بت پرستی سے بیحد متنفر تھے اور قدیم الایام سے اپنے آباء و اجداد سے نبی آخر الزمان کی بعثت کی خبریں سنتے رہے وہ دل و جان سے آپ کی آمد کے منتظر تھے ان کے دل میں یہ ارادہ تھا جب خاتم پیغمبراں کی بعثت ہوگی تو ہم آپ کی نبوت کو تسلیم کریں گے چنانچہ اس مسلک کی تائید کے لئے حضور پر نور صلعم کے نور مبارک کا قصہ اور اس کی نگرانی کی وصیت سلسلہ وار جاری رہا شاہد ہے اور وہ نور مبارک حضور پر نور کے والد ماجد سیدنا عبداللہ کی جبیں مبارک پر جلوہ گر تھا آپ کو اس نور کی حفاظت کے لئے اپنے آباء و اجداد سے یہ وصیت پہنچی تھی کہ اس نور گرامی کو پاکیزہ شکموں میں سپرد کریں۔ حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دربارۂ اثبات ایمان والدین گرامی میں یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ان میں کفر و شرک کی آلائش کا پایا جانا ممکن اور محال ہے۔ بلکہ اس طریقہ سے ان کا ایمان متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت صرف ایمان اجمالی کی ضرورت لاحق تھی۔ جیسا کہ ورقہ بن نوفل کے حق میں ثابت ہے جو ام المومنین سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چچازاد بھائی ماہر علم تورات و انجیل کا تھا۔ فقہ اکبر کی عبارت بھی اس مسلک کے منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم رح نے عدم ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔

ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد اول ص۲۹۵

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ اخبار الاخیار ص۱۳۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت شیخ المشائخ شیخ نصیر الحق والدین دہلوی قدس سرہٗ اپنی تفسیر قرآن ام المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدتہا بود و حضرت علی کرم اللہ وجہہ را بجانب فرستادہ بودند چوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ازاں مصلحت باز آمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باو فرمود۔ اے علی رضا شنیدی کہ خدای تعالیٰ دوش با من چہ کرامت عطا کرد۔ گفتم یا رسول اللہ شنیدم۔ فرمود دوش حلقہ گرفتم و ابو طالب و پدر و مادر خود را

مغفرت خواستم فرمان شد حتم مقتضی است بر من ہر کہ بیگانگی من و نبوت تو ایمان نیارد و بت
را باطل نگوید من او را بہشت ندہم برو بر فلاں شعب و مادر و پدر خویش و ابو طالب را فراز ک
ایشاں زندہ شوند و پیش تو آیند تو ایشاں را دعوت کنی تو ایمان آرند ہمچناں کردم بر بلندی رفتم
فریاد کردم یا اباہ یا اماہ یا عماہ - ہر سہ از خاک سر برآوردند و ایمان آوردند و از عذاب خلاص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے ایام میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ و
کو کسی کام کے لیے کہیں روانہ کیا تھا جب شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس
تشریف لائے کہا اے علی رض تو نے کچھ بات سنی ہے کہ کل اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا کرامت ع
کی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے کوئی بات نہیں سنی فرمایا کل میں نے جناب با
میں دعا کی اور اپنے والدین گرامی اور چچا کے لیے بخشش مانگی جناب باری سے فرمان صادر
ہوا کہ میں نے بہ قطعی فیصلہ کر رکھا ہے جو شخص میری وحدت والوہیت اور آپ کی نبوت پر
ایمان نہ لائے گا اور بت پرستی کو باطل تصور نہ کرے گا میں اس کو کبھی بہشت بریں میں داخ
نہ کرونگا حکم ہوا تم فلاں مقام پر جا کر اپنے والدین اور چچا کو پکارو وہ زندہ ہو کر تمہارے پاس حاضر ہو
گے تم ان کو دعوت دو وہ قبول کریں گے - میں بموجب فرمان باری بلندی پر جا کر پکارا اے
میری ماں اے میرے باپ اے میرے چچا جی میری پکار پر وہ تینوں اپنی اپنی قبروں سے باہر
نکل آئے اور تہ دل سے میری دعوت کو تسلیم کر لیا اور عذاب الٰہی سے خلاصی پائی - ھذا بعض
من ساتکمہ و سدری دس حمتہ لقوم یؤمنون -

زرقانی مصری جلد اول صفحہ ۱۸۶ اذا سکت عنهما فتل هما ناجیان فی الجنة اما
انهما احییا حتی آمنا آمنا به کما جزم به السهیلی والقرطبی و
ناصر الدین ابن المنیر ان هذا الحدیث الضعیف کما جزم
به اولهم و افقه جماعة من الحفاظ لا سیما فی مناقب وهی
یحمل فیها بالحدیث الضعیف - واما لو نهما ماتا
علی الفترة قبل البعثة ولا تعذیب قبلها کما جزم به الآبی و
اما لو نهما ماتا علی الحنیفیة والتوحید لم یتقدم لهما شرک

كما قطع به السنوسي والتلمساني المتأخر محشي الشفاء فهذا ما وقفنا
عليه نصوص العلماء ولم نر لغيرهم ما يشهد بنفسه ابن
دحية وقد تكفل بردها القرطبي -

جس وقت نبی کریم کے والدین گرامی کے متعلق پوچھا جائے کہ وہ ناجی اور جنتی ہیں تو کہہ بواسطہ
اسبات کے کہ وہ دونوں زندہ کیے گئے اور ایمان لائے جیسا کہ قطع کیا ساتھ اس کے امام حافظ سہیلی
نے اور امام قرطبی نے اور امام ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہم نے اگرچہ اس بارہ میں حدیث ضعیف
مروی ہے جیسا کہ قطع کیا ساتھ اثبات کے پہلی جماعت نے اور اسبات پر موافقت اختیار کی ایک
گروہ علمائی حدیث نے اور کہا یہ حدیث شریف مناقب نبوی میں مروی ہے۔ مناقب و فضائل
نبوی میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا بالکل جائز ہے یا وہ دونوں زمانہ فترت انبیاء میں پیدا ہوئے
اور بعثت نبوی سے عرصہ دراز پہلے فوت ہوگئے وصول دعوت سے پہلے عذاب دینا جائز نہیں
جیسا کہ قطع کیا اس بات کے ساتھ میرے والد نے یا تو بواسطہ اسبات کے کہ والدین گرامی خود بخود ملت
توحید اور دین ابراہیم حنیف کے پابند تھے۔ انمیں کوئی مشرکانہ بات نہ تھی جیسا کہ قطع کیا ساتھ اسبات کے
امام سنوسی اور تلمسانی شارحین شفائی عیاض رحمۃ اللہ علیہم نے علمائی متاخرین سے یہ وہ بات ہے جس پر
ہم نے نصوص علمائے کرام کی موافقت پائی ہے اور ہم مخالفین میں سے ہرگز نہیں دیکھتے مگر چند
اشخاص مانند ابن دحیہ وغیرہ کے لیکن امام قرطبی کی بلند شخصیت نے اس کی خوب تردید کی ہے۔

عسى محبوب الناشرات على الحمى
يصول غضبان الليالي اذا الحجر الصلد

اللهم صل وسلم على سيدنا وشفيعنا ومولانا محمد وآله وأصحابه وأزواجه
وأولاده وأولياءه وأتباعه أجمعين وأعطه الوسيلة والفضيلة
والبشرى ومقام المحمود الذي وعدته وارزقنا شفاعته انك لا تخلف
الميعاد برحمتك يا أرحم الراحمين -

در بیان احکام زمانہ فترت کے بیان میں

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحمید۔ رُسُلًا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل یعنی بعد ارسال الرسل وانزال الکتب لئلا یحتج الناس علی اللہ علی ترک التوحید والطاعۃ بعدم الرسل فیقولوا ما ارسلت الینا رسولًا وما انزلت علینا کتابًا فنیہ دلیلًا لو لم یبعث الرسل لکان الناس علیہ حجۃ فی ترک التوحید والطاعۃ وفیہ دلیل علی ان اللہ تعالیٰ لا یعذب الخلق قبل بعثۃ الرسل کما قال اللہ تعالیٰ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولًا" وفیہ دلیلًا لمذھب اھل السنۃ والجماعۃ علی ان معرفۃ اللہ تعالیٰ لا تثبت الا بالسمع لان قولہ تعالیٰ "لئلا یکون علی اللہ حجۃ بعد الرسل یدل علی ان قبل بعثۃ الرسل تکون لھم الحجۃ فی ترک التوحید والطاعۃ (خازن مصری جلد اول صفحہ ۵۲۰)

"رسول بشارت دینے والے اور ڈرانے والے لوگوں کو تاکہ نہ ہو واسطے لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے الزام، پیچھے بعثت رسولوں کے اور نازل کرنے کتابوں کے تاکہ لوگ حجت انگیزی نہ کر سکیں، سامنے اللہ تعالیٰ کے بیچ ترک کرنے توحید اور عبادت کے بوجہ عدم بعثت انبیاء کرام علیہم السلام کے اور یہ بات کہیں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف رسول اور نہیں اتاری ہماری طرف کوئی کتاب"۔

اس آیت گرامی میں یہ واضح ترین دلیل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ، نبیوں کو مبعوث نہ کرتا تو پھر ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر بیچ ترک توحید و عبادت میں الزام عائد ہو سکتا تھا۔ نیز اس آیۃ کریمہ میں یہ صاف دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو بعثت انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہرگز عذاب نہیں نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور نہ تھے ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم نبیوں کو"۔ اس آ[یت] گرامی کے مضمون سے مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے یہ دلیل ثابت ہوتی ہے توحید اور رفاقت کی ترکیب

ت بندوں کو بروں اور سمعی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تاکہ نہ ہو واسطے
لوگوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے الزام"۔ یہ آیۃ شریفہ صریحاً دلالت کرتی ہے کہ بندوں کو بعثت انبیاء
سے پہلے ترک توحید وعبادت میں عذرخواہی کرنا بالکل جائز تھی۔ (تفسیر صاوی جلد اول صفحہ ۲۵۹)

قولہ تعالیٰ۔ لئلا یکون للناس علی حجۃ معذرۃ یعتذرون بہا
وسماہا حجۃ تفضلا وکرما فاہل الفترۃ ناجون ولو بدلوا
وغیروا قال اللہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا و
قال اللہ تعالیٰ ولو انا اہلکناہم بعذاب من قبلہ لقالوا لولا ارسلت
الینا رسولا۔ وقولہ تعالیٰ بعد الرسل ای وانزال الکتب والمعنی
لو لم یرسل اللہ رسولا لکان للناس عذر فی ترک التوحید فقطع
اللہ عذرہم بارسال الرسل اما قبل ارسال الرسل فکانوا یعتذرون
فلذالک قال اہل السنۃ والجماعۃ ان معرفۃ اللہ تعالیٰ لا تثبت
الا بالشرع۔

تاکہ نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر الزام۔ جس کے ساتھ وہ عذرخواہی کریں گے۔ اللہ
تعالیٰ نے اس کا نام حجت بطور کرامت اور فضیلت کے رکھا ہے۔
اس آیت گرامی سے عیاں ہے کہ زمانہ فترت کے باشندگان بالکل نجات پائیں گے اگرچہ
نادانی سے احکام ربانی میں کچھ تبدیل وتغییر کیا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور ہم
عذاب کرنے والے نہ تھے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول"۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر ہم ان کو ہلاک کر دیتے عذاب سے پہلے بعثت نبیوں
کے البتہ کہتے کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف رسول۔ لیکن فرمان باری تعالیٰ پیچھے بعثت نبیوں
کے اور نزول کتب کے لیکن آیت ہذا سے یہ مراد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کو مبعوث نہ کرتا تو
لوگوں کو ترک توحید میں عنداللہ عذرخواہی ہو سکتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بعثت رسل کرام علیہم السلام سے
لوگوں کی عذرخواہی کو روک دیا لیکن بعثت انبیاء سے پہلے وہ اپنا عذر پیش کر سکتے تھے۔ اسی لیے
اہل السنۃ والجماعۃ کثر اللہ سوادھم کے علماء کرام نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عز شانہ کی معرفت ...

بعثت انبیاء کرام علیہم السلام کے ناممکن و محال ہے۔

تفسیر بیضاوی مصری ص۲۸ جلد ثانی قولہ تعالے :۔ لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ بعد الرسل فیقولوا لولا ارسلت الینا رسولا فینبھنا و یعلمنا مالم نکن لانعلم وفیہ تنبیہ علی ان بعثۃ الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام الی الناس ضروری۔ کذا فی المدارک اول ص۱۹۹

" تاکہ نہ ہو اوپر اللہ تعالے کے لوگوں کے لیے حجت یعنی الزام، پیچھے بعثت انبیاء کرام کے پھر یہ بات کہیں کیوں نہیں بھیجا تونے ہماری طرف کوئی رسول جو ہمیں آگاہ کرتا اور تعلیم دیتا اس بات کی جس کو ہم نہ جانتے تھے "

اس آیت میں اسبات کی صریح دلیل ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت لوگوں کی طرف نہایت ضروری ہے۔

فائدہ جمہور اہل السنت والجماعت کا عقیدہ راسخہ یہ ہے کہ حل وحرمت کا مدار جائز وناجائز کا تقرر بدون شارع کے محال ہے۔ عقل ناقص کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ بنی نوع انسان کے لیے کوئی قانون دستورالعمل مرتب کر سکے۔ امور شرعی اگرچہ عقل کے مطابق ہیں۔ لیکن احکام شرعی میں عقل کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں۔

ما للتراب ورب الارباب اگر تقرر امور شرعی میں عقل کی پیروی کی جاتی تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی حکمت بالکل مہمل وبیکار ہو جاتی اور بندوں پر وصول الی اللّٰہ کا راستہ مسدود ہو جاتا۔ ہر ذی عقل کو حق خود مختاری حاصل ہوتا۔ جو چاہتا وہ کرتا پھر کسی صورت میں دنیا کا نظام قائم نہ رہ سکتا تھا۔ دائم الاوقات فتنہ و فساد کی آگ شعلہ زن رہتی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حکمت بالغہ کا مقتضے بعثت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہ خرابی دور فرمادی۔ امور دینی میں انبیاء کرام کو تمام مخلوقات، بنی نوع انسان کا ہادی وراہنما و پیشوا مقرر کیا۔ کتب وصحائف کے نزول سے ان کی تائید او ما سبق نبوت کی گئی اور بندوں پر ان کی تصدیق اور فرمانبرداری لازم قرار دی گئی۔ احکام شرعی کی حدود اور قیود مقرر ہوئیں۔ ہر خاص و عام ادنیٰ و اعلیٰ پر احکام شرعی کی پابندی فرض کی گئی۔ حدود شکنی اور نافرمانوں کے لئے سزائیں مقرر ہوئیں

بنابریں احکام شرعی کی پابندی کرنے والوں کے لئے خدا کی رضامندی اور بہشت بریں کی ابدی نعمتوں کا وعدہ دیا گیا اور نافرمانوں کے لئے دخول جہنم اور مختلف اقسام کی سزائیں مقرر ہوئیں

مسالک الحنفاء والدا المصطفے صکا للسیوطی رح

اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ قال ان اللہ تعالیٰ لیس بمعذب احداً حتیٰ سبق الیہ من اللہ خبراً اویاتیہ من اللہ بینۃ۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم رضنے اپنی تفاسیر میں امام قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے نہ تھے ہم عذاب کنندہ یہانتک کہ بھیجیں ہم رسول۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی بشر کو ناحق عذاب نہیں کرتا جب تک اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل یا اطلاع نہ آئے۔

آنراکہ عقل و ہمت و تدبیر ورائے نیست   خوش گفت پردہ دار کہ کس در سرائے نیست

صادی علی الجلالین جلد ثانی ص۲۷۵ قولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا بنی اسرائیل پ۱۵

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں۔ جب تک رسول نہ بھیجیں۔

قال ان شروط صحۃ العبادات و وجوبہا بلوغ الدعوۃ فمن لم تبلغہ الدعوۃ لا یجب علیہ العبادۃ ولا یحکم منہ ولو فعلہا لا یثاب علیہا وعموم ہذہ الآیۃ یدل علیٰ ان اہل الفترۃ ناجون بفضل اللہ تعالیٰ ولو غیروا و بدلوا و ما ورد تخصیص بعض افراد کحاتم طائی وامرئ القیس بدخولہم النار فہی احادیث آحاد لا تعارض القطعی۔

کیونکہ وجوب اور صحت عبادت کے لئے دعوت انبیاء کا پہنچنا لازم ہے۔ جس کو دعوت نہیں پہنچی۔ اس پر لزوم عبادت کا نہیں اگر عبادت بجالائے تو کچھ ثواب حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی عبادت

صحیح تصور ہوگی۔ آیتہ ہذا کا عموم صاف دلالت کرتا ہے کہ ایمان زمانہ فترت خدا کے فضل وکرم سے نجات پاگئے۔ اگرچہ انہوں نے جہالت یا غلطی سے احکام سابق میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہوگا لیکن ان میں سے بعض افراد کی تعذیب کی تخصیص مانند حاتم طائی اور امرالقیس وغیرہ کے آحاد حدیثوں سے ہے جو ہرگز ادلہ قطعی (یعنی نصوص قرآنی کی) معارض ہو نہیں سکتیں۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح فقہ اکبر صـــ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وقد جعل الشرع للبالغ الجاهل بالله ممن لم تبلغه الدعوة معذورا لقوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا

شریعت حقہ اور ملت بیضاء اسلام حقانی نے ہر ایک بالغ اور جاہل باللہ شخص کو جن کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی معذور قرار دیا ہے ساتھ اس دلیل فرمان جاری کئے اور ہم ہرگز عذاب نازل نہیں کرتے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔

علامہ زمان فخرالاسلام نے کہا ہے۔ جن لوگوں کو حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی۔ وہ ہرگز لزوم عبادت و اطاعت کے مکلف نہیں ہوسکتے۔ مکلفین کے لئے بلوغ دعوت ضروری ہے۔

ندقانی جلد اول صـــ قال السيوطي هذا مذهب لاخلاف فيه بين الشافعية في الفقه والاشاعرة ونص على ذالك امامنا الشافعي رحمة الله عليه في الام والمختصر وتبعه سائر الاصحاب فلم يشذ احد منهم الخلاف واستدلوا بعدة آيات منها قوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا

حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ مذہب بالکل برحق ہے اور اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ درمیان فقہا شافعیہ اور علمائی اصول کے اسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ام اور مختصر میں نصوص کا ذکر کیا ہے اور اس پر اس کے اصحاب نے پیروی کی ہے۔ کسی نے اس بات کا خلاف نہیں کیا اور اسبات پر قرآن مجید کی متعدد آیات سے استدلال کیا ہے۔ جس میں سے ایک آیتہ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ہے۔

مسالک الحنفا (سیوطی رہ) میں ہے۔ قاضی امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مختصر ابن حاجب

کی نہیں اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب میں تحریر کیا ہے۔
واما من لم تبلغہ الدعوۃ فحتی نا یموت ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وھو مضمون بالکفارۃ والدیۃ قال ابن الرفعۃ فی الکفایۃ لانہ مولود علی الفطرۃ ولم یظہر منہ عنادہٗ
جن لوگوں کو انبیاء کی دعوت نہیں پہنچی تو ہمارے نزدیک اگر وہ مر گیا تو نجات پانے والوں سے ہوگا اور نہ قتل کیا جائے جب تک دعوت اسلام نہ کی جائے۔ اس کا قاتل اس کی کفارت اور دیت کا ذمہ دار ہوگا۔ ابن الرافعۃ نے کفایۃ میں کہا ہے۔ کیونکہ اس کی پیدائش السلام حقانی پر ہوئی ہے اور اس سے اسلام کی خلاف ورزی صادر نہیں ہوئی۔

تعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔
قد صنف فی ذالک کثیرا من العلماء المتاخرون فحملوا الاحادیث الواردۃ فی معنی الباب علی انہا کانت قبل نزول قولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ فان اھل الفترۃ بموجب ما دلت علیہ الآیۃ الکریمۃ والاحادیث الواردۃ لا عذاب علیہم۔
اس بارہ میں علمائے متاخرین میں سے بہت لوگوں نے تصنیفات کی ہیں اور انہوں نے اس بارہ میں مخالف حدیثوں کو اسبات پر محمول کیا ہے کہ وہ سب اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور نہیں عذاب کرنیوالے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔ پھر اہلیان زمانہ فترت کے لوگ بموجب دلیل اس آیۃ کریمہ کے اور احادیث کے لائق عذاب کے نہیں۔

سوال: فان قلت ھذہ الآیۃ مکیۃ وزیارتہ صلی اللہ علیہ وسلم لامہ کانت عام الفتح فکیف یتاتی ما ذکر قلت الآیۃ ان کانت مکیۃ ومع ذالک لم یطلع نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان حکمہا عام فی السابقین والموجودین فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم برعایۃ المصلحۃ الانذار فلما اطلع اللہ نبیہ علی ذالک اخبرنا باحوال اھل الفترۃ۔

اگر تو یہ بات کہے کہ یہ آیت شریف مکی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ ماجدہ کی قبر گرامی کی زیارت زمانہ فتح مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا میں کی ہے۔ تو اس صورت میں یہ بات کیونکر ممکن ہوگی۔

جواب میں کہتا ہوں اگرچہ یہ آیتہ گرامی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالے نے نبی صلعم کو اس آیت کی حقیقت سے اطلاع نہ دی کہ آیت ہذا کا حکم پہلے فوت شدہ لوگوں کے لئے بھی ہے جو قبل از بعثت نبوی فوت ہوگئے اور جو لوگ آپ کے زمانہ میں موجود ہیں۔ بسبب کسی مصلحت انذار کے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں اس آیت کے مفہوم اور اس کی حقیقت سے خبردار کیا۔ تب حضور پرنور نے ہم کو مطلع کر دیا کہ اس آیت کا حکم قبل از بعثت فوت شدہ لوگوں کے لئے اور موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لئے یکساں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:۔ وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون۔ ذکری وما کنا ظلمین۔

اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر اس کے لئے ڈرانے والے تھے۔ یہ نصیحت ہے اور نہ تھے ہم ظلم کرنے والے۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں امام قتادہ رض سے روایت کی ہے قال ما اھلک اللہ من قریۃ الا بعد الحجۃ والبینۃ والعذر حتی یرسل الرسل و ینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃ وحجۃ للہ ذکری وما کنا ظلمین۔ یقول ما کنا نعذبھم الا بعد الحجۃ۔

اور اللہ تعالیٰ نے نہیں ہلاک کیا کسی بستی والوں کو مگر بعد ابلاغ حجت اور دلیل کے اور بعد رفع عذر کے۔ یہاں تک کہ بھیجے رسولوں کو اور نازل کرے کتابوں کو بطور یاد دہانی اور نصیحت کے۔ یہ پند و نصیحت ہے لوگوں کے لئے اور نہ تھے ہم ظلم کرنیوالے۔

فائدہ اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی زمانہ فترت انبیاء میں پیدا ہوئے اور بعثت نبوی سے عرصہ دراز پہلے فوت ہوگئے آپ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا۔ اس واسطے وہ دونوں بموجب آن آیات بینات کے سزاوار عذاب اور قابل مواخذہ کے نہیں۔ جس قدر احادیث ان کی تعذیب کے بارہ میں مروی ہیں۔ نصوص قرآنی کی

نبی کے مقابلہ میں سب ہیچ ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جو الجمہور فترت کا زمانہ تھا جس پر خدا کا فرمودہ شاہد ناطق ہے

قولہ تعالیٰ یا اھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علیٰ

فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر۔

اے اہل کتاب آیا پاس تمہارے رسول ہمارا بیان کرتا ہے تمہارے لئے احکام سابق کی

پیچھے منقطع ہونے سلسلہ رسولوں کے مبادا تم کہو نہیں آیا ہمارے پاس کوئی رسول

خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔

اس آیت گرامی کے مضمون سے صراحتاً ثابت ہے کہ حضور پرنور کی بعثت سے پہلے بالکل

فترت کا زمانہ تھا۔ تفسیر جلالین میں ہے۔

قولہ تعالیٰ علی فترۃ من الرسل لم یکن بینہ و بین

عیسیٰ رسول و مدت ذالک خمس مایۃ سنۃ۔

بعد منقطع ہونے رسولوں کے کہا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے درمیان کوئی پیغامبر مبعوث نہیں ہوا جسکی مدت پانچ سو سال تھی۔

حدیث میں ہے

قال انا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لیس نبی و بینہ رسول

میں بہت قریب لوگوں سے ہوں ساتھ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے میرے

اور اس کے درمیان کوئی رسول نہیں گزرا۔

بقول امام ضحاک مدت فترت کا زمانہ چار سو تیس سال کی مدت تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

بقول سلمان پانچ سو ساٹھ سال کا زمانہ ذکر کیا ہے۔ اور امام قتادہ رضی نے اس کی مدت چھ سو سال کی

بیان کی ہے بعد مسیح ابن مریم علیہ السلام کے۔ حافظ ابن کثیر نے امام قتادہ رضی کے قول کو صحیح

اور قابل تسلیم تصور کیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ۔ لتنذر قوماً ما انذر آباءھم فھم غافلون

قبل ما للنفی ای لم تنذر آباءھم لان قریشاً لم یاتہم نبی

قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تاکہ ڈرائے تو اس قوم کو جو نہیں ڈرائے گئے باپ ولوا ان کے پس وہ بالکل بے خبر ہیں۔

عند العلماء آیت ہذا میں ما موصولہ نہیں بلکہ نافیہ ہے جس سے مراد یہ ہے یا رسول اللہ تاکہ تو اس قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرائے دھمکائے جن کے آباء و اجداد نہیں ڈرائے گئے۔ آیت ہذا کے مضمون سے صاف عیاں ہے کہ قوم قریش انبیاء کرام کی دعوت سے بے تجربہ تا آشنا تھی۔ حضور پر نور سے پہلے ان میں کوئی رسول مبعوث پیدا نہیں ہوا۔ ان کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی۔ ساری قوم تکلیفات شرعی سے بے خبر اور احکام ربانی سے بے خبر تھی

کما قال اللہ تعالیٰ۔ لتنذر قوما ما اتاھم من نذیر من قبلک لعلھم یتذکرون

تاکہ ڈرائے تو اس قوم کو جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ شاید وہ نصیحت قبول کریں اور قوماً سے مراد قوم قریش ہی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ۔ ولولا ان تصیبھم مصیبۃ (عقوبۃ ونقمۃ) بما قدمت ایدیھم (من الکفر والمعاصی) فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع آیاتک ونکون من المؤمنین۔ یعنی لولا انھم یحتجون بترک الارسال لعاجلناھم بالعقوبۃ بکفرھم قیل معناہ لما بعثناک الیھم رسولا لئلا یکون علی اللہ حجۃ بعد الرسل

کما فی الخازن والمعالم جلد پنجم ص ۱۶۰

اگر یہ بات لازم نہ ہوتی کہ جب ان لوگوں کو کوئی مصیبت یا عذاب پہنچتا۔ بسبب اس چیز کے جو آگے بھیجی ہے ان کے ہاتھوں نے کفر اور بدکاری سے وہ کہتے یا رب کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول پھر پیروی کرتے ہم تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم ایمان والوں سے۔ اگر وہ لوگ حجت انگیزی نہ کرتے بوجہ عدم بعثت انبیاء کے تو ہم ان پر بوجہ کفر و بدکاری ان کی کے عذاب نازل کرنے میں بہت جلدی کرتے۔

بعض نے کہا ہے۔

یا رسول اللہ ہم نے آپ کو ان کی طرف اس غرض کے لئے مبعوث کیا ہے تاکہ فرمایا

لوگ اللہ تعالیٰ پر الزام عائد نہ کریں۔ ترک کرنے بعثت انبیاء پر۔

آیت ہٰذا سے ظاہر ہے اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اہل مکہ پر ان کے کفر و معصیت کی وجہ سے عذاب نازل کرتا ہے۔ پھر وہ لوگ عند اللہ یہ عذر خواہی کرسکتے تھے۔ بار خدایا جب تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا جو ہمیں امر و نہی حل و حرمت طریقہ عبادت سے خبردار کرتا پھر اگر ہم تیرے احکام کی خلاف ورزی کرتے یا عبادات میں کوتاہی اختیار کرتے تو ہم تیرے نافرمان تصور ہوتے پھر تجھے ہم کو عذاب کرنے کا حق حاصل تھا۔ اب جب کہ تیرے احکام سے بے خبر ہے اور تو نے کسی رسول کو ہماری ہدایت اور راہ نمائی کے لئے مبعوث نہیں کیا۔ اسمیں ہمارا کیا قصور ہے حق تعالیٰ نے حضور پر نور کی بعثت سے ان پر حجت قائم کردی تاکہ خدا کے حضور میں ماجاءنا من نذیر ولا بشیر کا عذر پیش کرسکیں

قال اللہ تعالیٰ واقسموا باللہ جھد ایمانھم یعنی کفار مکہ وذالک لما بلغھم ان اھل الکتاب کذبوا رسلھم قالوا لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتتھم الرسل فکذبوا واقسموا باللہ لوجاء نذیر منکم لنکونن اھدیٰ دینا منھم وذالک قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قسم کھائی انہوں نے ساتھ اللہ تعالیٰ کے محکم قسم اپنی کو یعنی کفار مکہ نے جب ان کو یہ خبر ملی کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی ہے۔ اہالیان مکہ نے قسم کھائی اگر ہمارے پاس منجانب اللہ کوئی رسول مبعوث ہوا تو ہم لوگ ان کی نسبت بہت زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ بوجہ قبول دعوت کے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کی ہے۔

اور صاحب تفسیر نیشاپوری سورہ قصص میں تحریر فرماتے ہیں

ومن قبل ما کانت حجۃ الانبیاء قائمۃ علیھم حتی بعث اللہ الیھم من تجدد تلک الحجۃ علیھم فبعث اللہ تعالیٰ تقریرا لتلک التعلیقات وان المۃ تلک الفترت۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان پر بعثت انبیاء کی حجت

قائم نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی طرف مبعوث کیا تاکہ ان پر حجۃ اللہ قائم کریں۔ پس آنحضرت صلعم کی بعثت بغرض تقرر تکلیفات شرعی کے اوراز الہ فترت انبیاء کے ہوئی ہے۔

امام قسطلانی مواہب مدینہ میں تحریر کرتے ہیں

لما دلت القواطع علی انہ لا تعذیب حتی تقوم الحجۃ علمنا انہم غیر معذبین

جب دلائل قطعی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عذاب ہرگز لازم نہیں ہوتا جب تک حجت قائم نہ ہو۔

ثابت ہوا کہ ابوین شریفین ہرگز قابل مواخذہ اور لائق عذاب کے نہیں۔

بگو آنچہ دانی سخن سود مند ۔۔۔ وگر ہیچ کس را نباید پسند

کہ فردا پشیمان برآرد خروش ۔۔۔ کہ آیا چرا حق نہ کردم بگوش

رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا یسمع بی احد من ھذہ الامۃ ولا یہودی ولا نصرانی ومات ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار مفہومہ ان من لم یسمع بہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم تبلغہ الدعوۃ الاسلام فھو معذور علی ما تقرر فی الاصول انہ لا حکم قبل ورود الشرع علی الصحیح

مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس شخص نے اس امت مرحومہ سے یا کسی یہودی یا نصرانی نے میری دعوت کو سن لیا پھر فوت ہو گیا اور میری رسالت پر ایمان نہ لایا مگر وہ اہل النار میں سے ہوگا۔ اس حدیث شریف سے یہ مراد ہے کہ جس شخص کو نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی نبوت کا علم نہیں ہوا یا اسے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی وہ بالکل عنداللہ معذور ہے جیسا کہ علم اصول میں مقرر ہے کہ ورود اور شرعی امور سے پہلے کوئی حکم لازم نہیں ہوتا۔ مواہب مدنیہ صـ

مسالک الحنفاء صـ زرقانی جلد اول صـ :- اخرج عبد الرزاق و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اذا کان یوم القیامۃ جمع اللہ اھل الفترۃ والمعتوہ والاصم والابکم والشیوخ الذین لم یدرکوا الاسلام ثم ارسل الیھم رسولا ان ادخلوا النار فیقولون کیف ولم یاتنا رسول قال وایم اللہ لو دخلوھا لکانت علیھم بردا وسلاما ثم یرسل الیھم فیطیعہ من کان یرید ان یطیعہ قال ابوھریرۃ اقرؤا ان شئتم وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اسنادہ حسن شرط الشیخین ومثلہ لا یقال من قبل الرای ولہ حکم المرفوع۔

حافظ عبد الرزاق اور ابن منذر نے اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب فردا قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اہل فترت اور دیوانہ لوگوں کو بہرے اور گونگے اور بوڑھوں کو جمع کرے گا یعنی جن لوگوں کو اسلام حقانی کی دعوت نہیں پہنچی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف رسول روانہ کرے گا وہ حکم دے گا کہ تم سب آگ میں کود پڑو وہ جواب دیں گے کہ ہم کیونکر آگ میں کود پڑیں جبکہ دار دنیا میں ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا۔ کہا خدا کی قسم اگر وہ اس کا کہا مانتے اور آگ میں داخل ہو جاتے تو ان پر آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جاتی۔ پھر مکرر رسول روانہ ہوگا۔ پھر وہ شخص اس کا کہا مانے گا جو شخص عالم دنیا میں انبیاء کرام کی فرمانبرداری کا ارادہ رکھتا ہوگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پڑھو تم اگر چاہو اور نہ تھے ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے اوپر طریقہ بخاری مسلم کے ایسی بات اپنی اٹکل و قیاس سے نہیں کہی جاتی۔ اس کو حکم مرفوع کا ہے۔

نور گیتی فروغ چشم ہو د　　　نشت باشد بچشم موشک کور

مسالک الحنفاء ص ۱۱: اما ابوین شریفین فالظاہر من حالہما ما ذہبت الیہ ہذہ الطائفۃ من عدم بلوغہما دعوۃ احد و ذالک لمجموع امور۔ تاخر زمانہما و بعد ما بینہما و بین الانبیاء السابقین فان آخر الانبیاء قبل بعثت نبینا صلی اللہ علیہ وسلم عیسٰی علیہ السلام وکانت الفترۃ بینہ و بین بعثۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ست مائۃ سنۃ ثم انہما کانا فی زمن الجاہلیۃ لم یعش من العمر الا قلیلا۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کے احوال سے صاف ظاہر ہے جس کی طرف علماء کرام کی ایک کثیر جماعت گئی ہے یہ بات ہے کہ ان کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی بسبب چند امور کے بوجہ تاخیر زمانہ بعثت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بسبب درازی زمانہ فترت انبیاء کے۔ درمیان ابوین گرامی اور انبیاء سابقین کے۔ کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مہتر عیسٰی روح اللہ ہی آخری رسول تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور عیسٰی علیہ السلام کے درمیان فترت کے زمانہ کی مدت چھ سو سال کی تھی جس میں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا نیز حضور پرنور کے والد گرامی جاہلیت کے زمانہ میں فوت ہو گئے۔ ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ اگر وہ زمان نبوت کا ادراک کرتے تو ضرور اسلام قبول فرماتے۔

مواہب النطیفۃ شرح مسند امام ابوحنیفہ رض میں ہے۔

ان الذی بعث النبی محمد　　　انجی بہ الثقلین مما یجحف
لامہ و ابیہ حکم شائع　　　ابداہ اہل العلم فیما صنفوا
فجماعۃ اجروہما مجری الذی　　　لم یاتہ خبر الدعاۃ المسعف
والحکم فیمن لم تجبہ دعوۃ　　　ان لا عذاب علیہما حکم یولف

وجماعۃ ذھبوا الی احیائہ ابویہ حتی آمنا لہ وخوفوا
وروی ابن شاھین حدیث مسنداً فی ذالک ولکن الحدیث ضعیف

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث کیا اور آپ کا صدقہ جن وانس کو نجات
حضور پر نور صلعم کے والدین گرامی کے لئے حکم صاف ظاہر ہے۔ جس کو حضرات اہل علم نے اپنی
تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ ایک گروہ نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کو کسی رسول کی
دعوت نہیں پہنچی اور جن لوگوں کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہرگز
مواخذہ اور عذاب کے نہیں۔ ایک گروہ ان کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کا قائل ہے یہ کہ
کوکچھ خوف وخطرہ نہیں اور اس بارہ میں ابن شاہین محدث نے با اسناد حدیث بیان کی ہے
لیکن عند العلماء وہ حدیث کمزور درجہ کی ہے۔

سوال۔ فان قلت قد صحت الاحادیث بتعذیب اھل الفترۃ کحدیث
عمرو بن یحییٰ یجر قصبۃ فی النار رواہ بخاری عن ابوھریرۃ رض
قال رایت صاحب المحجن فی النار وھو الذی یسرق الحجاج
بمحجنہ فاذا ابصربہ احد قال انما تعلق بمحجنہ۔

اگر تو یہ اعتراض پیش کرے کہ صحیح حدیثیں تعذیب اہل فترت کے بارہ میں
مروی ہیں۔ مانند حدیث عمرو بن یحییٰ کے فرمایا کہ کھینچتا تھا اپنی انتڑیوں کو
نار جہنم میں راوہ بخاری عن ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں
نے صاحب چوگان کو نار جہنم میں ملاحظہ کیا وہ شخص جو حجاج بیت الحرام کی اشیاء
کی چوری اپنے چوگان سے کیا کرتا تھا۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو کہتا یہ خود بخود میری
چوگان کے ہمراہ چپٹ گئی ہے۔

الجواب:۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۲۲۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ اس
سوال کا جواب چند وجوہ پر موقوف ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ سب حدیثیں از قسم حدیث آحاد
کی ہیں جو ہرگز ادلہ قطعی کی معارض ہو نہیں سکتیں۔ دوسری وجہ یہ ہے ان لوگوں کے عذاب کی
تخصیص اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ عوام الناس کو کیا خبر کہ ان کے عذاب کی کیا وجہ ہے۔ تیسری بات

یہ ہے۔ احادیث شریف میں جن افراد کی تعذیب مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے کفر و عناد کی حالت میں یا غوائے شیطان لعین کے اپنی رائے و قیاس سے احکام شرعی میں رد و بدل تغیر و تبدل کیا اور عوام کو راہ راست سے منحرف کر کے چاہ ضلالت میں پھینک دیا۔ مانند عمرو بن لحی کے جس نے ملت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو مٹا کر شرک و کفر کی رسومات کو جاری کیا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معالم التنزیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثم بن جون خزاعی کو دیکھ کر کہا اے اکثم میں نے عمرو بن لحی کو نار جہنم میں دیکھا جو اپنی امعاء کو کھینچ رہا تھا۔ میں نے اس کو شکل و شباہت میں بالکل تیرے مشابہ پایا (عمرو بن لحی) اہل عرب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے دین میں رخنہ اندازی کی اور بت پرستی اور رسوم مشرکانہ کو رائج کیا اور جانوروں میں بحیرہ اور سائبہ وصیلہ وغیرہ مقرر کیا۔ میں نے اسے دوزخ میں ملاحظہ کیا کہ وہ اپنی امعاء کی بدبوئی سے اہل نار کو ایذا رسانی کرتا تھا۔ اکثم نے کہا یا رسول اللہ پھر یہ مشابہت تو میرے حق میں بہت نقصان اور ضرر رساں ہوگی فرمایا ہرگز نہیں تو خدا پرست دیندار ہے اور وہ مشرک اور کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کافر قرار دیا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب

سورۃ مائدۃ پ

اور نہیں مقرر کی اللہ تعالیٰ نے کان پھاڑی اونٹنی اور نہ چرائی پر چھوڑی ہوئی اور نہ اپنے بھائی سے ملی ہوئی اور نہ اونٹ حمایت کرنے والا پشت اپنی کا ولیکن جو لوگ کافر ہوئے جھوٹ باندھتے ہیں۔ اوپر اللہ تعالیٰ کے۔

زرقانی شرح مواہب لدنیہ اج صکا ا فالجواب۔ من الاحادیث الواردۃ فی الابوین بما یخالف ذالک اولا نہا وردت قبل ورود الآیات والاحادیث المشار الیہا فیما مر۔

ان احادیث کا جواب جو ابوین شریفین کے خلاف مذکور ہیں یہ ہے کہ یہ سب احادیث

آیت گرامی وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا سے پہلے کی مروی ہیں جیسا کہ آگے گزر چکا ہے۔

علمائے اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ علیہم نے اہلیان زمانہ فترت کو تین گروہوں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے گروہ میں وہ لوگ ہیں جن کو کسی رسول یا نبی کی دعوت نہیں پہنچی مگر انہوں نے توفیق ربانی کی مدد سے اپنی عقل وفہم وفراست سے توحید الہٰی کو معلوم کر لیا۔ پھر اس کی پیروی کی۔ کسی خاص شریعت کی پابندی اختیار نہ کی۔ لیکن کفر وشرک بری رسموں سے کنارہ کش رہے مانند قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ کے۔ ان میں سے بعض نے کسی شریعت کو قبول کیا مانند تبع حمیری کے اور ورقہ بن نوفل اور اس کے چچا عثمان بن حویرث کے۔ دوسری جماعت کے لوگ وہ ہیں جو میانہ رو تھے جنہوں نے نہ تو راہ توحید کو اختیار کیا اور کسی شریعت کی پابندی قبول کی اور باوجود اسباب کے شرک وکفر کی بری رسموں کو اختیار نہ کیا۔ کوئی جداگانہ طریقہ قبول نہ کیا۔ اپنی تمام عمر عزیز کا تمام سرمایہ جہالت کی نذر کر دیا اور نور ایمان کی روشنی سے بہرہ مند نہ ہوئے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے۔ جو اگرچہ بالکل زمانہ فترت میں موجود رہے۔ مگر اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے شرک وکفر کی رسومات بد کو اختیار کیا اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے حلال وحرام میں تمیز نہ کی اور شرک وکفر کی بری رسموں کو جاری کیا اور عوام الناس کو اس کی دعوت دی۔ مانند رئیس گمراہان عمرو بن لحی اور اس کے تابعداروں کے تو اس امتیاز اور تفاوت عقائد کے لحاظ سے بعض اہل فترت کا معذب ہونا بھی قرین قیاس ہے۔ لیکن صحیح اور بالکل قابل قبول بات یہ ہے۔ جمہور علماء اہل السنت کے نزدیک بموجب قواعد اصول کے مطابق وہ ہرگز قابل مواخذہ کے نہیں۔ عنداللہ ان کا عذر قابل قبول ہے۔ امید کامل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی بھی ناجی گروہ میں شامل ہوں گے ان کی نجات اور رستگاری از عذاب یقینی بات ہے۔

مواہب لدنیہ صفحہ ۱۳۴۔ قد اطبقت الائمۃ الاشاعرۃ من اہل الکلام والاصول والشافعیۃ من الفقہاء علی ان من مات ولم تبلغہ الدعوۃ یموت ناجیا وانہما ماتا قبل البعثۃ فی زمن الفترۃ ولا تعذیب قبلہا لقولہ تعالٰی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

موافقت کی ہے ۔ائمہ اشعریہ نے اہل کلام اور اصول سے اور فقہائے مذہب شافعیہ نے اسبات پر کہ جو شخص فوت ہوا اور اسے کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی وہ عذاب سے رہائی پائے گا۔ کیونکہ وہ بالکل بعثت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ اور اسلام سے پہلے فوت ہوگیا۔ بیچ زمانہ فترت انبیاء کے۔ کیونکہ بلوغ دعوت سے پہلے عذاب ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم عذاب کرنے والے نہیں تاوقتیکہ بھیجیں ہم رسول۔

مسالک الحنفا صـ ۳ پر ہے۔ مسئل الشیخ شرف الدین مناوی عن والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل ھو فی النار فزاس السائل زاسا شدیدًا فقال لہ السائل ھل ثبت اسلامہ فقال انہ مات فی الفترۃ ولا تعذیب قبل البعثۃ۔

حضرت شیخ شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے متعلق سوال کئے گئے۔ کیا وہ دوزخ میں ہے آپ نے سوال کرنیوالے کو ڈانٹ دی سخت جھڑکا۔ سائل نے پوچھا۔ کیا ان کا اسلام لانا ثابت ہے کہا ہاں کیونکہ وہ زمانہ فترت میں فوت ہوگئے اور دعوت سے پہلے ہرگز مواخذہ نہیں ہوتا ان پر کوئی عذاب نہیں

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو میگویم	تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال
محل قابل وانگہے نصیحت قابل	چو گوش ہوش نباشد چہ سود حسن مقال
زمان تو بر وعذر ست وقت بیداری	بر آر دست دعا و روی بخاک بمال
ختام عمر خدایا برحمت خویش	بخیر کن کہ ہمیں ست غایۃ الآمال

حموی شرح اشباہ والنظائر صـ ۴۵۳ روح البیان صـ ۱۴۷ ۔ سئل القاضی ابوبکر بن العربی احد ائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار فاجاب بانہ ملعون لان اللہ تعالیٰ یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ قال ولا اعظم اذی ان یقال عن ابیہ انہ فی النار۔ یکا نہ روزگار از ائمہ مالکیہ

قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ جو شخص یہ بات کہتا ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی دوزخ میں ہیں جواب دیا یہ بات کہنے والا ملعون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق جو لوگ ایذا رسانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے بیچ دار دنیا اور آخرت کے کہا پھر اس سے بڑھ کر کونسی بڑی بری ایذا رسانی تصور ہوگی۔ جبکہ آپ کے والدین شریفین کے متعلق کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

ح البیان ص۱۴۲ حموی شرح اشباہ والنظائر ص۴۵۳ علامہ زمان امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ الانف میں لکھتے ہیں۔

لیس لنا ان نقول ذالک فی ابویہ صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات واللہ تعالیٰ یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہما اللہ فی الدنیا والآخرۃ وقد امرنا ان نمسک اللسان اذا ذکر اصحابہ رضی اللہ عنہما اجمعین بلشئ یوجب ذالک العیب والنقص منہم فان نمسک ونقف عن ابویہ احق واحری۔

ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کے حق میں بیہودگی یا گستاخی کریں کہ وہ آگ میں ہیں حضور پرنور نے فرمایا ہے کہ زندوں کو سا تھ بدگوئی کرنے اموات کے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق جو لوگ دکھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے بیچ دنیا کے اور آخرت کے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک اور جبکہ ہم مامور ہیں کہ اپنی زبان کو بند رکھیں جب اصحاب کبار رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی بات کہی جاوے جس سے انکی ذات گرامی میں کسی عیب یا نقص کا اظہار ہو پھر اگر ہم اپنی زبان کو آپ کے والدین گرامی کے حق میں بے ادبی یا گستاخی کی بات کہنے سے روک لیں تو یہ بے حد بہتر اور مفید بات ہے

حموی شرح اشباہ ص۴۵۳ شہاب الملتہ والدین شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وما احسن قول المتوفقین فی ھذہ المسئلۃ المنوسفا الحذر من ذکر

هماء بتنقيص فان ذالك قد یؤذیه صلی اللہ علیه وسلم بخبر الطبرانی
لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات ۔

کیا بہتر بات ہے توقف کرنے والوں کی بیچ اس مسئلہ کے بجو اور ڈر اور احتراز کرا بوین
گرامی کی کسر شان کرنے سے کیونکہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ایذا رسانی
کرتی ہے ساتھ حدیث معجم طبرانی کے ۔ فرمایا کہ زندہ لوگوں کو مردہ کی بدگوئی کرنے
سے دکھ نہ دو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم

جو لوگ ایذا رسانی کرتے ہیں رسول خدا کو ان کے لئے عذاب ہے دردناک

مواہب لدنیہ ص ۳۶ جلد اوّل ۔ فالحذر الحذر بمانیہ نقص فان ذالک
قد یؤذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان العرف جار اذا ذکر الوا
لشخص بما ینقصه او یوصف بوصف به وذالک الوصف فیه نقص
تاذی ولدہ بذکر ذالک عنی المخاطبة وقد قال علیه الصلوٰة
والسلام لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات رواہ الطبرانی فی الصغیر
ولا ریب اذا کفر یقتل فاعله ان لم یتب عندنا

پس ڈر اور پرہیز کر جس بات سے ان کی بے آبروئی ہو تحقیق یہ بات نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو رنج دیتی ہے ۔ عوام الناس میں یہ بات شہرت پذیر ہے ۔ جب
کسی شخص کے والدین کو برا کہا جائے یا اس کی کوئی برائی کا ذکر کیا جائے تو بالضرور
اس کے بیٹے کو رنج پہنچتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نہ ایذا رسانی
کرو زندوں کو مردوں کی بدگوئی سے رواہ الطبرانی بیچ معجم صغیر کے ۔ یہ شک و شبہ
کرنے کی بات نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی ایذا رسانی باعث کفر ہے
ہمارے نزدیک اسہات کا فاعل قتل کیا جاویگا اگر توبہ نہ کرے ۔ کذا فی ماثبت بالسنت ص ۲۶

ہزار صوم و صلوٰۃ ہزار حج داری قبول نیست گر محمد را بیازاری

قال اللہ تعالٰے یا ایہا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ
اے ایمان والو مت بے حرمتی اور بے آبروئی کرو شعائر الٰہی کی۔

شعائر الٰہی میں وہ چیزیں داخل ہیں جو منسوب الی اللہ ہیں، کتاب اللہ، رسول اللہ، ...ب اللہ، دین اللہ، اولیاء اللہ وغیرہ نبی صلعم کو شعائر الٰہی میں شمار کرنے کی یہ وجہ ہے کہ آپ ...انب اللہ تبلیغ احکام ربانی کے لئے معمور ہیں رسول کا معنی قاصد، ایلچی، پیغام بر۔ ماموں من اللہ ...ں خدا کا بھیجا ہوا۔ بنابراں بندوں پر حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی عزت و حرمت ادب و احترام کا ...لانا لازم ہے۔ جس نے قاصد کی تعظیم کی اس نے فرستندہ کی تعظیم کی

لقولہ تعالٰی ومن اطاع الرسول فقد اطاع اللہ
جس شخص نے رسول کی تابعداری کی گویا خدا کی تعظیم کی

اور جس نے انکار کیا اس نے فرستندہ کی قدر نہ کی جس نے سید الکونین، نبی الحرمین جد الحسن ...الحسین سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی۔ گویا اللہ ...عالٰی کی تعظیم و تکریم کی۔

قال اللہ تعالٰی ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ
اور جس نے فرمان الٰہی کی تعظیم بجالائی وہ اسکے لئے بہتر بات ہے نزدیک اسکے پروردگار کے

وقال اللہ تعالٰے لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔
تاکہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے اور قوت دو اس کو اور بزرگ جانو اس کو تفسیر خازن میں ہے۔

قولہ تعالٰی تعزروہ وتقووہ وینصروہ والتعزیر نصر مع التعظیم و یوقروہ یعنی یعظموہ والتوقیر التعظیم والتجبیل۔

تعزروہ کے معانی قوت دو اور تعظیم بجالاؤ کیونکہ تعزیر کے معنے مدد کرنا ہمراہ تعظیم کے ہے ...اور بزرگ جانو آپ کو توقیر کے معنے عزت و حرمت کا بجالانا مراد ہے۔ معالم التنزیل میں ہے۔

وھذا الکنایات راجعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آیت ھذا میں سب اشارات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں۔ گویا حضور کا ادب

احترام خدا کی تعظیم و تکریم ہے۔

درحریم ستر تعظیم تو کس آگاہ نیست — از کمال احتشامش ہیچ کس آگاہ نیست

کس ندانست کہ منزل گہ یار کجاست — این قدر ہست کہ بانگ جرس مے آید

آیت ہذا کے سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلطان الانبیاء بنا کر مبعوث کرنے کی غرض آپ کی شان و شوکت فضیلت و کرامت کا اظہار تھا جس کو ایمان کے ہمراہ لازم کے تحت بیان کیا ہے۔ یعنی وہ شخص صادق اور کامل الایمان محسوب ہوگا۔ جو تاجدار انبیاء حبیب خدا صاحب لولاک لما علیہ الصلوٰۃ و السلام کی عزت و حرمت ادب و احترام میں کوتاہی نہ کریگا۔

قولہ تعالیٰ فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون

جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تعظیم کی اور آپ کی حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا ایسے ہی لوگ خلاصی پانے والے ہیں۔

اس آیت گرامی میں بالاختصار چار چیزیں مذکور ہیں۔ آپ کی نبوت کو تسلیم کرنا ... پر تو ر فداہ روحی کا ادب و احترام بجالانا۔ دین الٰہی کی بہرکیف مدد و حمایت کرنا ... کی پوری پوری فرمانبرداری کرنا اولئک ھم المفلحون کی ترکیب حصر کے ... فروا میدان محشر میں نجات کا دارومدار ان امور اربعہ کی اتباع پر موقوف ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر — من وجھک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واتیتم الزکوٰۃ وآمنتم برسلی وعزرتموھم

بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں (یعنی میری مدد تمہارے ہمراہ ہے) اگر قائم کی

نے زکوٰۃ اور ایمان لائے میرے رسولوں پر اور تعظیم و توقیر کی ان کی۔

مندرجہ بالا آیات کے مضمون سے عیاں ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عموماً حبیب خدا صاحب قاب قوسین او ادنیٰ خاتم النبیین شفیع المذنبین رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات عالی کی خصوصاً نہایت ضروری ہے۔ جس قدر حضور پر نور فداہ روحی کی عزت و حرمت ادب و احترام میں مبالغہ کیا جاوے گا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہوگا آپ کی کسر شان یا بے حرمتی کرنا یا ادب و احترام میں کوتاہی کرنا یا عیب و نقص تلاش کرنا خسر الدنیا والآخرت کا مصداق ہوگا۔ آپ کا منکر بے ادب و گستاخ بدبخت مردود ملعون ابدی ابداً لآباد نار جہنم کے قید خانہ میں محبوس ہوگا۔

از خدا جوئیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

قال اللہ تعالےٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب

اور جس نے تعظیم کی شعائر الٰہی کی۔ تحقیق یہ بات دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

مراد یہ ہے کہ وہی شخص تقوی شعار اور پرہیزگاری تصور ہوگا۔ جو شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم بجالائے گا ورنہ کچھ بھی نہیں۔

تعظیم جس نے کی ہے محمد کے نام کی — حق نے اس پر آگ دوزخ حرام کی

تفسیر حسینی میں ہے۔ جب ہجرت کے بعد پانچویں سال کو جنگ مریسیع ہوئی۔ حیرہ حبیب خدا سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ ایک منزل پر آپ کے گلے کا ہار گم ہوگیا۔ سیدہ اس کی تلاش میں منزل گہ سے دور چلی گئیں اور کوچ کا وقت تھا آپ کو اس کی تلاش میں کچھ دیر ہوگئی۔ خادموں نے آپ کا کجاوہ مبارک اونٹ کی پشت پر رکھ دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ یہ تو بالکل خالی پڑا ہے جب آپ واپس قیام گاہ پر تشریف لائیں تو لشکر روانہ ہوچکا تھا۔ اور جگہ خالی پڑی تھی۔ آپ اس خیال سے وہیں ٹھہر گئیں کہ عنقریب میری دیکھ بھال ہوگی۔ حضرت صفوان بن معطل صحابی نبی صلعم کے حکم سے سب لشکر کے پیچھے رہتے تھے۔ تاکہ گری ہوئی چیزوں کو سنبھال لیں جب وہ وہاں پہنچے تو ام المؤمنین کو وہاں موجود پایا۔

آپ کو پہچان لیا۔ فوراً اپنے اونٹ کو بٹھا کر ام المومنین کو سوار کیا خود مہار پکڑ کر روانہ ہوئے اور لشکر میں جا ملے۔ رئیس المنافقین نے یہ حال دیکھ کر اپنی خبث باطنی سے بد خبر اڑا دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کی شان کے بالکل سراسر خلاف تھی۔ لوگوں میں یہ بات منتشر ہو گئی اور لوگوں نے آپس میں کانا پھوسی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر بد تاجدار انبیاء کے گوش مبارک تک پہنچ گئی غیرت ربانی نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ فوراً تہدیدی فرمان صادر ہوا

قولہ تعالیٰ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم وتحسبونہ

ھینا وھو عند اللہ عظیم۔ ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان

نتکلم بھذا سبحنک ھذا بھتان عظیم یعظکم اللہ ان

تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین — سورۃ نور پ ۱۸

جب تم اس بات کو اپنی زبانوں پر لاتے تھے جس کا تم کو کوئی علم نہ تھا اور تم اس کو آسان اور معمولی بات تصور کرتے تھے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری گناہ ہے (جسکے ذریعہ سے یہ گفتگو کرنے والے کو عند اللہ بڑا سخت مؤاخذہ اور بڑا سخت عذاب ہوگا اس واسطے کہ عاملی بات کہنا اور معصوم اشخاص پر دیدہ دانستہ تہمت لگانا اور اہل بیت نبوت پر افتراء کرنا قرآن کریم کی صریح تکذیب اور منصب نبوت و رسالت کی بے حد توہین و تحقیر ہے) کیوں نہیں جب تم نے یہ بات سنی کہا ہوتا ہم کو ہرگز لائق نہیں کہ اس بات کے ساتھ کلام کریں۔ پاک و بے عیب ہے تو اے خدا (اس بات سے کہ تو اپنے برگزیدہ رسول کریم سلطان الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق حیات اور حرم محترم کی کوئی خرابی یا برائی ڈالے) یہ سب بڑا بھاری گناہ اور بہتان ہے۔ نصیحت کرتا ہے تم کو اللہ بقول مجاہد ینھاکم اللہ۔ بقول امام مجاہد منع کرتا ہے۔ تم کو اللہ تعالیٰ (ایسی بات کے اظہار سے) اگر ہو تم ایماندار۔

کرا رسد کہ کند عیب دامن پاکت

کہ ہم چو قطرۂ کہ بر برگ گل چکد پاکی

آن گریبان داغش پاک نیست از لوث خطر — از مذمت عیب جو آلودہ از سرتا بپاست

جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان گرامی میں عائد عیب کی بات کہنا سراسر بے ادبی اور تحقیر اور بڑا بھاری گناہ ہے تو پھر حضور پر نور فدا ابی و امی کے والدین گرامی کی شان میں ایسی بے باکی اور گستاخی کرنا حضور کی توہین و تحقیر نہیں اور کیا چیز ہے۔

بار خدایا ہمیں اپنے فضل عمیم سے صدقہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے اس گناہ عظیم سے بچنے کی توفیق عطا کر۔ آمین یا رب العالمین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کو کافر کہنا یا ان کو فی النار تصور کرنا آنحضرت صلعم کی سخت ترین توہین اور بے حد بے ادبی اور بے حرمتی اور ایذا رسانی کا باعث ہے دیکھو علامہ زمان مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی فرنگی محلی مجموعۃ الفتاوی جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ پہ لکھتے ہیں۔

" اور یہ کہنا کہ والدین گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر ہیں یا فی النار ہیں بڑی سخت بے ادبی اور موجب اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضور صلعم کی ایذا رسانی خدا کی ایذا رسانی ہے اس پہ خدا کی دنیا میں اور آخرت میں لعنت برستی ہے۔ اور وہ مردود بارگاہ رسالت لائق عذاب نار کے ہے:

کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔ سورۃ احزاب پ۲۲

تحقیق جو لوگ دکھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پہ اللہ نے بیچ دنیا اور آخرت کے اور تیار کیا ہے ان کے لئے عذاب رسوائی کا۔

تفسیر خازن میں ہے۔

یؤذون اللہ - ای یؤذون اولیاء اللہ تعالیٰ

خدا کا فرمان کہ دکھ دیتے ہیں اللہ کو

مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ایذا رسانی کرتے ہیں۔ گویا خدا کے دوستوں کی ایذا رسانی خدا کی ایذا رسانی تصور ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے

ومن اذی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وقال اللہ تعالیٰ

ومن اھان لی ولیاً فقد بارزنی بالمحاربۃ۔

جس شخص نے میرے کسی دوست کو ایذا رسانی کی۔ میں نے اس کو اعلان جنگ کر دیا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"جس نے میرے دوست کی توہین یا تحقیر کی تو وہ میرے ساتھ جنگ کرنے کو سامنے آیا"

قال اللہ تعالیٰ والذین یؤذون اللہ ولھم عذاب الیم

جو لوگ دکھ دیتے ہیں اللہ کو ان کے عذاب ہے دردناک

اندکے راز دلی بتو گفتم و ترسیدم   کہ دل تنگ شوی ورنہ سخن بسیار است

حموی شرح اشباہ والنظائر ص ۵۵۲: ۔ واذا تقرر ھذا فحق المسلم ان یمسک لسانہ عما یخل بشرف نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ من الوجوہ ولا خفاء فی ان اثبات الشرک فی ابویہ اخلال ظاھر بشرف نسب نبیہ الطاھر وبالجملۃ ھذہ المسئلۃ لیست من الاعتقادات فلا حظ للقلب منھا اما اللسان عما یتبادر منہ النقصان خصوصاً الی وھم العامۃ لانھم لا یقدرون علی دفعہ وتدارکہ وھذا خلاصۃ فی ھذا المقام من الکلام۔

جب یہ بات مقرر ہو چکی ہے۔ تو پھر ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو روک رکھے۔ ایسی باتوں سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسب گرامی میں رخنہ اندازی کرنے والی ہوں۔ بوجہ چند وجوہ کے۔ یہ بات ہرگز پوشیدہ نہیں کہ ابوین شریفین میں شرک وکفر کا ثابت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب گرامی میں خلل اندازی کا باعث ہے (جو حضور پرنور کی شان عالی کی صریح توہین وتحقیر ہے) بالجملہ یہ کوئی اعتقادی مسائل سے نہیں جس سے دل کو لذت حاصل ہو لیکن زبان تو اس کا حق خاموش اور بند رہنا ہے۔ جس سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ خصوصاً عوام الناس کے ذہن ناقص میں خرابی پیدا ہو۔ کیونکہ نادان وجاہل آدمی سے اس کا ازالہ اور تدارک نا ممکن ہوتا ہے یہ خلاصہ کلام ہیچ ارزنام کے۔ فمن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور

چلپی شرح شرح وقایہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ ۔ قد اجتمعت الامۃ علی ان الاستخفاف لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وبای نبی کان من الانبیاء یکفر سواء فعلہ استحلالاً ام فعلہ معتقدا بحرمتہ ولیس للعلماء فیہ خلاف فی ذالک والذین نقلوا الاجماع فیہ اکثر ان تحقی منہم امام الحرمین

تمام امت محمدی نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا کسی نبی کی انبیاء کرام علیہم السلام سے موجب کفر ہے ۔ خواہ اس بات کا کرنے والا اس کو حلال تصور کرے خواہ حرام سمجھ کر کرے اس میں درمیان علماء کرام کے کوئی اختلاف نہیں جن لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے گنتی سے زیادہ نہیں انہیں سے امام الحرمین کی بلند شخصیت ہے ۔

شفاء قاضی عیاض مصری جلد ثانی صفحہ ۲۰۶ :۔ من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او عابہ او الحق بہ نقصا فی نفسہ او نسبہ او دینہ او خصلۃ من خصالہ او عرض او شبہہ بشئی علی طریق السبۃ لہ او الازراء علیہ او لتصغیر شانہ او الغض منہ او العیب لہ فھو ساب والحکم فیہ حکم الساب۔

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے یا کچھ عیب لگائے یا آپ کی ذات گرامی یا نسب شریف میں نقص پیدا کرے یا دین حقانی یا آپ کی خصال مبارک میں سے کسی خصلت میں یا آپ کی عزت و وقار میں یا حضور کو بطور دشنام کے کسی چیز سے تشبیہ دے یا تحقیر تصور کرے یا شان مقدس میں عیب جوئی کرے یہ حضور کو گالی دینے والا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ گالی دینے والوں میں سے شمار کیا جائے گا ۔

شفاء الاسلام جلد اول صفحہ ۳۵ امام تیمیہ الصارم المسلول میں لکھتے ہیں

قال مالک من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او شتمہ او عابہ او تنقصہ قتل مسلما کان او کافرا ولم یختلف فیہ متقدمیھم او متاخرھم ۔

جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا برا کہے یا کوئی عیب لگائے ۔ یا توہین و تحقیر شان گرامی کی کرے ۔ مارا جاوے مسلمان ہو خواہ کافر اس بارہ میں علمائے کرام متقدمین

اور متاخرین میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

مواہب اللدنیہ میں ہے۔

لاریب ان اذاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کفر یقتل فاعلہ فان لم یتب عندنا

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی موجب کفر ہے ہمارے نزدیک اس کا مرتکب قتل کیا جاوے گا اگر تائب نہ ہو

رئیس العلماء قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ مالا بدمنہ میں تحریر کرتے ہیں

علامہ علم الہدیٰ در بحر محیط گفتہ ہر کہ ملعون در جناب پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشنام دہد یا اہانت کند یا در امرے از امور دین یا در صورت مبارک انبیاء در وصفے از اوصاف شریفہ او عیب کند خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی اگرچہ از راہ ہزل کردہ باشد آں کافر واجب القتل است توبہ او مقبول نیست واجماع امت برآنست کہ بے ادبی واستخفاف ہر کس انبیاء کفرست خواہ قائل آں حلال دانستہ مرتکب شود خواہ حرام دانستہ۔

علامہ علم الہدیٰ نے بحر محیط میں کہا ہے جو ملعون جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی توہین کرے یا امور دینی میں سے کسی کام میں یا آپ کی صورت پاک میں یا حضور کی اوصاف حمیدہ میں سے کسی وصف میں عیب لگائے مسلمان ہو خواہ ذمی یا حربی خواہ بطور ہنسی مخول کے ہو وہ شخص کافر واجب القتل ہے اس کی توبہ قبول نہیں اس پر تمام امت مرحومہ کا اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین اور بے ادبی کفر ہے خواہ اس فعل کا فاعل اس بات کو حلال تصور کرے خواہ حرام بہر کیف ہر دو صورت گناہ میں برابر ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

ہدیۃ مہدیین وفی رد المختار شرح در مختار صہ ۳۰ ایما رجل سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت منہ امرأتہ وان تاب فیہا والا قتل

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کو جھٹلائے یا آپ کا عیب پکڑے

یا آپ کی توہین کرے بیشک وہ کافر ہوا ساتھ اللہ تعالیٰ کے اور اس سے اس کی عورت جاتی رہی اگر اس نے توبہ کی تو بہتر ورنہ قتل کیا جاوے۔

هذا بصائر من ربکم وهدی ورحمة لقوم یؤمنون۔ سبحان ربك رب العزة عما یصفون۔ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

اللهم صلی علی سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولادہ وعترتہ واتباعہ واشیاعہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

ربنا اغفرلنا ولوالدینا ولوالدی والدینا وارحمهما کما ربیانی صغیراً برحمتك یا ارحم الراحمین۔ اللهم واغفر لجمیع المسلمین والمسلمات الاحیاء منهم والاموات انك مجیب الدعوات فانہ لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

ہر کہ خواند طمع دعا دارم
زانکہ بس عاجز و گنہگارم

مناجات بجناب مجیب الدعوات

الم تسمع بفضلك يا رجائى   دعاء من ضعيف مبتلائى

غريق فى بحور الغم حزنا   اسيرٌ بالذنوب وبالخطائى

انادى بالتضرع كل يوم   مسلمًا فى التسائل والدعاء

لقد ضاقت على الارض طراً   واهل الارض ما عرفوا دوائى

فخذ بيدى فانى مستجيراً   بعفوك يا عظيم يا رجائى

آتيتك باكياً فارحم بكائى   رجائى منك اكثر من خطائى

لى هم وانت كشفت همى   ولى داء وانت دواء دائى

تفضل سيدى بالعفو عنى   فانى فى جزاء من بلائى

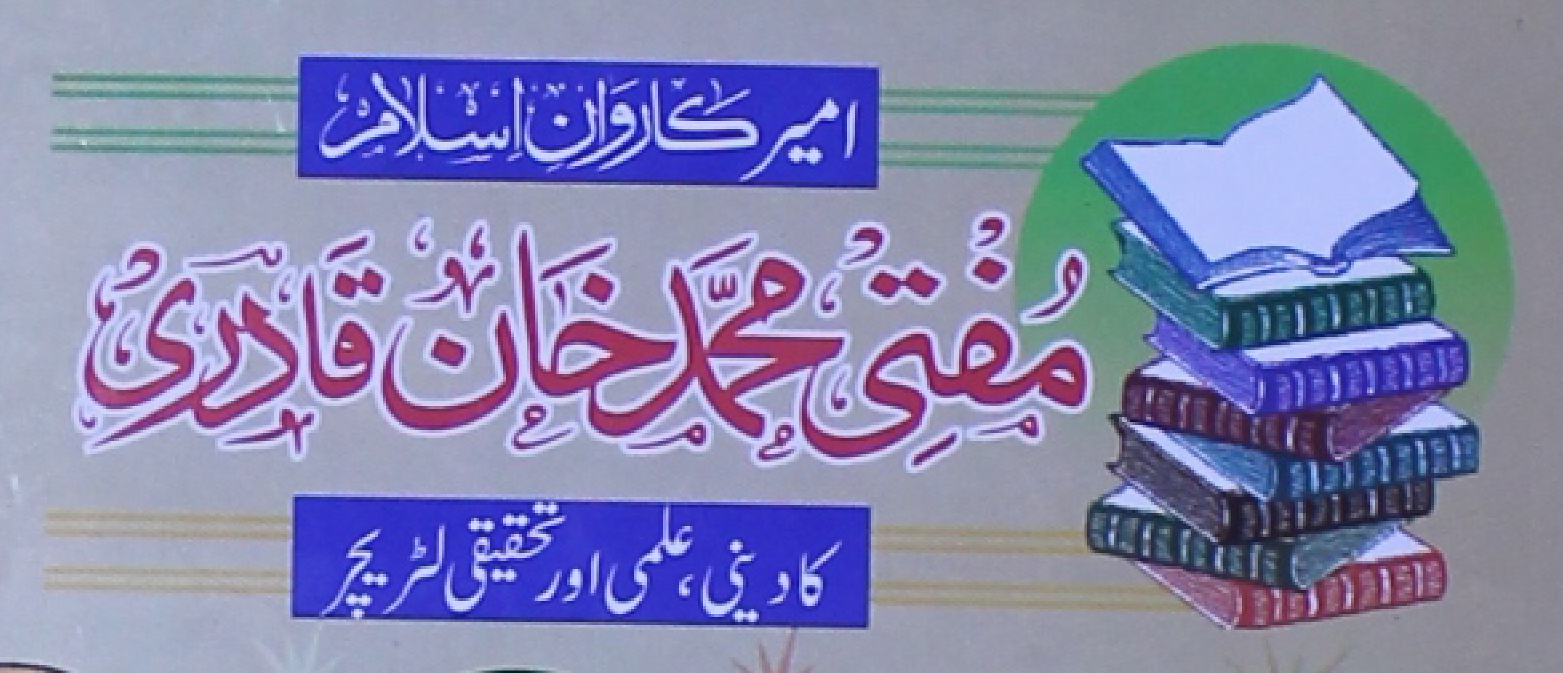
جزائى ان تعذبنى ولكن

اعوذ بحسن عفوك من جزائى

تمت بالخیر

(لاہور آرٹ پریس لاہور)

حسن ترتیب



- شرح اج سک متراں دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہوکر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیبِ خدا
- محافل میلاد اور شاہ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ

- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافل نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائر محمدیہ ﷺ
- مسلک صدیق اکبر عشق رسول ﷺ
- شرح سلام رضا
- نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تعدد ازواج
- اسلام میں ہجڑتی کا تصور
- فضائلِ نعلین حضور ﷺ

- شبِ قدر اور اسکی فضیلت
- اسلام اور تصور رسول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود وسلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربوبیت ﷺ
- ایمان والدین مصطفےٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سفر حج
- امتیازات مصطفےٰ ﷺ
- در رسول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعت ذکر نبوی ﷺ
- مزاحِ نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو

- امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات
- برکات محافل سے محرومی کیوں؟
- زوال امت کا ازالہ کیسے؟
- آیئے قرب مصطفیٰ ﷺ پائیں
- اساس ایمان۔ محبت الٰہی
- جماعت نماز تسبیح
- ٹخنے ننگے کرنے کا حکم
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- سرمہ اور روزہ
- کیا اولیاء اللہ ورب ایک ہیں
- یا رسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شرک
- اسلام اور ایصال ثواب
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات
- Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
- بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں
- علمی مقالات جلد اول، دوم، سوم
- ارض خدا ملکیت مصطفےٰ
- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- احوال وآثار۔ مولانا عبدالحیٰ لکھنوی
- والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی
- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد النبی اور شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب ومستی
- فضل القدیر ترجمہ تفسیر (1 تا 12)
- حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے